بسم اللہ الرحمن الرحیم ——— نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

علمائے دیوبند کے مزوّرانہ بیانات کی تردید میں

مولانا جلال الدین صاحب شمس احمدی

گواہ مدعا علیہ کا باطل شکن بیان

جو بانصاف حکام اور خدا ترس اہالیانِ ریاست بہاولپور کے
غور و فکر کے لئے شائع کیا گیا

موسوم بہ

مقدمہ بہاولپور

جس سے ظاہر ہوگا کہ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہادر ریاست کی عدالت میں
بمقدمۂ تنسیخ نکاح۔ مدعیہ کے مکفّرین گواہان مولوی محمد شفیع مفتی دیوبند
مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی۔ مولوی انور شاہ اور مولوی نجم الدین صاحبان نے
جو وجوہاتِ تکفیر جماعت احمدیہ کے خلاف بیان کئے اور اپنے ترکشِ استدلال سے
جسقدر تیر نکالے اُنکے نوکِ پیکان میں ہرگز یہ قوت نہ تھی کہ حقائق کا جگر چھید سکیں

جسے
بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے نومبر ۱۹۳۲ء کو شائع کیا
بار اول
تعداد طبع ۱۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایمان اور اسلام کیا چیزیں ہیں!

قرآن مجید خدائے بزرگ و برتر اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ الذین یؤمنون بالغیب الخ کہ مومن اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور (اے رسول) جو تجھ پر اُتار اگیا۔ اور جو تجھ سے پہلے اُتار اگیا۔ اُس سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کے سیدھے رستے پر ہیں۔ اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ (سورۂ بقرہ رکوع اول) +

غیب میں تمام ایمانیات کا ذکر کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی مقدس ذات اور اسکی صفاتِ عالیہ ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ اور ملائکہ اور رُسل بھی رسالت کے لحاظ سے کہ اللہ تعالےٰ اُن سے جو کلام کرتا ہے وہ ہم سے مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور کتاب اس مخفی تعلق کا نتیجہ ہے اس لئے وہ بھی ایمان بالغیب میں داخل ہے۔ اسی طرح قضاء و قدر اور امور آخرت اور دوزخ و جنت وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں حقوق اللہ اور عبادات میں سے اللہ تعالےٰ نے سب سے بڑی عبادت یعنی نماز کا اور حقوق العباد میں سے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا ہے کہ جو حضرت خاتم النبیین قائد المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اُتارا گیا اس پر وہ ایمان رکھتے ہیں +

(۲) اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر جو لوگ ایمان لائے

ان کے ایمان کی صفات قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہیں ؛
اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احدٍ من رسلہ (بقرہ رکوع ۴۰) ترجمہ کہ پیغمبر جو کچھ اسپر خدا کی طرف سے اُترا اُسپر ایمان لایا اور تمام مومنین۔ ہر ایک خدا پر ایمان لایا اس کے تمام فرشتوں پر۔ اسکی تمام کتابوں پر۔ اور اس کے تمام پیغمبروں پر۔ ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔

جب کوئی شخص قرآن شریف پر ایمان لایا تو اس کے اندر جو کچھ ہے۔ اجمالاً یا تفصیلاً اُس سب پر ایمان لایا خدا تعالےٰ کی صفات اور قیامت حشر و نشر دوزخ و بہشت پر

حدیث (۱) صحیح مسلم میں ہے۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور اسلام کے متعلق استفسار کیا۔ تو حضور سید المرسلین نے فرمایا۔ کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر۔ اسکے فرشتوں پر۔ اسکی کتابوں پر۔ اسکے رسولوں پر بعث بعد الموت پر۔ اور تقدیر پر یقین رکھے۔ اور اسلام گواہی دینا اسبات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسکے رسول ہیں۔ اور نماز کا ادا کرنا اور زکوٰۃ کا دینا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور بیت اللہ کا (بشرط استطاعت) حج کرنا ہے۔ اسپر جبریل نے آنحضرت صلعم کی تصدیق کی۔ بعدازاں جبریل کے چلے جانے پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھلانے کے لئے آئے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳)

(۲) ایک دوسری حدیث میں حضور نے فرمایا ہے بُنِی الاسلام علیٰ خمس الخ کہ اسلام کی بنا پانچ امور پر رکھی گئی ہے یعنی کلمہ شہادت۔ نماز کا قائم کرنا۔ زکوٰۃ کا دینا رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ اور طاقت ہے تو حج کرنا۔ (بخاری و مسلم) مشکوٰۃ صفحہ ۴

(۳) ایک تیسری حدیث میں حضور نے فرمایا۔ اُمرتُ ان اقاتل الناس الخ کہ مجھ کو لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہانتک کہ وہ گواہی دیں اسبات کی کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں۔ اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کام کریں تو انھوں نے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لئے اور اُن کا حساب اللہ تعالےٰ پر ہے۔ (بحوالہ بخاری) مشکوٰۃ صفحہ ۴ ؛

فقہ

(۱) فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ اصل توحید اور وہ چیز جس کے ساتھ اعتقاد صحیح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں پر۔ اور اس کے تمام رسولوں پر۔ اور بعث بعد الموت پر اور تقدیر خیر و شر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر۔ اور حساب اور میزان اور جنت و نار پر۔ کہ یہ سب باتیں سراسر حق ہیں (شرح فقہ اکبر صفحہ ۳ و ۴) مطبوعہ حیدر آباد۔

اور اسی شرح فقہ اکبر کے صفحہ ۳۴ پر ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ امت محمد صلعم سے ہو تو وہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ فرائض و محرمات سے بے خبر ہو۔

پھر صفحہ ۳۵ پر ہے کہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالے نے جو فرائض و محرمات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں۔ اُن پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندی کا اظہار کرے۔

(۲) فقہ کی کتاب البحر الرائق کے صفحہ ۱۳۸ جلد ۵ میں لکھا ہے کہ طحاوی کی شرح میں ہے کہ قاضی امام ابو یوسف سے مرتد کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیونکر مسلمان ہوگا۔ تو انہوں نے کہا کہ "وہ کلمہ شہادتین پڑھے۔ اور جو خدا کی طرف سے آیا ہے اُس کا اقرار کرے۔ اور جس دین یہودیت یا عیسائیت کو اُس نے اختیار کیا تھا اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے۔ اور بعث اور نشور کا اقرار کرنا مستحب ہے"

پس قرآن مجید۔ اور احادیث و فقہ کی ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ مندرجہ بالا امور جس شخص میں پائے جائیں وہ اللہ و رسول کے نزدیک مومن اور مسلمان ہے۔

جماعت احمدیہ کے عقائد

اب میں حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا مذہب آپ کی کتب سے بیان کرتا ہوں :۔

(۱) آپ نور الحق حصہ اول صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں :۔ "ہم مسلمان ہیں۔ خدا کے وحدہ لاشریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اور خدا کی کتاب قرآن اور اُس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء ہیں مانتے ہیں۔ اور

یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور روزہ رکھتے ہیں۔ اور اہل قبلہ ہیں۔ اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا اسکو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا اسکو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں۔ اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے۔ اور جو کچھ رسول اللہ سے ہمیں پہنچا اسکو قبول کرتے ہیں۔ چاہے ہم اسکو سمجھیں یا اسکے بھید کو نہ سمجھیں۔ اور اسکی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں۔ اور ہم اللہ کے فضل سے مومن اور موحد ہیں۔"

(۲) حضور اپنی جماعت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ (احمدی) یقین کریں کہ اُن کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ اس کا کوئی بیٹا۔ ... اسکی قضاء قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اسکی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو۔۔ ... اور نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں۔ مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔... یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے تم اُسوقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤگے جب سچ مچ تقوٰی کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور (قلب) سے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ دینے کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جسپر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔" (کشتی نوح صفحہ ۱۴)

(۳) آپ اپنے ایک اشتہار مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں:۔ (ترجمہ از عربی عبارت)

"ایمان لاتا ہوں میں اللہ پر۔ اور اسکے ملائکہ پر۔ اور کتابوں اور رسولوں پر۔ اور مرنے کے بعد قیامت کے دن جی اُٹھنے پر۔ اور ایمان لاتا ہوں میں خدا کی کتاب عظیم پر۔ جو قرآن کریم ہے۔ اور تابعداری کرتا ہوں تمام رسولوں سے افضل اور خاتم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں علیٰ وجہ البصیرۃ کہ کوئی معبود مسجود خلائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں۔

محمد خدا کا خاص بندہ۔ اور اُس کا رسول ہے۔ اے رب مجھ کو مسلمان ہی زندہ رکھ اور اسلام پر ہی وفات دے۔ اور میرا حشر اپنے مومن بندوں کے ساتھ کر۔ اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے۔ اور سوائے تیرے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ اور تو ہی میرا سب سے بہتر گواہ ہے"

"اُس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اوّل الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جنکے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جنپر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں اُن تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں"

(۴) آپ اپنی ایک تصنیف التبلیغ صفحہ ۳۸۷ و ۳۸۸ پر لکھتے ہیں (ترجمہ از عربی عبارت) ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر۔ اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور تمام اُن انسانوں سے جو گذر چکے یا آیندہ قیامت تک ہونگے افضل ہیں ..... اور ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر آیت ایک بحرِ ذخار ہے۔ جو ہدایت کی تمام قسم کی باریکیوں سے مملو اور معمور ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سراسر حق ہیں۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور جو امور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں ہم اُن سے بالکل بیزار اور بَری ہیں۔ اور ہمارے پاک رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں اسپر ہمارا پختہ ایمان ہے اگرچہ ہم اس کی حقیقت اور کنہہ کو نہ جانیں اور جو شخص ان مذکورہ عقائد کے خلاف ہماری طرف کوئی عقیدہ منسوب کرتا ہے تو وہ ہم پر افترا کرتا ہے۔ پس اے لوگو! خدا سے ڈرو۔ اور جو شخص بخیل و ذلیل سانپ کی طرح مجھے کاٹنے کو دوڑتا۔ اور اپنی جہالت اور کج فہمی کے باعث اپنی خواہشات نفسانی کا پیرو ہو کر میری تکفیر کرتا ہے۔ وہ صحیح راستہ پر نہیں۔ اور آگاہ رہو کہ اسلام میرا دین۔ اور توحید پر میرا یقین ہے۔ اور میرا دل کبھی کجرو ہو کر گمراہی میں نہیں پڑا۔ اور جو بدقسمت قرآن مجید کو چھوڑ کر قیاسی باتوں پر چلتا ہے۔ وہ اس شخص کی مانند ہے جو ایک پُرخطر جنگل میں جہاں ہر قسم کے درندے ہوں داخل ہو گیا

اور ایک بھیڑیئے نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اسلام کا فدائی اور حضرت سیدنا نام احمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار غلام ہوں"

(۵) آپ اپنی عربی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۶۸ پر تحریر فرماتے ہیں:۔
"اور کوئی عمل اور عبادت قبول نہ ہوگی جب تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار سچے دل سے نہ کیا جائے اور دین اسلام پر ثبات وقیام نہ ہو۔ اور وہ شخص ہلاک ہوگیا جس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اور بقدر طاقت تمام امور میں آپ کی پیروی نہ کی۔ کوئی جدید شریعت آپ کے بعد نہیں۔ اور نہ کوئی کتاب آپ کی شریعت کو منسوخ کر سکتی ہے۔ اور کوئی شخص آپ کے مبارک کلمہ کو بدل نہیں سکتا۔ اور جس نے ذرہ بھر قرآن شریف سے رُوگردانی کی وہ ایمان سے خارج ہوگیا۔ اور ہرگز کوئی شخص نجات نہیں پاسکتا جب تک اُن تمام امور میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکے ہیں آپ کی پیروی نہ کرے۔ اور جس نے ایک رتی بھر آپ کی وصیت اور حکم کو چھوڑا وہ گمراہ ہوگیا"

(۶) حضرت صاحب اپنی ایک کتاب ایام الصلح صفحہ ۸۶۔۸۷ میں اپنے عقائد بیان فرماتے ہیں:۔

"جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کے کلام میں قرآن کو پنجہ مارنے کا حکم ہے۔ ہم اسکو پنجہ مار رہے ہیں۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو۔ قرآن کریم کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں"

"اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اسکے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے۔ وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے۔ یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمۂ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء (علیہم السلام) اور تمام کتابوں پر جنکی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاویں۔ اور صوم اور صلوٰۃ وزکوٰۃ اور حج۔ اور (اسی طرح) خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھکر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں غرض وہ تمام امور جنپر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہلسنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہی اور ہم آسمان اور زمین کو اسبات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اُسپر یہ دعویٰ ہے کہ کب اُس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنة اللہ علی الکافرین المفترین۔"

اب میں بڑے ادب و احترام کے ساتھ عدالت سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ مندرجہ بالا تحریروں کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کرے کہ آیا ہمارے عقائد اسلام کے خلاف ہیں یا عین مطابق۔ خدا تعالیٰ کی سب سے بزرگ اور آخری کتاب قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں جن باتوں کو ایک شخص کے مومن اور مسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اُن سب پر خلوص دل اور صمیم قلب سے ہم یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور جن اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے وہ ہم بفضلہ بجالاتے ہیں۔ اور بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام علانیہ کہتے ہیں:-

ما مسلمانیم از فضلِ خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم

(سراج منیر)

علماء اور فتوئ تکفیر

جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہم خدا تعالےٰ کے فضل سے پکے مسلمان ہیں۔ اور ہمارا وہی دین ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا کیطرف سے لائے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں۔ لیکن باوجود ان شواہد قاہرہ اور نصوص باہرہ کے گواہوں نے ہمیں کافر و مرتد۔ ضال و مضل اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور ضروریاتِ دین کا منکر ٹھیرایا ہے۔ لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان مکفرین گواہوں نے اُن امور کا جنکی بناء پر ہمیں کافر و مرتد کہا گیا ہے ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ انھوں نے اپنے فتوئ تکفیر کی بنیاد بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے اسلئے قبل اسکے کہ میں ان وجوہِ تکفیر کی تردید کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ جن معدودے چند علماء کے اقوال کی سند پر فریق مدعی کے گواہوں نے ہمیں کافر قرار دیا ہے۔ اُنکے طرزِ افتاء کے متعلق کچھ بیان کروں۔ سو واضح رہے کہ گواہان مدعیہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کا فتوے کسی مسلمان پر اُسی وقت لگایا جا سکتا ہے جب وہ ضروریات دین کا انکار کرے۔

اسلیے اب میں ذیل میں چند ان امور کا ذکر کرتا ہوں جنکی بناء پر علماء نے لوگوں کو کافر و مرتد ٹھہرایا ہے اور انھوں نے ان امور کو ضروریات دین میں سے سمجھا ہے اور ان کے منکر کو کافر و مرتد لکھا ہے:۔

(۱) اگر کوئی کہے میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا تو وہ کافر ہے۔
(۲) اگر کہے کہ معدوم شے اللہ کو معلوم نہیں تو کافر۔
(۳) اگر کہے کہ میں جنوں سے معلوم کر کے خبر دیتا ہوں تو کافر۔
(۴) اگر کہے مجھے معلوم نہیں کہ آدم علیہ السلام نبی تھے یا نہیں تو کافر۔
(۵) اگر کہے کہ انبیاء نے نبوۃ کیحالت میں اور اس سے قبل عصیان نہیں کیا تو کافر۔
(۶) اگر کہے کہ فلاں نبی ہو تو میں اُس پر ایمان نہیں لاؤنگا تو کافر ہوگا۔
(۷) اگر کوئی رسالت کا جھوٹا دعوےٰ کرے تو اس سے معجزہ طلب کرنے والا کافر ہوگا۔
(۸) اگر کسی کو کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کدّو کو پسند کرتے تھے اور وہ کہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تو کافر۔
(۹) اگر حضرت ابوبکر صدیق کی امامت کا انکار کرے تو کافر۔

(۱۰) اگر حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے تو کافر۔ (۱۱) یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے
جنّت دے تو مجھے اسکی خواہش نہیں تو لیلے تو کافر۔(۱۲) یا کہے بیں فلاں کے ساتھ داخل
نہیں ہونگا تو کافر۔(۱۳) اگر کہے ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے تو کافر۔(۱۴) اگر کہے کہ
میرا تجھے دیکھنا ایسا ہے جیسے ملک الموت کو تو کافر ہوگا بعض کے نزدیک۔ (۱۵)
اگر عمداً نماز کو بغیر نیت قضاء کے چھوڑے تو کافر۔ (۱۶) اگر مشرکین کی عید میں اُن کی
تعظیم کے لئے شامل ہو تو کافر۔(۱۷) اگر حرام کھاتے یا حرام فعل کرتے وقت بسم اللہ
پڑھے تو کافر لیکن فارغ ہونے پر اگر الحمد للہ کہے تو بعض کے نزدیک کافر۔ اختلاف
ہے۔(۱۸) اگر کوئی مسلمان تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے کیلئے حرام کو حلال کہدے
تو کافر نہیں ہوگا۔(۱۹) اگر کوئی عورت کفر کا کلمہ اس غرض سے بولے کہ اپنے خاوند پر
حرام ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے گی۔ (۲۰) اور یہ کہنے سے کہ میں کافر ہو جاؤنگی تاکہ
اپنے خاوند سے خلاصی پاؤں۔ کافر ہو جائے گی۔ (۲۱) جس نے دن کی ایک گھڑی یا پورے
دن کے کفر کا قصد کیا تو وہ تمام عمر کا فر شمار کیا جائے گا۔(۲۲) اگر کسی ذمی کی ٹوپی اپنے سر
پر رکھے اور اس سے اسکی غرض گرمی۔ سردی دُور کرنا نہ ہو تو کافر۔ (۲۳) اگر کوئی ٹیچر یا
ماسٹر کہے کہ یہود (یعنی غیر مسلم ہندو وغیرہ) مسلمانوں سے بہت اچھے ہیں کیونکہ وہ اپنے
لڑکوں کے استادوں کا حق ادا کرتے ہیں تو کافر۔(۲۴) اگر کہے کہ عیسائیت مجوسیت
سے اچھی ہے تو کافر۔(۲۵) اگر کہے عیسائیت یہودیت سے اچھی ہے تو کافر۔(۲۶) اگر
کوئی کہے مجھے اپنی زندگی کی قسم تو اسپر کفر کا خوف کیا جاتا ہے۔(۲۷) اگر کوئی حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہے تو وہ مرتد ہوگا۔ اور فقہ کی کتاب خلاصہ اور بزازیہ میں
تصریح کی گئی ہے کہ جو رافضی اور شیعہ ان دونوں کے حق میں طعن کرے اور بُرا کہے تو وہ
کافر ہے۔ اور کتاب جوہرہ میں لکھا ہے کہ ایسا شیعہ کافر اور واجب القتل ہے۔ اور صدر شہید
نے کہا ہے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی بلکہ ہم اسے قتل کرینگے۔ اور فقیہہ قاضی
ابولیث سمرقندی اور ابونصر دبوسی کا بھی یہی مذہب ہے کہ شیخین کو بُرا کہنے والا شیعہ
قتل کیا جائے اور فتوٰی کے لئے یہی مختار اور پسندیدہ بات ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۲
(۲۸) اگر کوئی کافر کی تبجیل کرے مثلاً ذمی پر تبجیلاً سلام کرے تو کافر ہوگا۔ (۲۹)
اگر کوئی اپنے غیر مسلم اُستاد کو (یعنی مجوسی یا ہندو۔ وعیسائی ماسٹر کو) عزت کے طور پر

استاذی یعنے اے [illegible]یرے اُستاد کہدے تو کافر ہو جائے گا۔ جیسا کہ صلاۃ ظہیر یہ میں ہے (۳۰) علم اور علماء [illegible]ے ہنسی کرنا کفر ہے (۳۱) اگر موزوں پر مسح کرنے کا انکار کیا تو کافر۔ (۳۲) اگر کوئی بیماری اور سفر میں تیمم حق نہ سمجھے تو قتل کیا جائے گا۔ (۳۳) اگر کوئی بوجہ شہوت محبت کہے کہ مجھے اپنی بیوی خدا سے زیادہ پیاری ہے تو کافر نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ایسا اطاعت و فرمانبرداری کے لحاظ سے کہے تو کافر ہوگا۔ (الاشباہ و النظائر مع شرحہ الحموی کتاب السیر والردۃ مطبع مصطفائی ص۱۷۵ تا ۱۷۹

(۳۴) اگر کسی کافر نے ایک مسلمان سے کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کر۔ اس نے کہا فلاں مولوی کے پاس جا تو کافر ہو گیا۔ (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۴) (۳۵) اگر کسی مسلمان سے کہا گیا کہ کیا تو مومن ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں تو کافر ہو گیا۔ اسی طرح ایک ایسے شخص کے متعلق جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس کا قتل جائز ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں تو وہ کافر ہو گیا۔ صفحہ ۱۶۴۔ (۳۶) جس نے کسی عالم سے بغیر سبب ظاہری کے بغض رکھا وہ کافر ہے۔ (۳۷) استخفاف علماء بالاتفاق علماء کفر ہے۔ صفحہ ۱۵۶۔ (۳۸) جس مسلمان نے (بطور ڈرامہ) اپنے آپکو معلم اور استاد بنایا۔ اور پھر ہاتھ میں سونٹا لیکر بچوں کو مارا تو وہ کافر ہو گیا۔ (۳۹) اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کہا چلو فلاں مجلس وعظ میں چلیں۔ اس نے کہا جو باتیں وہاں مولوی صاحب بتاتے ہیں اُنپر کون عمل کر سکتا ہے یا کہا مجھے ایسی مجلس سے کیا تعلق۔ تو کافر ہو گیا۔ (۴۰) اگر کسی نے کسی کو کہا تو مجلس وعظ میں نہ جا اگر جائے گا تو تیری بیوی تجھ پر حرام ہو جائے گی یا اُسے طلاق ہو جائیگی۔ اگر ہنسی کے طور پر ایسا کہا تو کافر ہو گیا۔ (۴۱) اگر کسی عورت نے کسی عالم خاوند پر لعنت کی تو کافر ہو گئی۔ (۴۲) جس نے کسی عالم کو عویلم (یعنی چھوٹے مولوی صاحب یا مولوی شولوی) کہدیا تو کافر ہو گیا۔ ص۱۵۷۔ (۴۳) جو شراب پینے وقت بسم اللہ کہے کافر ہو جائیگا۔ ص۱۵۳ (۴۴) کسی نے کسی دوسرے سے کہا خدا کے واسطے یہ کام کر اس نے کہا نہیں کرتا تو کافر ہو گیا۔ ص۱۴۷

البحر الرائق کے مصنف نے ان کلمات کے ذکر کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ فتووں میں تکفیر کے جو معروف الفاظ وارد ہوئے ہیں وہ حقیقتاً اسلام سے ارتداد کا موجب ہیں اور

بزازیہ میں لکھا ہے کہ جو اِن کلمات کو صرف تخویف و تھویل پر محمول کرتا ہے۔ اور کفر کا موجب نہیں سمجھتا۔ اس کا قول لغو اور باطل ہے۔ دیکھو البحر الرائق جلد ۵ ص ۱۲۱

اب مندرجہ بالا فتووں کی رو سے لازم آتا ہے کہ جن مقدس اور افضل ترین بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے وہ سب کافر ہوں۔ نعوذ باللہ جیسے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملاحظہ ہو۔ امام شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر جلد ا ص ۱۶۳ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ اَمْرَدَ الخ یعنی میں نے اپنے رب کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا جسکے بال کان کی لَو تک تھے اور اسکے پاؤں میں سونے کی جوتی تھی۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح ع۱۰۹ اور ۲۷ کی رُو سے تمام شیعہ کافر اور واجب القتل ٹھیرتے ہیں جنکی توبہ بھی قبول نہیں اور ع۱۱ کے ماتحت تمام وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو اکثر کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے بھی جانا ہے تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہیئے۔ ع۱۶ کی رو سے تمام وہ مسلمان جو سرکاری دفاتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو اور عیسائی افسران کو تحائف دیتے ہیں کافر ہیں۔ ع۱۹ و ۲۰ کے لحاظ سے ان عورتوں کے لئے جو اپنے خاوندوں کی بدسلوکی کے باعث تنگ ہیں اور اُنکے عقد نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب بتائی گئی ہے کہ اگر اُن میں سے کوئی عورت یہ کہدے کہ میں کافر ہوتی ہوں تو معاً کافر ہو جائے گی۔ اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔

ع۲۲ کی رُو سے وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں کافر ہیں۔ ع۲۸ کی رُو سے وہ مسلمان جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں کافر ہیں۔ اور ع۲۹ کی رو سے سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی اُستادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں کافر ہوئے۔

ع۳۰ کی رو سے ہزار ہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر جنہیں یہ مولوی لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں۔ ہنستے ہیں کافر ہوئے۔

ع۴۵ کی رو سے وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اسکے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہو گئے۔

۳۶-۳۷-۳۸ کی رو سے تمام وہ نو تعلیم یافتہ مسلمان جو مولویوں سے متنفر ہیں کافر ہوئے اور اُن کے نکاح فسخ ہو گئے۔

۴۴ کی رو سے تو روزانہ صدہا مسلمان کافر بنتے ہیں۔ کیونکہ بازاروں میں اور گلی کوچوں میں بھیک مانگنے والے فقیر بےشمار ہیں۔ جنکی تعداد میں خدا کا واسطہ دیکر مانگتے ہیں اور کہتے ہیں خدا کے واسطے فلاں کام کردو۔ یا فلاں چیز دیدو۔ لیکن بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں مسلمان ایسے ہیں جو انھیں دھتکارتے اور گالیاں دیتے ہیں اسی طرح سینکڑوں یار دوست۔ عزیز و آشنا آپس میں ایک دوسرے کو خدا کا واسطہ دیکر کام کرانا چاہتے ہیں لیکن دوسرا نہیں کرتا۔ پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جا سکتا ہے تو مذکورہ بالا فتاوٰی کے ماتحت تمام مسلمان کافر ہیں۔ اور انکے نکاح فسخ۔ اور اولاد ولد الحرام ہے۔ اور اس قسم کے لوگ اس ریاست میں بھی ہیں اور ریاست سے باہر بھی موجود ہیں۔

مفسّرین میں اختلاف

چونکہ شاہدین فریق مخالف نے اپنے بیانوں میں مفسرین کے اقوال سے بھی استنباط کیا ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مفسّرین کے متعلق بھی کچھ ذکر کردیا جائے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من و عن تسلیم کرلیا جائے اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے ماتحت لکھ گئے ہیں اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رائے لکھی ہے کہ " تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین " یعنی متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردّی دونوں باتوں سے پُر ہیں۔ اسلئے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور اور تدبّر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اسکو اختیار کرلیں۔

میں اسوقت مشتے نمونہ از خروارے چند اختلافات کا ذکر کرتا ہوں جو ان مفسّرین

نے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں کئے ہیں ؛
اول خطیب شربینی نے اپنی تفسیر میں آیت جَعَلَهٗ دَكًّا کے متعلق لکھا ہے
کہ ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اسکو مٹی بنا دیا۔ اور سفیان نے کہا وہ پہاڑ زمین میں دھس
گیا یہاں تک کہ سمندر کی تہ میں چلا گیا۔ اور اس میں ابھی جا رہا ہے۔ اور امام کلبی نے
کہا کہ وہ منتفرق چھوٹے پہاڑوں کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ علامہ بغوی نے بعض
تفاسیر کا حوالہ دیکر کہا ہے کہ وہ اپنی عظمت و شان کی وجہ سے منتفرق چھ پہاڑ بنگیا
تین مدینہ منورہ میں جا پڑے اور وہ اُحُد۔ ورقان۔ اور رضوی ہیں۔ اور تین ان میں
سے مکہ مکرمہ میں واقع ہیں۔ اور وہ۔ ثور۔ ثبیر۔ اور حرا ہیں۔ (تفسیر خازن ص۵۲ و ص۵۳ جلد۲
سراج منیر ص۴۹۳ جلد۱۔
اسی طرح آیت خَرَّ مُوسٰى صَعِقًا الخ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بیہوشی
کی حالت میں پڑے ہوئے تھے تو انکے پاس سے ملائکہ گذرے جو اپنے پاؤں سے انھیں
ٹھوکریں مار کر کہتے تھے کہ اے حیض والی عورتوں کے بیٹے اَطَمِعْتَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّ الْعِزَّةِ
کہ کیا تو نے خدا تعالیٰ کے دیکھنے کی طمع کی تھی (تفسیر خازن ص۵۳ جلد۲۔ سراج منیر ص۴۹۳ جلد۱)
(۲) خطیب شربینی نے آیت قٓ۔ والقرآن المجید کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ
ابن عباسؓ نے فرمایا ق سے مراد قسم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورۃ کا نام یا قرآن کا نام ہے اور
امام قرطبی نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام قادر و قدیر اور قاہر و قریب کی کنجی ہے۔ اور عکرمہ
اور ضحاک نے کہا ایک پہاڑ ہے جو تمام زمین پر محیط ہے اور وہ سبز زمرد کا بنا ہوا ہے۔ اور
آسمان میں جو سبزی سی نظر آتی ہے اسی کا عکس ہے۔ اور آسمان اسپر خیمہ کی طرح تنا ہوا ہے
اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اُس حجاب کے پیچھے ایک سال کی مسافت پر واقع ہے جسکے ورے
سورج غروب ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اسکی جڑیں اس چٹان سے ملی ہوئی ہیں جسپر زمین ہے
اور آسمان اسپر قبہ کی شکل میں ہے۔ امام رازی نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے
کہ یہ حروف سامع کو ہوشیار کرنے کے لئے ہیں۔ (سراج منیر ص۴۷۳ و ۴۷۴ جلد۴)
(۳) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا الخ کی تفسیر میں لکھا ہے امام بغوی نے کہا کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کا قصد یہ تھا جو ابن عباس سے مروی ہے قال حل الهميان وجلس
منها مجلس الخائن (درمنثور جلد۴ ص۱۳ و ابن جریر جلد۱۲ ص۱۰۹ تفسیر خازن جلد۳ ص۱۲ کہ

انھوں نے اُس عورت کا کمر بند کھولا - اور اسکے رانّن پر بیٹھ گئے - اور مجاہد نے کہا - حَلَّ سَرَاوِیلَہٗ وَ جَعَلَ یُعَالِجُ ثِیَابَہٗ کہ حضرت یوسف نے اپنا پائجامہ کھول دیا اور کپڑے درست کرنے لگے اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے - انہی میں سے سعید ابن جبیر مشہور تابعی اور حسن ہیں - تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ تفسیر ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۹) اور ضحاک نے کہا کہ وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اپنے ایک ہاتھ سے حضرت یوسف کی گردن - اور دوسرے ہاتھ سے اس عورت کی گردن پکڑ کر دونوں کو جمع کر دیا - (تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ و سراج منیر)

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کے متعلق امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں آیت مَادَلَّھُمْ عَلٰی مَوْتِہٖ الخ اور دابۃ الارض کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت سلیمان سارا دن اور ساری رات خدا کی عبادت کرتے تھے اور بعض دفعہ اس سے بھی زائد - ان کا ایک سونٹا تھا جس پر خدا کے سامنے کھڑے ہو کر ٹیک لگایا کرتے تھے - ایک دن حسب معمول کھڑے ہوئے عبادت کر رہے تھے کہ اچانک فوت ہو گئے لیکن اہالیانِ لشکر کو آپ کا فوت ہونا معلوم نہ ہوا اور تمام فوجی سپاہی اور لشکری اسی خیال میں رہے کہ آپ عبادت میں مصروف ہیں حتّٰی کہ کئی مہینے گذر گئے - (تفسیر کبیر مصری جلد ۷ صفحہ ۱۱)

اور تفسیر جلالین میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان متواتر ایک سال تک مُردہ ہونے کی حالت میں سونٹے کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے رہے - اور وہ جن کہ جن سے سخت کام لئے جاتے تھے آپکے فوت ہونے کو نہ جان سکے یہاں تک کہ دیمک نے سونٹے کو کھا لیا جسکی وجہ سے حضرت سلیمان گر پڑے تب لوگوں کو آپ کے فوت ہونے کا علم ہوا -

اب اہل بصیرت قرآنی آیت کی اس تفسیر پر غور کریں کہ کیا عقل اسے تسلیم کرتی ہے اور کیا قرآن مجید جیسی بزرگ اور مکمل کتاب کے ایسی باتیں شایان شان ہیں؟ حالانکہ حضرت سلیمان عظیم الشان نبی ہونے کے علاوہ ایک زبردست بادشاہ بھی تھے اور سلطنت کے اہم امور آپکے ہاتھوں سے طے ہوتے تھے - آپ کی کئی بیویاں بھی تھیں لیکن تعجب ہے کہ آپ متواتر ایک سال تک مُردگی کی حالت میں کھڑے رہے - اور کسی کو پتہ نہ چلا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں

(۵) خطیب شربینی نے آیت وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا کی تفسیر میں لکھا ہے - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رُوح سے مراد نبوت ہے اور حسن نے کہا رُوح سے مراد رحمت ہے - اور امام سُدّی نے کہا اس سے مراد وحی ہے اور کلبی نے کہا کتاب ہے

اور ربیع نے کہا روح سے مُراد جبریل ہے اور مالک ابن دینارؒ نے کہا اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ (ص۵۱۹ جلد ۳ سراج منیر)

(۷) آیت قیل لها ادخلی الصرح کے متعلق تفسیر جلالین و سراج منیر میں لکھا ہے کہ اُس محل کی سطح سفید شفاف شیشہ کی تھی۔ جسکے نیچے پانی جاری تھا۔ اور اس میں ایک مچھلی بھی تھی۔ اور حضرت سلیمان نے یہ محل صرف اسلئے بنایا تھا۔ کہ ملکہ سبا بلقیس کے پاؤں دیکھیں کیونکہ شیاطین نے آپکو خبر دی تھی کہ ملکہ سبا کے پاؤں گدھے کے پاؤں کیطرح ہیں اور اسکی پنڈلیوں پر بہت سے بال ہیں۔ اسلئے آپنے چاہا کہ اسکی پنڈلیاں دیکھیں۔ آگے لکھا ہے کہ جب بلقیس اس محل میں داخل ہوئی تو اس نے اسے گہرا پانی خیال کیا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اُٹھایا تاکہ پانی میں پاؤں ڈالے۔ تو حضرت سلیمان نے جو وہاں کھڑے ہوئے تھے دیکھا کہ اسکی پنڈلیاں اور پاؤں دوسرے لوگوں کی نسبت بدرجہا خوبصورت ہیں۔ اسپر آپنے پُکار کر کہا انہ صرح ممرد من قواریر۔ کہ اے ملکہ یہ محل تو شیشوں کا بنا ہوا ہے وغیرہ (ص۳۱۹ جلالین)

اب اہل علم غور کریں کہ کیا اس قسم کی کھیل تماشے کی باتیں خدا کے ایک نبی کے شایان شان ہیں؟ خدا کا ایک بزرگ نبی جو لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے آیا تھا وہ صرف اسلئے ایک عظیم الشان محل بناتا ہے کہ ایک نامحرم معزز عورت کی پنڈلیاں دیکھے۔ حالانکہ اگر پنڈلیاں ہی دیکھنا مقصود تھا۔ تو کسی عورت کے ذریعہ سے بھی معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ دیکھکر آپکو بتا دیتی اتنے بڑے محل بنانیکی کیا ضرورت تھی پھر اگر اس تفسیر کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بتاؤ اس سے دنیا کا کونسا عقدہ حل ہوا۔ اور بلحاظ روحانیت اس نے کیا فائدہ پہنچایا۔ اور اس کا ماقبل اور مابعد کی آیتوں سے ارتباط کیا ہوا۔

پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بُنیاد رکھنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ خود ان میں سے بعض بلند پایہ اور مقتدر آئمہ نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے۔ چنانچہ شیخ الهند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے آئمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اقوال اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں درج کئے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب فتوٰی دیتے تو فرماتے کہ یہ رائے نعمان بن ثابت کی ہے۔ اور جو کچھ ہم اپنی تحقیق سے اب تک معلوم کر سکے ہیں اس کے

لحاظ سے یہ سب سے اَحسن ہے فمن جاء باحسن منه فهو اولی بالصواب
کہ جو شخص اس سے زیادہ اچھی بات معلوم کرے تو وہ درست ہونے کی زیادہ مستحق
ہے۔ (ص ۱۵۷ جزو اوّل)

حافظ ابن عبد البر نے کتاب العلم میں امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ انما انا
بشر اُخطی و اُصیب کہ میں ایک انسان ہوں مجھ سے بھول چوک ہوتی ہے پس میری
رائے اور فتوٰی میں غور کرو۔ اور جو قرآن اور سنّت کے موافق ہو۔ اُسے لے لو۔ اور
جو مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔

حضرت امام شافعی نے ایک دن مزنی سے کہا اے ابراہیم تو میری ہر بات
میں تقلید نہ کر تو خود بھی غور کیا کر۔ کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۷ جزو اوّل)

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا لا تقلّدنی کہ تو نہ میری تقلید کر نہ امام مالک
اور اوزاعی و نخعی کی۔ اور تو احکام کتاب و سنت سے لے جہاں سے انھوں نے لئے
ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۷ جزو اوّل۔

الغرض اپنے علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے جس کا مردود و
مطرود ہونا اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید میں کفار و مشرکین سے
حکایت کیا ہے کہ وہ اپنے احبار و رہبان کی اندھی تقلید کرتے ہیں اور خود غور و فکر
نہیں کرتے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء اپنے محدود علم اور اپنے ماحول
کے اثر کے ماتحت جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں۔ ہم آنکھ بند کر کے اُس پر
ایمان لے آئیں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ اُن کے فتاوٰی اور اقوال کو ہم کتاب اللہ
اور سنت رسول اللہ صلعم اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن و سنّت سے
صحیح ثابت ہو اُسے اختیار کریں۔ اور مخالف کو چھوڑ دیں۔ اور اُمت کے ان مقتدر
علماء اور آئمہ کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ انھوں نے اپنی نیک نیتی سے جو
باتیں موافق و مخالف پائیں یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچا دیں جس کے لئے وہ
تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں جزائے خیر
دے۔ آمین +

گواہانِ فریقِ مخالف کی پیشکردہ وجوہِ تکفیر

اور اُن کا ردّ

فریقِ ثانی کے گواہوں نے جو وجوہِ تکفیر بیان کی ہیں۔ وہ یہ ہیں :-

اوّل۔ حضرت مرزا صاحب کا اپنے لئے نزولِ وحی کا دعویٰ کرنا۔

دوم۔ ختمِ نبوت کا انکار۔ اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے آپ کو تشریعی نبوت کا مدعی سمجھنا۔ اور احکامِ شریعت میں تغیّر و تبدل کرنا۔

سوم۔ حشرِ اجساد اور نفخِ صور کا انکار۔

چہارم۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین۔

پنجم۔ تمام مسلمانوں پر جو ان کو نہیں مانتے کُفر کا فتویٰ۔

یہ پانچ وجوہِ تکفیر ہیں۔ جو گواہانِ مدعی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو کافر ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہیں۔ بقیہ امور انہی کے ضمن میں آجاتے ہیں اب میں بفضلہٖ تعالیٰ ترتیب وار ان پر بحث کرتا ہوں۔ اور بتاتا ہوں۔ کہ گواہوں نے کس قدر ناحق کوشی اور تعصب سے کام لیا ہے۔ اور حق پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔

پس واضح ہو۔ کہ گواہ نمبر ۲ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے۔ کہ ادّعارِ وحی کفر ہے۔ اور گواہ نمبر ۳ نے کہا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے اور خواہ نبوت کا مدعی بھی نہ ہو۔ تب بھی کافر ہے۔ اور وحی کی تعریف گواہ نمبر ۳ نے یہ کی ہے۔ "وحی یہ ہے کہ فرشتہ کو بھیجا جائے۔ کہ فلاں کو جاکر یہ کہدو"۔ اور پھر کہا ہے۔ کہ بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور غیروں کے لئے کشف۔ الہام یا وحی لُغوی ہوسکتی ہے وغیرہ۔

(۱)

کیا وحی صرف پیغمبروں کیساتھ مخصوص ہے؟

پہلی دلیل اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ (شوریٰ ع ۵) کہ کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کسی قاصد کو (یعنی فرشتہ کو) جو اُسے وحی کرے خدا کے حکم سے جو خدا چاہے۔ دیکھئے اس آئت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طریق سے کلام کرتا ہے۔ اور غیر پیغمبر سے نہیں کرتا۔ بلکہ آئت میں بشر کا لفظ رکھا ہے جسمیں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ سورہ قصص رکوع اول میں فرماتا ہے۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْہِ فَاَلْقِیْہِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (القصص ع ۱) کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی کہ تو موسیٰ کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس کی نسبت خوف لاحق ہو۔ تو اسے دریا میں پھینک دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا۔ کیونکہ ہم اسے پھر تیرے پاس لے آئینگے۔ اور ہم اسے پیغمبر بنانیوالے ہیں۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ کی والدہ محترمہ کی طرف وحی آنے کا خود اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ جو بالاتفاق پیغمبر اور نبی نہیں تھیں۔ پس اگر وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوتی۔ جیسا کہ علماء دیوبند نے کہا ہے۔ تو اُم موسیٰ پر ہرگز خدا کیطرف سے وحی نازل نہ ہوتی:۔

تیسری دلیل سورۂ مریم کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْہَا رُوْحَنَا۔ کہ ہم نے حضرت مریم کی طرف جبرائیل کو بھیجا۔ اسی طرح فرمایا۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ۔ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔ (آل عمران ع ۵) کہ جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا ہے۔ اور تیری تطہیر کی ہے۔ اور دنیا جہان کی عورتوں پر تجھے مصطفائی عطا کی ہے۔ تو اے مریم تو اپنے رب کی مطیع و فرمانبردار رہ۔ وغیرہ

پھر فرمایا۔ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْہًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ (آل عمران ع ۵)

کہ جب فرشتوں نے مریم سے کہا اے مریم اللہ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ اور وہ دنیا اور آخرت میں وجیہہ اور مقرب ہوگا۔

چوتھی دلیل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قلنا یاذا القرنین اِمّا ان تعذب واِمّا ان تتخذ فیہم حسنا (کہف ع ۱۱) یعنی ہم نے کہا اے ذوالقرنین اگر تو چاہے۔ تو ان لوگوں کو عذاب دے یا ان کے بارہ میں حسن سلوک کا طریق اختیار کر۔

ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ جیساکہ مذکور ہوا۔

(۲) جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ اُنہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہمکلام ہوتا ہے۔ جیساکہ آیت ۱ سے ظاہر ہے۔

(۳) فرشتوں کا نزول حضرات انبیاء سے خاص نہیں جیساکہ آیت ۴-۵ سے ظاہر ہے۔

(۴) بعض وقت غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہو جاتی ہے۔ جس میں امر و نہی ہوتے ہیں جیساکہ آیت نمبر ۴ سے ظاہر ہے۔

(۵) غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جیساکہ آیت ۲-۳ سے ظاہر ہے۔

(۳)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی مسدود ہے؟

فریق مخالف کے گواہوں نے کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ لیکن انہوں نے اسکی قرآن مجید یا حدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں صرف گواہ ۱۴ نے آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک پیش کر کے کہا ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہونی ہوتی۔ تو اس کا اس آیت میں ضرور ذکر کیا جاتا۔ چونکہ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہو سکتی۔ ہماری طرف سے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے

کہ اس آیت میں تشریعی وحی کا ذکر ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جو آپ کی شریعت کی ناسخ ہو منقطع تھی۔ اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ اسی قسم کی ایک دوسری آیت ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک کی تفسیر میں علماء متقدمین نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی بحوالہ فتوحات مکیہ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں:-

"انہ لم یجیٔ لنا خبر الٰھی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی تشریع ابدا۔ انما لنا وحی الالہام قال تعالیٰ ولقد اوحي الیک والی الذین من قبلک"

کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر الٰہی نہیں آئی جس سے معلوم ہو۔ کہ آنحضرت کے بعد وحی تشریعی ہوگی۔ بلکہ اب وحی الہام ہوگی جیسا کہ آیت ولقد اوحي الیک سے ظاہر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ تمام اکابر علماء سلف وغیرہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی۔ اور حدیث میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔ علامہ ابن حجر الہیثمی سے جب پوچھا گیا۔ کہ کیا آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے۔ تو ان پر وحی ہوگی۔ تو انہوں نے کہا۔ "نعم یوحی الیہ علیہ السلام" کہ ان کی طرف وحی ہوگی جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۶۵)

تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ مسیح موعود کی آمد کو تسلیم کرے۔ اور اُن پر جو وحی ہوگی۔ اُسے خدا کی طرف سے یقین کرے۔ پس یہ آیت غیر تشریعی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی:

(۳)

قرآن مجید سے بقاء وحی پر دلائل

اب میں قرآن مجید سے ثابت کرتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہوا

اس کی ایک عقلی دلیل جس کو خداوند تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے یہ ہے۔ کہ ایسا خدا جو اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا۔ اور ان کی بات کا جواب نہیں دیتا۔ کسی طرح معبود کہلانے کے لائق نہیں ہے۔ خدا کی ہستی ثابت کرنے کے لئے نہایت قوی دلیل جو یقین کامل تک پہنچاتی ہے۔ وہ خدا کا کلام کرنا ہی ہے۔ جس سے ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ ایک زندہ خدا موجود ہے۔ جو اپنے بندوں کی پکار سُنتا اور جواب دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے۔

پہلی دلیل

(۱) الم یروا انه لا یکلمهم ولا یهدیهم سبیلا (پارہ ۹ ع ۹) (۲) افلا یرون الا یرجع الیهم قولا (پارہ ۱۶ ع ۱۳) یعنی یہ مشرک لوگ اس بات کی طرف نہیں دیکھتے۔ کہ جس کو انہوں نے اپنا خدا اور معبود بنایا ہے۔ وہ نہ ان سے کوئی کلام کرتا ہے۔ اور نہ انہیں تاریکی میں ہدایت دیتا ہے۔ یقیناً ایسی ہستی کو خدا بنانے والے بڑے ظالم اور بے انصاف ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا۔ کہ بچھڑے کو معبود بنانیوالے اتنا غور نہیں کرتے۔ کہ وہ ان کا جواب نہیں دیتا۔ ان آیات سے ثابت ہوا۔ کہ بندوں سے کلام کرنا خدا کے لئے ضروری ہے۔ پس کیونکر مان لیا جائے۔ کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کا اتارنے والا خدا جو بچھڑے کی معبودیت اور الوہیت کا ابطال اس کے عدم تکلم کی وجہ سے کرتا ہے۔ خود اپنے پیارے بندوں سے بچھڑے والا سلوک کرے۔ حاشا وکلا

دُوسری دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دیتا وہ معبود ہونے کے لائق نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ومن اضل ممن یدعوا من دون الله من لا یستجیب له الی یوم القیامة وهم عن دعائهم غافلون۔ (سورۂ احقاف ع ۱) کہ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے۔ جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکیں۔ جواب دینا تو درکنار وہ تو اسکی پکار سے بھی بیخبر محض ہیں۔

اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ کہ خالق دوجہان خدا اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ ہاں جھوٹے خدا اور معبودانِ باطل اپنے بندوں کی پکار نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔ اب اگر سچے خدا کی نسبت بھی یہی تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی نہ کسی کو جواب دیتا ہے نہ کسی کی پکار سنتا ہے۔ تو اُس میں اور معبودانِ باطل میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اور مخالفین اسی دلیل کو قرآن کے خلاف پیش کر سکتے ہیں ؏

تیسری دلیل

خلاقِ عالم فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ع) کہ اے رسول تم ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم خدا سے واقعی محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو خدا تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اب یہ بدیہی بات ہے کہ محب اپنے محبوب سے ہمکلام ہو۔ اور اس کی باتیں سُنے۔ اور اپنی کہے۔ ورنہ عدم کلام اور ترکِ سخن نقضِ محبت پر دلیل ہوگا۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود اپنے کلامِ پاک میں فرماتا ہے اخسئوا فیہا ولا تکلمون (المومنون ع) دوسری جگہ فرمایا اولٓئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار ولا یکلمہم اللہ یوم القیامۃ (سیقول ع ۵) کہ اللہ تعالیٰ جہنمی اور دوزخی لوگوں سے کلام نہیں کریگا۔ اور انہیں فرمائے گا۔ جاؤ ذلیلو مجھ سے کلام مت کرو۔

پس ثابت ہوا۔ کہ کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ لہذا خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھکر مہربان ہے۔ ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ جب پہلے وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا۔ تو اب نہ کرے۔ پھر یہ بھی واضح رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے۔ وہ اس کا متکلّم ہونا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اب قیامت کے دن تک اس صفت کا تعطّل مان لیا جائے۔ اور کہا جائے۔ کہ اس کی صفت تکلّم اب زائل ہو چکی ہے۔ معاذ اللہ۔ اگر اس صفت کا تعطّل مان لیا جائے۔ تو اس کا سمیع ہونا کیونکر معلوم ہوگا۔ کہنے والے یہ بھی کہہ دیں گے۔ کہ وہ پہلے سمیع تھا۔ اب نہیں ؎

چوتھی دلیل

اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ و بکار اور گریہ و زاری کرتے ہوئے بیقراری کی حالت میں جائے۔ مگر محبوب نہ دروازہ کھولے اور نہ اندر سے کوئی آواز دے۔ تو یقیناً وہ عاشق ناامید ہو کر لوٹے گا۔ اور خیال کریگا۔ کہ یا تو میرا محبوب مر چکا ہے۔ یا پھر مجھے دھوکا دیا گیا ہے۔

پس اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اُس کے وراء الوراء اور لطیف ہونیکے ہم نہیں کر سکتے۔ اگر گفتار سے بھی وہ اپنے عشاق کو تسلی نہیں دیتا۔ تو بتلاؤ اس کے عشاق کب تک صبر کریں گے۔ آخر ایک دن ناامید ہو کر اُسے چھوڑ دیں گے۔

تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے محروم سمجھے۔ اسے کبھی اپنے عشق کا محل نہیں ٹھیراتا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہمکلام ہونے کے لئے اپنے دل میں ازحد تڑپ رکھتا ہے۔ اور اس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آب حیات سمجھتا ہے ؎

عشق مے خواہد کلام یار را
رو بپرس از عاشق ایں اسرار را

پس وہ علیم وخبیر ہستی اور دانائے راز خدا جو انسان کے اندر احساسات وجذبات کا پیدا کرنے والا ہے۔ کس طرح اپنے عشاق کو اپنی ہمکلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اسی لئے اس نے فرمایا اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ (البقرۃ ع ۲۳) کہ اے رسول جب اضطرار وبیقراری کی حالت میں تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں۔ تو تُو انہیں کہدے۔ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں :

پانچویں دلیل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ (حم سجدہ ع ۴) کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر انہوں نے استقامت اختیار کی (یعنی مصائب اور ابتلاء کے وقت ایمان پر ثابت قدم رہے۔) ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جو انہیں خوشخبری دیتے ہیں۔

چھٹی دلیل (۱) رفیع الدرجٰت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق (سورہ مومن ع ۲) (۲) ینزل الملائکۃ بالروح علی من یشاء من عبادہ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون (پارہ ۱۴ ع ۱) یعنی اللہ تو درجوں کا بلند کرنیوالا تخت حکومت کا مالک اپنا کلام اپنے بندوں سے جسے قابل سمجھتا ہے اس پر نازل کرتا ہے۔ تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ (۲) اللہ اپنا کلام دیکر فرشتوں کو اتارتا رہتا ہے جنہیں وہ اپنے بندوں میں سے قابل سمجھتا ہے۔ اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جو خدا کا پیغام دیتے ہیں۔ کہ تم لوگوں کو ڈراؤ۔ اور بات یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ رُوح کے معنی وحی کے ہیں۔ جیساکہ تفسیر جلالین میں بھی لکھا ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ازمنہ سابقہ میں اپنی وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ اسی

طرح آئندہ بھی کرے گا۔ کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہونا۔ اور ضرورت انذار قرار دیا گیا ہے۔ پس جبکہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہے اس میں تغیر نہیں آیا۔ اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مردہ ہو چکے ہیں۔ اور انذار کی ضرورت ہے۔ تو پھر وحی کا انقطاع کس طرح مان لیا جائے :

ساتویں دلیل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران ع) کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے اور اتمام نعمت بھی اس پر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اتممت علیکم نعمتی (مائدہ ع) اور دعا بھی خدا نے خود سکھلائی کہ صراط الذین انعمت علیھم کہ اے خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے راستہ پر چلا۔ تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ امت محمدیہ سب امتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات الٰہیہ سے محروم ہو۔ پہلی امتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا۔ اور ان پر فرشتے نازل ہوئے لیکن امت محمدیہ کے بڑے سے بڑے مرد کو بھی یہ درجہ اور انعام نہ ملا۔ پس اگر امت مرحومہ پر وحی آلہی کا دروازہ بند ہے۔ اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا۔ تو پھر یہ خیر الامم نہیں بلکہ شر الامم ہوئی۔ لیکن علماء ظواہر کی یہ غلطی ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہو کر آئے تھے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا۔ اور تمام امت کو اپنے ہمکلامی کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا۔ انا للہ۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ اور اس کا پاک رسول۔ اور اولیاء امت پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ فیضان الٰہی امت محمدیہ پر بند نہیں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر۔ (بخاری مناقب عمر) کہ تم سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ (بہت) ہوئے ہیں۔ کہ باوجود اس کے کہ وہ نبی نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ میری امت میں ایسے لوگوں میں سے ایک عمرؓ ہیں۔ دوسری روائت میں محدث کا لفظ ہے اور طبرانی میں ہے۔ قالو یا رسول اللہ کیف محدث قال تتکلم الملائکۃ علی لسانہ اسنادہ حسن (تاریخ الخلفاء مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۸) صحابہؓ نے حضور سے دریافت کیا یا رسول اللہ

محدث سے کیا مراد ہے۔ حضور نے فرمایا کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں:

(۴)

سلف صالحین کا عقیدہ دربارۂ وحی

(۱) سرخیل صوفیاء حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی آیت وما کان لبشر الخ میں وحی کے جو طریق مذکور ہیں اور جن طریقوں سے آنحضرت صلعم کو وحی ہوتی تھی۔ ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الولی الوحی بالتشریع" کہ یہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے۔ خدا کے بندوں اولیاء اللہ میں سب پائی جاتی ہیں۔ اور وہ وحی جو نبی سے خاص ہے اور ولی میں نہیں پائی جاتی وہ شریعت والی وحی ہے۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ و ۱۷۰)

(۲) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۹۹ میں فرماتے ہیں۔

"اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا الخ" کہ اے محترم بھائی تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا کبھی بالمشافہ ہوتا ہے۔ اور یہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی ان کے بعض کامل متبعین سے بطور اتباع اور وراثت کے ہو جاتا ہے۔ اور جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہو۔ تو اس کا نام محدث ہوتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور یہ القا فی الروع اور الہام۔ اس کلام کے علاوہ ہے جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ انما یخاطب بھذا الکلام الانسان الکامل۔ بلکہ اس قسم کے کلام سے انسان کامل کو مخاطب کیا جاتا ہے"۔

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ اس امت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق گواہ ۳۱ کا یہ کہنا کہ مکتوبات میں جو کچھ لکھا ہے۔

وہ کشفی یا الہامی ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ یہاں مجدّد صاحب ایک حقیقت اور امر واقعی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور مجدّد صاحب نے کہیں نہیں لکھا۔ کہ یہ میرا کشف یا الہام ہے ؛

(۳) اسی طرح مولانا روم اپنی مشہور عالم اور مقبولِ خلائق مثنوی میں فرماتے ہیں :-

"حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود ٭ مہمانِ وحی اجلالی شود"

یعنی جب انسان وساوس شیطانی سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو جناب آلہی کی وحی پاتا ہے" (دفتر سوم صنا)

پھر فرماتے ہیں :-

نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب ٭ وحی حق واللہ اعلم بالصواب

از پئے روپوش عامہ در بیاں ٭ وحی دل گویند آنرا صوفیاں

یعنی ہوتی تو وحی حق ہے۔ لیکن صوفیا ر عام لوگوں سے پردہ کرنے کی غرض سے اسے وحی دل بھی کہدیتے ہیں" (دفتر چہارم صدا۱۵)

(۴) مولانا اسمٰعیل صاحب شہید اپنی کتاب منصب امامت صلا۳۲-۳۲ میں لکھتے ہیں :-

"باید دانست کہ از انجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیار اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند و اگر بغیر ایشاں ثابت میشود او را تحدیث میگویند وگاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را۔ خواہ بانبیار اللہ ثابت است خواہ باولیار اللہ وحی نامند وایں مطلق الہام گاہے درصورت کلام از پردۂ غیب بکمن لاریب نازل میگردد"

اس کے بعد چند آیات اپنی تائید میں لکھ کر فرماتے ہیں :-

"وگاہے ہمیں الہام بہ ہمیں طریق واقع میشود کہ خود بخود از دل صاحب الہام کلام جوش میزند و آنرا بر زبان مے راند فی الحقیقت آں کلام رحمانی است۔ کہ بر زباں او جاری گشتہ نہ کلام نفسانی۔ ایں قسم الہام کہ بانبیاء اللہ میشود او را نفث فی الروع گویند و اگر بہ نسبت اولیا راللہ میشود او را نطق سکینہ میگویند"

ان حوالجات سے ظاہر ہے۔ کہ جن طُرق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام ہوتا ہے۔ انہی طرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے۔ اور یہ علمار کی اپنی خود ساختہ اصطلاح ہے۔ ولکل ان یصطلح۔

چنانچہ شمس العلمار مولانا شبلی نعمانی سوانح مولانا روم صد۸ میں لکھتے ہیں :-

"فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پا گئی ہے۔ کہ انبیا کی وحی کو وحی کہتے ہیں۔ اور اولیار کی وحی کو الہام"۔

(۵) امام غزالی نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ نبی اور ولی پر وحی کے اترنے میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ نبی پر وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے اور ولی پر بغیر فرشتہ کے۔ اس کے جواب میں شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ "ان الکلام فی الفرق بینھما انما ھو فی کیفیۃ ماینزل بہ الملک لا فی نزول الملک"۔ کہ امام غزالی کی یہ بات غلط ہے۔ دونوں وحیوں میں فرق بلحاظ کیفیت کے ہے۔ اُس بات میں جسکو فرشتہ لیکر آتا ہے۔ نہ کہ فرشتے کے نزول میں"۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ ۷۵-۷۶)

(۶) تفسیر روح المعانی جلد ۷ صـ ۶۵ میں لکھا ہے۔ کہ علامہ ابن حجر الہیثمی سے پوچھا گیا۔ کہ کیا آنے والے حضرت عیسیٰ (مسیح موعود) پر وحی کا نزول ہوگا؟ انھوں نے کہا ہاں ان کی طرف وحی حقیقی کا نزول ہوگا۔ جیساکہ مسلم کی حدیث میں ہے۔ جو نواس بن سمعان سے مروی ہے۔ پھر وحی کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ "وذالک الوحی علی لسان جبریل علیہ السلام اذھو السفیر بین اللہ تعالیٰ وانبیائہ الخ" کہ وہ وحی جو مسیح موعود پر نازل ہوگی حضرت جبریل کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔ "وخبر لا وحی بعدی باطل وما اشتھر ان جبریل لا ینزل الی الارض بعد موت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھو لا اصل لہ"۔ کہ یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت جبریل کا نزول زمین کی طرف نہ ہوگا۔ بالکل بے اصل اور باطل ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ "ولعل من نفی الوحی عنہ علیہ السلام بعد نزولہ اراد وحی التشریع"۔ یعنی جس نے آپ سے وحی کی نفی کی ہے نزول کے بعد تو اس کی مراد اس سے وحی تشریعی ہوگی۔

(۷) یہی بات نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں لکھی ہے۔ اور اس پر اپنا یقین ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ظاہر است کہ آرندہ وحی بسوئے او جبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہ ہمیں یقین داریم و درآں تردد نمی کنیم"

مذکورہ بالا حوالہ جات تو علمار اہلسنت کے تھے لیکن اب میں حضرات شیعہ کا مذہب بتاتا ہوں۔ سو واضح ہو۔ کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی اس بات پر ہے۔ کہ ہر زمانہ میں بعد آنحضرت صلعم ایک ایسا معصوم واجب الاطاعت اور صاحب الہام امام ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہیگا جس پر ایمان لانا فرض ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"مذہب شیعہ مبنی است بر آنکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر وقت امامے پیدا مے شود کہ مفروض الطاعۃ

ومعصوم وموحی الیہ می باشد بروے ایمان فرض است" (کلمات طیبات ص۲۲۹ مکتوب ۱۲)
اس سے ظاہر ہے۔ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وحی کا نزول ماننا کفر وارتداد ہے۔ تو علاوہ مندرجہ بالا علماء اہلسنت کے تمام شیعہ بھی کافرومرتد ہیں۔

فریق مخالف نے اپنے بیان میں ازالہ اوہام اور حمامۃ البشریٰ کے بعض حوالے پیش کئے ہیں جن میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔ لیکن اس سے مراد حضرت مسیح موعودؑ کی شریعت والی وحی ہے چنانچہ اسی ازالہ اوہام میں حضور نے لکھا ہے:-

"اے غافلو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب"۔ (ازالہ اوہام ص۱۲۲ ایڈیشن اول)

اور اس سے پہلی کتاب توضیح مرام ص۱۸ میں فرماتے ہیں:-

"جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے"۔ آگے اسی صفحہ پر آپ نے لکھا ہے "میں محدث ہوں۔ اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے" آگے پھر محدث کی وحی کے متعلق لکھا ہے۔ "رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے"۔

اسی طرح "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں فرماتے ہیں:-

"یقیناً سمجھ لو۔ کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے ہرگز نہ چاہا۔ کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے"۔ (ص۱۳۱ مطبوعہ کتاب گھر)

اور الہام بھی حسب اصطلاح متقدمین آپ نے بمعنی وحی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ الہام کی تعریف بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ "الہام ایک القاء غیبی ہے جسکو نفث فی الروع اور وحی بھی کہتے ہیں (ربانی تحریریں ص۱۵)

پس حضرت مرزا صاحبؑ نے جس جگہ یہ لکھا ہے۔ کہ اب وحی منقطع ہو گئی۔ اس سے مراد حضور کی وہ تشریعی وحی ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو۔ یا وہ وحی جو کسی مستقل نبی کی طرف ہو جسکی نبوت آنحضرت صلعم کی اتباع کا نتیجہ نہ ہو۔ چاہے وہ ایک دو فقرے ہی ہوں۔ اور علماء متقدمین نے بھی جہاں انقطاع وحی کا ذکر کیا ہے۔ تو اس سے مراد انہوں نے وحی تشریعی لی ہے۔ دگر ہیچ۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ "فان الوحی المتضمن للتشریع قد اغلق بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الکبریت الاحمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص۳۸) کہ وہ وحی جو شریعت پر مشتمل ہو آنحضرت صلعم کے بعد بند ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں یہ لکھا ہے کہ اب وحی بند ہے۔ وہاں علماء کے اس عقیدہ کا رد کیا ہے۔ کہ آخر زمانہ میں وہی مسیح ناصری ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی آئینگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے۔ جن پر جبریل نازل ہوا کرتا تھا۔ تو وہ شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرائے اور نئی زبان میں اُن پر نازل ہو جائیں گے۔ اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے اُن پر نازل ہوئی ہوگی قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا"۔ (ازالہ اوہام صـ ۲۴۳)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ شریعت جدیدہ والی وحی کا انقطاع مانتے ہیں۔ اور اسی کا بند ہونا بیان کیا ہے لیکن عام وحی جس میں شریعت جدیدہ نہ ہو۔ اس کا آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ اسے زندہ مذہب کی علامت ٹھیرایا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے اس لیکچر میں جو دسمبر ۱۸۹۶ء کو بمقام لاہور جلسہ اعظم مذاہب میں سنایا گیا فرماتے ہیں:۔

"ایک اسلام ہی ہے۔ جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا . . . . اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ جو پہلوں کو دی گئیں۔ افسوس اندھی دنیا نہیں جانتی۔ کہ انسان نزدیک ہوتے ہوتے کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ آپ تو قدم نہیں اٹھاتے اور جو اٹھائے۔ تو یا تو اُسے کافر ٹھیرایا جاتا ہے اور یا اسکو معبود ٹھیرا کر خدا کی جگہ دیجاتی ہے۔ یہ دونو ظلم ہیں ایک افراط سے اور ایک تفریط سے پیدا ہوا . . . . میں نبی نوع پر ظلم کرونگا اگر میں اسوقت ظاہر نہ کروں۔ کہ وہ مقام جسکی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں۔ اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جسکی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے۔ وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں۔ اور سچائی قبول کرنیوالوں کو اس پاک سرچشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانیوالے تھوڑے ہیں میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سُنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتار نیوالا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں . . . . میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ صرف اسلام ہی ہے۔ جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے۔ اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مُہر نہیں۔ بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے۔

اور یقیناً سمجھو۔ کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں۔ یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا مُنہ دیکھ سکیں"

(اسلامی اصول کی فلاسفی مطبوعہ کتاب گھر صفحہ ۱۳۱-۱۳۲)

پس مذکورہ بالا تمام بیان سے ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسی وحی جس میں نئے اوامر و نواہی نہ ہوں جاری ہے۔ اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد وحی والہام کا سلسلہ بند ہے۔ تو اس سے مراد ایسی وحی ہے جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اوامر و نواہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی جس کا امت محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید و حدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال سے ثابت ہے:

دوسری وجہ تکفیر کا ردّ

(۱)

کیا حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت آنحضرت صلعم کے خاتم النبیّین ہونے کی منکر ہے؟

فریق مخالف کے گواہوں نے حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے کی ایک وجہ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیّین نہ ماننا بیان کی ہے۔ سو اس کے متعلق میں خاتم النبیین کے صحیح معنی بیان کرنے سے قبل یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ سراسر فریب ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی مقدس جماعت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بصدق دل خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) "نعتقد انّ رسولنا خیر الرسل وافضل المرسلین وخاتم النبیّن وافضل من کل من یأتی وخلا" کہ ہمارا یہ پختہ اعتقاد ہے۔ کہ ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے بہتر و افضل ہیں اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور تمام انسانوں سے جو

گذر چکے ہیں یا آئندہ قیامت تک ہونگے آپ افضل و برتر ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم) (التبلیغ ص۳۸۷)

(۲) "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔" (ایام الصلح ص۸۶)

(۳) "ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُب لباب یہ ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیاوی زندگی میں رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے۔ کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خیر المرسلین ہیں جنکے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔" (ازالہ اوہام ص۱۳۷)

(۴) "جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا۔ اسکی نظر محدود نہ تھی۔ اور اسکی عام ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی۔ اسلئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسکو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنا۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۷)

(۵) "وان رسولنا خاتم النبین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقۃ المستقلۃ۔" (استفتاء ص۶۴)

کہ ہمارے پاک رسول خاتم النبیین ہیں اور آپکے وجود مسعود پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس لئے کسی کو حق نہیں۔ کہ آپ کے بعد نبوت مستقلہ کا دعویٰ کرے۔

(۶) "ہم مسلمان ہیں۔ خدا کی کتاب قرآن مجید پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ اور آپکا دین تمام دینوں سے افضل ہے۔ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے۔ کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔" (مواہب الرحمٰن ترجمہ عربی عبارت ص۶۶)

(۷) "ہم اس بات پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو (خدا نے) فرمایا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔" (ایک غلطی کا ازالہ)

(۸) "مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے۔ کہ میں کافر نہیں ہوں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میرا عقیدہ ہے اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ . . . کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے۔ خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً یاد رکھے۔ کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے۔ کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلے میں تو بفضلہ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔" (کرامات الصادقین ص۲۵)

پھر واضح رہے۔ کہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں اُس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ بیعت کے وقت آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار بصدق دل نہ کرے بیعت کے وقت جماعت میں داخل ہونیوالے ہر شخص سے اقرار لیا جاتا ہے۔ کہ وہ حضرت رسول مقبول صلعم کو خاتم النبیین یقین کریگا۔ چنانچہ گواہ ۲ بر جرح کے دوران میں بیعت فارم عدالت کو دیا گیا تھا جس میں صاف مذکور ہے۔ کہ

میں آج احمدی سلسلہ میں محمود کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آئندہ بھی تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہونگا۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ شرک نہیں کروں گا۔ اسلام کے تمام احکام کو بجالانے کی کوشش کرتا رہونگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کروں گا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھونگا" الی آخرہ

پس ان شواہد کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب اور آپکی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتی۔ ایک سیاہ جھوٹ اور ناپاک بہتان ہے۔

(۲)

کیا آیت خاتم النبیینؐ ہر قسم کی نبوۃ کو مانع ہے؟

مخالف گواہوں نے اپنے بیان میں مندرجہ ذیل امور بالتصریح ذکر کئے ہیں:۔

(۱) خاتم النبیین کے صرف یہ معنی ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔

(۲) جو اِن معنوں کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی کرے وہ کافر ہے۔

(۳) آپ کے بعد جو مدعی نبوت ہو۔ اسے آنکھ بند کر کے کہدو۔ کہ تو جھوٹا ہے۔ کذاب ہے دجال ہے۔ اور جو شخص مدعی نبوت سے معجزہ طلب کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔

(۴) آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو عہدۂ نبوت نہ دیا جائیگا۔ اسپر صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین اور تمام مفسرین کا اجماع ہے۔ جو شخص اسمیں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرے۔ وہ ضروریات دین کا منکر سمجھا جائیگا۔

لفظ خاتم النبیّین کی تفسیر

نمبر اوّل کے متعلق گو اہوں سے دوران جرح میں ہم نے پوچھا تھا۔ کہ اگر خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں۔ جو تم نے بیان کئے ہیں۔ کہ لفظ خاتم ہمیشہ عربی زبان میں صرف آخر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تو کلام عرب سے اسکی دو تین مثالیں پیش کرو۔ لیکن کسی گواہ نے اس قسم کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی۔ جس سے معلوم ہُوا۔ کہ اُن کے بیان کردہ معنی صحیح نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ کیا واقعی خاتم النبیین سے یہی مراد ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا؟ اگر یہی مراد ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق ان علماء کا جو عقیدہ ہے۔ وہ بھی یکسر باطل ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ بھی نبی اور رسول ہیں۔ اور نبی و رسول ہونے کی حالت میں ہی نزول فرمائینگے

(ملاحظہ ہو حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۶)

"۱ و عیسیٰ نبی است پس دور نیست کہ ز قرآن فہم کند مثل فہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم"

"۲ و ہمچنیں افضلیت عیسیٰ بر خیر اصحاب بوجہ نبوت" (ر صفحہ ۴۲)

۳ امام جلال الدین سیوطی کا قول ہے۔ و من قال بسلب نبوته فقد کفر حقا (صفحہ ۱۳۱) کہ جس نے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ کہا۔ کہ وہ آخر زمانہ میں نبوت سے معزول ہو کر آئیں گے۔ وہ بلا ریب کافر ہے

۴ فھو علیه السلام وان کان خلیفة فی الامة المحمدیة فھو رسول ونبی کریم علی حاله الخ۔ (ر صفحہ ۴۲۶)

کہ عیسیٰ علیہ السلام (وقت نزول) اگرچہ امت محمدیہ میں بطور ایک خلیفہ کے ہونگے مگر پھر بھی وہ اپنی پہلی حالت کے مطابق نبی اور رسول ہوں گے۔ بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے۔ کہ وہ محض امتی ہو کر بغیر نبوت و رسالت کے آئیں گے صحیح نہیں کیونکہ نبوة اور رسالت ایسی نعمتیں ہیں۔ جو موت کے بعد بھی زائل نہیں ہوتیں"

پس اگر خاتم النبیین میں لفظ "النبیین" سے مراد ہر قسم کے نبی کا آنا ممتنع ہے۔ تو حضرت عیسےٰ بھی نہیں آسکتے۔ اگر کہو کہ نئے نبی کا آنا منع ہے پُرانے کا نہیں۔ تو ہم بڑے ادب سے عرض کریں گے۔ کہ جس طرح آپ نے "النبیین" سے ایک پُرانے نبی کو مستثنیٰ کر لیا ہے۔ اسی طرح ایک اُمتی غیر تشریعی نبی کا استثنا بھی ہو سکتا ہے۔

(۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم سے کیا سمجھے

جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ خود حضور سرور عالم نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین ۵ھ میں بعد نکاح حضرت زینب نازل ہوئی۔ (روح المعانی و تاریخ الخمیس جلد ا ص۵۶۴) اور حضور کے فرزند ارجمند ابراہیم ۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ بروز منگل فوت ہوئے۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ ص۱۶۲) ان کی وفات پر حضور نے فرمایا۔ لَوعَاشَ ابراھیمُ لکان صدیقًا نبیًّا۔ (ابن ماجہ جلد اول ص۲۳۷ مصری) کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا۔ تو ضرور صدیق نبی ہوتا۔ پس آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد حضور کا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے۔ کہ حضور نے اس آیت سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں خیال فرمایا۔

ایک شبہ کا ازالہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ زندہ اسی لئے نہیں رہے کہ نبوت ختم ہو چکی تھی۔ اور حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پھر اس صورت میں ابراہیم کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اور حضور کا فرمانا ایک لغو بات ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ۔ لہذا اگر حضور کے بعد فی الواقعہ کسی قسم کی نبوت کا حصول باقی نہیں تھا۔ تو بتاؤ حضور نے یہ کیوں فرمایا۔ کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا؟ کیا جھوٹی تعریف کی؟

ہاں البتہ اگر حضور ابراہیم کی زندگی میں یہ فرماتے۔ کہ اگر یہ زندہ رہا۔ تو نبی ہوگا۔ تب تو یہ جواب کسی قدر صحیح ہو سکتا تھا۔ مگر حضور تو ان کی وفات کے بعد فرماتے ہیں۔ اب وفات کے بعد اگر اس قول سے یہ مقصود ہوتا۔ کہ حضور کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ تو یہ کہنا زیادہ مناسب تھا۔ کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو بھی وہ نبی نہ ہوتا۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور کے بعد ایک قسم کی نبوت جاری ہے۔ جسے ابراہیم بھی اگر زندہ رہتے۔ تو حاصل کر سکتے تھے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک ایف۔ اے پاس شدہ طالب علم کی وفات پر کہا جائے۔ کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور بی۔ اے پاس کر لیتا اس فقرہ سے ہر عاقل و فرزانہ یہی سمجھیگا۔ کہ بی۔ اے کوئی درجہ ہے جسے وفات یافتہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہیں کر سکا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ بی۔ اے کوئی درجہ نہیں یا اسکا حصول ناممکن ہے غلط ہے۔

پھر یہ کہاں لکھا ہے۔کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہوتی ہے۔تاکہ ہم یہ تسلیم کریں۔کہ خدا تعالیٰ نے اسی لئے حضرت ابراہیم کو وفات دیدی۔کہ کہیں وہ نبی نہ بن جائیں۔اگر یہی وجہ وفات کی تھی۔تو ان کو پہلے سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔جبکہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جائیں۔

ایک اور شبہ کا جواب بعض کہدیتے ہیں۔کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔مگر ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔کہ یہ حدیث صحیح ہے۔جیساکہ شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵ میں مذکور ہے۔"لو عاش ابراھیم لکان نبیاً۔اقول اما صحۃ الحدیث فلا شبھۃ فیھا لانہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ کما ذکرہ ابن حجر"۔کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں جیساکہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے اور مشہور امام ملّا علی قاری نے بھی اپنی کتاب موضوعات کبیر صفحہ ۶۹ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔اور ان لوگوں کے شبہات کا جنہوں نے اسکی صحت میں توقف کیا ہے مدلل طور پر تردید کی ہے۔اور کہا ہے۔اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہو جاتے۔تو وہ دونوں آنحضرت صلعم کے متبع ہوتے۔اور حضرت ابراہیم کا بشرط زندگی ایسی نبوۃ کا پانا کہ آنحضرت صلعم کے تابع رہیں جائز الوقوع تھا۔

(۲) تفسیر صافی صفحہ ۱۱۱ میں زیر آیت خاتم النبیین ایک حدیث لکھی ہے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا خاتم الانبیاء وانت یا علی خاتم الاولیاء"۔یعنی میں خاتم الانبیا رہوں اور اے علیؑ تو خاتم الاولیاء ہے۔اس روایت سے بھی ظاہر ہے۔کہ حضرت رسول مقبول صلعم نے خاتم النبیین کے لفظ سے نبوت بکلی مسدود نہیں سمجھی اور حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہہ کر۔خاتم الانبیاء کے معنی کی وضاحت کر دی:

(۴)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاتم النبیین سے کیا سمجھے

آنحضرت صلعم کے بعد اب ہم صحابہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔کہ انہوں نے اس آیت سے کیا سمجھا سو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مرتبہ اہل علم سے مخفی نہیں۔آپ قرآن مجید اور احادیث کے

سمجھنے میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔ آپ کا قول ہے۔ قولوا خاتم النبیّٖن ولا تقولوا لانبی بعدہ رواہ ابن ابی شیبہ (در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵) کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت عائشہ کے اس قول سے ظاہر ہے۔ کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لانبی بعدی سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ غلطی پر ہیں۔

دوسری شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔

علامہ ابن الانباری نے مصاحف میں ابو عبدالرحمٰن بن سلمیؓ سے لکھا ہے۔

"کنت اقرئی الحسن والحسین فمرّ بی علی بن ابی طالب وانا اقرءھما وقال لی اقرأھما وخاتم النبیّٖن بفتح التاء (در منثور زیر آیت خاتم النبیین)

کہ میں امام حسن اور حسین کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علی پڑھاتے وقت میرے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو لفظ خاتم النبین (تَ) کی زبر سے پڑھاؤ۔

دوسری قرأت میں خاتم (تَ) کی زبر سے بھی آیا ہے۔ پس اگر حضرت علیؓ کے نزدیک تےؔ کی زبر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے بنتے تھے۔ تو آپ نے زیر پڑھانے سے کیوں منع فرمایا؟ بلکہ زیر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے۔ اور زیر پڑھانے سے آپکو اس بات کا خطرہ تھا۔ کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف قرآن عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔ ورنہ اگر خاتَم اور خاتِم دونوں کے ایک معنی ہوتے جیسا کہ علماء دیوبند کہتے ہیں۔ تو حضرت علی کو تنبیہہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ خاتَم اور خاتِم کی لغوی بحث آگے بیان ہوگی جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت علی نے کیوں خاتم کو تاء کی زبر سے پڑھانے کی تاکید کی:۔

(۵)

سلف صالحین خاتم کے کیا معنی سمجھے

اب میں چند جید علماء اور آئمہ کے اقوال ذکر کرتا ہوں۔ جن سے واضح ہوگا۔ کہ وہ خاتم النبین سے کیا سمجھتے تھے:۔

(۱) مُلّا علی قاری جو حنفی فرقہ کے ایک بہت بڑے امام مانے گئے ہیں۔ وہ اپنی کتاب موضوعات کبیر صـ۶۹ پر یہ لکھکر کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہو جاتے۔ تو پھر بھی وہ دونوں آپ کے تابعین میں سے ہوتے۔ فرماتے ہیں"۔ فلا یناقض قولہ خاتم النبیّین اذ المعنی انہ لا یأتی بعدہٗ نبی ینسخ مِلَّتَہٗ ولم یکن من امتہ" کہ ابراہیم اور حضرت عمرؓ کا نبی ہو جانا اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپکے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپکی امت سے نہ ہو اور آپکی شریعت کو منسوخ کرے۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ ایسا نبی جو آنحضرت صلعم کا متبع اور امتی ہو آپکے بعد آسکتا ہے۔ اور اس کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور مناقض نہیں ہے۔

(۲) شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جنھوں نے بارہویں صدی کے مجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ختم بہ النبیون ای لا یوجد مَن یأمرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس"۔ (تفہیمات الٰہیہ تفہیم ۵۳) کہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونیسے یہ مراد ہے۔ کہ آپکے بعد کوئی ایسا شخص نہ ہوگا۔ جسے خدا تعالیٰ نئی شریعت دیکر لوگوں کیطرف مامور فرمائے۔

(۳) شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"وکان من جملۃ ما فیہا تنزیل الشرائع فختم اللہ ھذا التنزیل بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکان خاتم النبیّین" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صـ۵۶)

کہ آنحضرت صلعم کی شریعت پر چونکہ تمام شرائع کا اختتام ہوگیا۔ اسوجہ سے آپ خاتم النبیین ٹھہرے

(۴) سید عبد الکریم جیلی فرماتے ہیں۔

"فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہٗ وکان محمّد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین لانہ جاء بالکمال ولم یجیٔ احد بذالک"۔ (الانسان الکامل جلد ا صـ۹۸)

کہ تشریعی نبوۃ کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد منقطع ہوگیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ٹھہرے کیونکہ آپ کامل شریعت لائے اور دوسرا کوئی ایسا کمال نہ لایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر ہی الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت اُتری اور کسی نبی پر نہ اتری۔

(۵) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:۔

"پس حصول کمالات نبوۃ مر تابعاں را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات منافی خاتمیت او نیست۔

ولاتکن من الممترین" (مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۰۱ جلد اوّل ص۴۳۲)
یعنی خاتم الرسل کی بعثت کے بعد کمالات نبوت کا حصول تابعین کے لئے بطریق وراثت آپکے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ لہذا تو اے مخاطب شک کرنیوالوں سے نہ بن۔

(۶) حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں "ہیچ کمال غیر از نبوت بالاصالت ختم نگردیدہ و در مبدء فیاض بخل و دریغ ممکن نیست" (مقامات مظہری ص۸۸) کہ کوئی کمال بجز نبوت بالاصالت کے ختم نہیں ہوا۔ اور مبدء فیاض خدا سے بُخل ممکن نہیں۔

(۷) مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:۔
"اوّل معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں۔ تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا۔ کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۱)
پھر ص۲۸ میں لکھتے ہیں:۔
"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

(۸) مولانا روم اپنی مثنوی دفتر پنجم ص۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

مکر کن در راہِ نیکو خدمتے ❊ تا نبوت یابی اندر اُمتے

کہ تو راہِ نیک میں تدبیر کر۔ تاکہ تو نبوت حاصل کرسکے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

پیشہ اش اندر ظہور و در کمون	اِھْدِ قومی اِنّھم لایعلمون
بازگشتہ از دم او ہر دو باب	در دو عالم دعوت او مستجاب
بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود	مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست	نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(مثنوی مطبوعہ مجیدی پریس کانپور ص۶ دفتر ششم)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشہ مبارک خلوت و جلوت میں یہی تھا۔ کہ آپ خدا سے اپنی قوم کیلئے ہدایت طلب کرتے تھے۔ آپکی تشریف آوری سے دین و دنیا کے دونوں دروازے کھل گئے اور آپ کی دعا دونوں جہانوں میں قبول ہوئی یعنی اس عالم میں بھی لوگوں کیلئے شفیع ٹھیرے۔ اور

آخرت میں بھی۔ پس اس روحانی فیضان کی سخاوت کی وجہ سے آپ خاتم ہوئے۔ نہ آپکی مثل پہلے کوئی کامل انسان اور کامل سخی روحانیت کا فیضان پہنچانے میں ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ اے دوست جب کوئی شخص کسی صنعت میں دسترس حاصل کرکے کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔ تو کیا تو اس کے متعلق یہ نہیں کہتا۔ کہ اس پر کاریگری ختم ہے:

حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام بھی یہی فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپکو افاضۂ کمال کیلئے مہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیگئی۔ اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھیرا۔ یعنی آپکی پیروی کمالات نبوۃ بخشتی ہے اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے"! (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

(۶)

سیاق وسباق کے لحاظ سے آیت کے معنی

یہ مسلّم بات ہے کہ قرآن مجید ایک منتظم کلام ہے بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ ہم اس آیت کے سیاق وسباق پر غور کریں۔ اور بحکم ایزدی تدبر کرکے معلوم کریں۔ کہ آیت خاتم النبیین سے دراصل کیا مراد ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس آیت سے قبل حضرت زینب کیساتھ نکاح کرنیکا ذکر ہے۔ جو زید کی مطلقہ بیوی تھی۔ اور ابتدا میں آنحضرت صلعم نے زید کو اپنا متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ اور عرب متبنی کو حقیقی بیٹے کیطرح سمجھتے تھے جسکی تردید اللہ نے اسی سورۃ کے شروع میں کردی ہے۔ کہ کسی کے کسی کو بیٹا کہدینے سے وہ اسکا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا لیکن جب آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ تو عرب کے لوگوں نے اعتراض کیا۔ کہ محمدؐ نے اپنی بہو سے شادی کرلی۔ ملاحظہ ہو ترمذی کتاب التفسیر۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور فرمایا۔ وما کان محمد ابا احد من رجالکم الخ۔ یعنی تمہارا اے مخالفو یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ کیونکہ بیٹے کی بیوی سے شادی کرنیکا اعتراض اسوقت صحیح ہوسکتا تھا۔ جبکہ آپکا وہ حقیقی بیٹا ہوتا۔ مگر آپ تو ظاہری طور پر تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں؛ اور ۵ھ میں آپکا فی الواقعہ کوئی بیٹا موجود نہ تھا۔

وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کافروں کا اعتراض یہ تھا۔ کہ آپ نے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی جواب دیا گیا۔ کہ آپکا تو کوئی بیٹا ہی نہیں تو بیٹے کی بیوی کہاں سے آگئی۔ بس اتنا جواب کافی تھا پھر ولکن رسول اللّٰہ کا جملہ کیوں زائد کیا گیا۔ سو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حرف لٰکن زبان عرب میں استدراک کیلئے آتا ہے۔ یعنی پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ حرف لٰکِنۡ اسکا ازالہ کرتا ہے۔

پہلے اسی سُورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے۔ اور اس طرح آپکو تمام مومنوں کا باپ کہا ہے۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر جلد ۲۱ صـ۷۴ اور درمنثور جلد ۵ صـ۱۸۳ میں حسن۔ عکرمہ۔ مجاہد اور ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے آیت اولی بالمؤمنین من انفسہم کے آخر میں وھو اب لھم پڑھا۔ یعنی آپ مومنوں کے باپ ہیں۔ گویا اس آیت میں آپکا باپ ہونا بلحاظ نبی ہونیکے بیان کیا گیا تھا۔ لیکن آگے چلکر آیت خاتم النبیین میں ابوت سے بالکل انکار کر دیا گیا چونکہ اس طرح ابوت مطلقہ کی نفی سے ابوت روحانی و جسمانی دونوں کی نفی ہونیکا اندیشہ تھا۔ اور شبہ پڑتا تھا۔ کہ آپ اب نبی بھی نہیں۔ سو اس شبہ کو دُور کرنیکے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولکن رسول اللّٰہ۔ کہ آپ بلحاظ اللہ کے رسول ہونیکے بدستور مومنوں کے رُوحانی باپ ہیں۔ چنانچہ شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صـ۱۷۵ میں لکھا ہے۔

"انہ لما نفیت ابوتہ مع الاشتھار ان کل رسول اب لامتہ انما یوھم نفی رسالتہ فاستدرک ذالک فعلم منہ ان المنفی الابوۃ الحقیقیۃ"۔

کہ جب آپکے باپ ہونیکی نفی کی گئی۔ تو شبہ گذرتا تھا کہ آپ رسول بھی نہیں حالانکہ مشہور ہے۔ کہ ہر ایک رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ اس لئے حرف لٰکن کے ساتھ استدراک کیا گیا۔ کہ یہاں صرف حقیقی باپ ہونیکی نفی کی گئی ہے۔ روحانی باپ ہونے کی نہیں؛ اور فتح البیان میں اس آیت کے ماتحت لکھا ہے۔ وحاصلہ ماکان محمد۔ الی۔ رسول اللّٰہ۔ کہ آنحضرتؐ حقیقۃً مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن بوجہ رسول اللہ ہونیکے واجب الاطاعت ہیں اور تمہارے باپ ہیں۔

وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

سوال:۔ جب شبہ زائل ہو گیا تو رسول اللہ کے بعد خاتم النبین کہنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ جواب اسکا

یہ ہے جیساکہ تفسیر فتح البیان میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی کا ایک قول نقل کیا گیا ہے "کُلُّ رسولٍ اَبُو امتہٖ کہ ہر رسول اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے" اور آنحضرت صلعم بھی اپنی امت کے روحانی باپ ہیں۔ تو آپ میں اور دوسرے رسُولوں میں فرق کیا ہُوا۔ لہذا اتنا کہہ دینے سے کہ بحیثیت رسول آپ اپنی امت کے باپ ہیں۔ آپکی دوسرے رسُولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین فرماکر آپکو دوسرے تمام رسُولوں سے ممتاز کردیا۔ کہ اور نبی تو اپنی امت کے یعنی صرف مومنوں کے ہی باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں۔ کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنی آپ کی اتباع اور توجہ روحانی۔ کمالاتِ نبوت بخشتی ہے لہذا آپ ابوالمومنین ہی نہیں بلکہ ابوالنبیین بھی ہیں۔ اور اگر خاتم النبیین کے یہ معنی کئے جائیں۔ کہ آپ سب نبیوں کے آخر میں آئے ہیں۔ تو اس میں آپکی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جیساکہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے فرمایا ہے۔ کہ "تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں" (تحذیر الناس ص۳)

(۷)

خاتم النبیّٖن کے صحیح معنیٰ

واضح رہے۔ کہ عربی زبان میں خاتَم بفتح التاء کے معنی انگوٹھی کے ہیں۔ جیساکہ لغات کی کُتب میں لکھا ہے۔ اور خاتِم بکسر التاء بھی ان معنوں میں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

عربی کی لغت منجد میں لکھا ہے۔

"الخاتم بفتح التاء وکسرھا حلی للاصبع یلبس او ما یختم بہ" اور خاتَم انگلی کا ایک زیور ہے جسے پہنا جاتا ہے۔ یا ایک آلہ جس کے ساتھ مُہر لگائی جاتی ہے"۔

آیت میں خاتَم ہے۔ لیکن دوسری قرأت خاتِم تاء کی زیر سے بھی مروی ہے۔ خاتِم بکسر التاء کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک ختم کرنیوالا۔ دوسرے مُہر لگانیوالا یا صرف مُہر۔ لیکن خاتَم بفتح التاء کے عربی زبان میں سوائے انگوٹھی یا مُہر کے اور معنی نہیں آتے۔ اور احادیث میں خاتَم تاء کی زبر سے بکثرت انگوٹھی اور مُہر کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک صحابی سے جو نکاح کرنے ہش تھ لیکن مہر کے لئے کچھ پاس نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کچھ تلاش کرکے لاؤ۔ وَلَوْ خاتَمًا مِن

کی انگوٹھی ہی ہو۔

اب اس لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی ہوئے نبیوں کی مُہر یا انگوٹھی۔ لیکن آپ انگوٹھی اور مُہر تو حقیقتاً نہیں ہیں اس لئے ضروری ہُوا۔ کہ وجہ شبہ تلاش کی جائے۔ سو وجہ شبہ مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

اول :- یہ کہ انگوٹھی زینت کے لئے پہنی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے خاتم النبیین کے معنی ہوئے کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے لئے بطور زینت کے ہیں۔ چنانچہ تفسیر فتح البیان جلد ۷ صفحہ ۲۸۶ میں لکھا ہے کہ خاتِم کے معنی ہیں وہ ان کے آخر میں آیا۔ اور خاتَم بفتح التاء کے معنی ہیں۔

"صار کالخاتَم لهم الذی یختمون به ویتزینون بکونه منهم۔ کہ آپ انبیاء کے لئے بمنزلہ خاتم کے ہیں۔ یعنی آپ کا نبی ہونا دوسرے انبیاء کیلئے باعث زینت ہے"

مجمع البحرین میں لکھا ہے "خاتم بمعنی الزینة ماخوذ من الخاتم الذی هو زینة للابسه۔ کہ خاتَم کے معنی زینت کے ہیں۔ جو خاتَم سے ماخوذ ہیں۔ اور جو اپنے پہننے والے کے لئے زینت ہوتی ہے"۔ پس اس وجہ شبہ کے لحاظ سے آیت کے معنی ہوئے۔ کہ آپ سب نبیوں کی زینت ہیں۔ یعنی انبیاء کا مقدس گروہ آپ کے وجود مسعود کو اپنے لئے باعث فخر اور باعث زینت سمجھتا ہے۔ صلی اللہ علیه وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔

دُوسری وجہ شبہ جو انگوٹھی میں اور آپ کے خاتم النبیین ہونے میں ہو سکتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جس طرح انگوٹھی تمام اُنگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح آپ تمام نبیوں پر محیط ہیں۔ یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں۔ وہ سب آپ کی ذات والا صفات میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اور آپ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں اور علی الاطلاق سب انبیاء سے افضل و برتر ہیں۔ ان معنوں کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ خاتَم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

فجع القریض بخاتم الشعراء ۔۔۔ وغدیر روضتها حبیب الطائی

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۲۳)

اس شعر میں حبیب طائی کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے شاعر کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ کہ اب اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصد اس سے صرف یہی ہے۔ کہ وہ ایک ایسا باکمال شاعر تھا جس میں تمام کمالاتِ شعر پائے جاتے تھے۔ جو ایک شاعر میں ہونے چاہئیں:

انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے ختم کا لفظ استعمال کیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔ "بك تختم الولاية" (فتوح الغيب مقالہ ۴) کہ پھر تو اے بھائی ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائیگا۔ جہاں تجھ پر ولایت ختم ہو جائے گی۔ یعنی تو خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔

اور انہی معنوں میں شیخ محی الدین ابن عربی کو فتوحات مکیہ کے ٹائٹل پیج پر خاتم الاولیا لکھا ہوا ہے

اور مولوی بدر عالم صاحب مدرس دیوبند نے اپنے رسالہ الجواب الفصیح ص۲ پر مولوی انور شاہ کو خاتم المحدثین اور مولوی شبیر احمد نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو خاتم الاکابر لکھا ہے۔ (رسالہ القاسم جلد ۵ ص۳)

اور مولوی محمود حسن صاحب نے اپنے مرثیہ کے ٹائٹل پیج پر اپنے استاد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو خاتم الاولیاء لکھا ہے۔ اسی طرح رسالہ عجالہ نافعہ کے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ اسی طرح خاتم الفقہاء وغیرہ الفاظ بکثرت تحریر و تقریر میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر ان سے کبھی یہ مراد نہیں لی جاتی۔ کہ وہ شخص اس گروہ کا آخری فرد ہے۔ اور اب اس کے بعد کوئی دوسرا محدث اور ولی نہیں ہوگا۔

عربی زبان کے علاوہ ختم کا لفظ اردو اور فارسی میں بھی کمال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اردو زبان کا مشہور شاعر حسرت موہانی کہتا ہے۔

اس نازنیں پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز
جسکو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

پھر کہتا ہے۔
ختم تھا جس پر کبھی انداز حسن دلبری
آہ اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہِ التفات

اور فارسی زبان کا ایک مشہور اور بلند پایہ شاعر انوری غیاث الدین بادشاہ کی تعریف میں کہتا ہے

مادر گیتی نزادہ زیر چرخ چنبری
پادشاہے چوں غیاث الدین گدا چوں انوری

بر تو سلطانیست ختم و بر من مسکیں سخن
چوں شجاعت بر علیؓ و بر نبیؐ پیغمبری

کہ جس طرح رسولِ مقبولؐ پر نبوت اور حضرت علی پہ شجاعت ختم ہے۔ اسی طرح غیاث الدین پر بادشاہی اور مجھ پر شاعری ختم ہے۔

تیسری وجہ شبہ یہ ہے۔ کہ مُہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عجم کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو آپ سے عرض کیا گیا۔ کہ شاہان عجم ایسے خط کو جس پر صاحب مکتوب کی مُہر نہ ہو قبول نہیں کرتے۔ راوی کہتا ہے۔

"فاتخذ خاتما من فضة ونقش فيه محمد رسول الله۔ (نسائی)

کہ تب آپ نے چاندی کی ایک مُہر بنوائی۔ اور اس میں محمد رسول اللہ کے الفاظ نقش کئے"

اس سے ظاہر ہے کہ مُہر کی غرض محض تصدیق تھی۔ کہ یہ خط واقعی آپ کا ہے پس خاتم النبیین کے معنی اس لحاظ سے یہ ہوئے۔ کہ آپ سب نبیوں کے مُصدّق ہیں۔ یعنی کسی نبی کی نبوت اُسوقت تک ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ آپ کی اس پر مُہر تصدیق نہ ہو چنانچہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں:۔

"ازانجملہ اگلے سب انبیائے بنی اسرائیل پر ایمان لانیکی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت تحریف کے کوئی سبیل نہیں باقی رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے" (استفسار بر حاشیہ ازالۃ الاوہام ص ۳۷۹)

جیسا کہ آپ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ اگر آنحضرت صلعم تشریف نہ لاتے اور قرآن میں حضرت عیسیٰ کو نبی نہ کہا گیا ہوتا۔ تو آج کوئی بھی مسلمان عیسیٰ کو نبی نہ مانتا۔ آپ کے کہنے سے مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانا۔ ورنہ یہودی تو انہیں کافر و ملحد اور جھوٹا کہتے تھے۔ اور عیسائی ان کو خدا بنا رہے تھے۔ ایسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اُن کی تصدیق کی۔ اور فرمایا۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول کہ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھے۔ پس آپ کا مرتبہ اتنا عظیم الشان ہے کہ کسی نبی کی نبوت بدوں آپ کے ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس آئندہ بھی اگر کوئی نبی آئے تو وہ آپ ہی کا متبع ہوگا۔ اور آپ کی طرف سے مصدّق ہوگا۔

اگر کہا جائے۔ کہ مُہر خط کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ اس لئے خاتم النبیین کے معنی آخر کے ہیں اور اس لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام بیان سے واضح ہے۔ کہ خاتم کے معنی آخر کے نہیں ہیں۔ اور اگر آخر کے معنی بھی لئے جائیں۔ تو وہ لازم معنی کہلائیں گے نہ اصل معنی۔ اور جب اصل معنی لئے جا سکتے ہیں۔ تو پھر لازم معنی ہی کیوں لئے جائیں۔ اور اگر ہم مُہر کی اصل غرض جو تصدیق ہے۔ اُسے لیکر آخر کے معنی لیں۔ تو پھر خاتم النبیین کے معنی ہونگے۔ کہ آپ نبیوں کیلئے آخری مصدق ہیں۔ کہ آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق ہو گئی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ معنی بھی ہماری تفسیر کے خلاف نہیں۔

مندرجہ بالا تقریر سے واضح ہے کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں۔ بلکہ لازمی معنی ہیں۔ اور اگر خاتم کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو لازم المعنی لیکر کیا جاتا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید کی آیت میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں ہے۔ جو لازم معنی لینے پر دلالت کرے۔ تو اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے ہی معنی لینا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا؛

(۸)

خاتم النبیین کے معنوں کا ضروریات دین سے ہونا

فریق مخالف نے اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور جو بات ضروریات دین سے بہ تواتر ثابت ہو۔ اس کی تاویل کرنا کفر و ارتداد ہے۔

میں نے دوران جرح میں گواہ ۳۷ سے دریافت کیا تھا۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ متواترات کی تاویل کرنا کفر ہے۔ تو بتاؤ۔ کہ جملہ آیات قرآنیہ متواترات سے ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو وہ تمام مفسرین جنہوں نے بعض آیات کی تاویل کی ہے کافر ہوئے؟۔ اس کے جواب میں کہا گیا تھا۔ کہ تاویل اگر قواعد و قرآن کے لحاظ سے درست ہو۔ تو مان لی جائے گی۔ اور اگر خلاف ہو تو تاویل کرنیوالا مبتدع اور عاصی ہوگا۔

اگرچہ حدیث میں ہے لکل اٰیۃ ظھر و بطن (مشکوٰۃ ص۲۴) کہ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور بطن سے معنی حاشیہ پر تاویل لکھے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں۔ کہ خاتم النبیین کے جو معنی ہم نے کئے ہیں۔ وہ لغت عرب کی رُو سے تاویلی نہیں بلکہ اصلی ہیں۔ اور آخر کے معنی لینا تاویلی اور لازمی معنی ہیں چنانچہ مفسرین بھی اسکو مانتے ہیں۔ جیسا کہ فتح البیان جلد ۷ ص۲۸۶ میں ہے۔ کہ جمہور نے خاتِم زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور تاء کی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے پہلے کے معنی ہیں۔ کہ وہ ان کے آخر میں آئے۔ اور دوسرے کے معنی ہیں۔ کہ وہ ان کیلئے بمنزلہ انگشتری کے ہیں۔ اور ان کی زینت کا باعث ہیں۔ ابو عبیدہ نے کہا۔ کہ یہاں اصل وجہ زیر ہے لان التاویل انہ ختمھم فھو خاتمھم۔ کیونکہ تاویل یہ ہے۔ کہ اس نے ان کو ختم کیا پس وہ ان کا خاتم ہے اب ظاہر ہے۔ کہ آیت کے معنی ختم کے سوا بھی ہو سکتے تھے۔ لیکن تاویل اس لئے کی گئی۔ کہ آپ انبیاء سابقین کے آخر میں تھے۔ اس لئے یہاں آخر کے معنی پہلے لئے گئے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے۔ کہ آیت میں آخر کے معنی لینے کیلئے کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

اسی طرح شہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص۱۷۵ میں خاتم کو ایک آلہ قرار دیکر جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے لکھا ہے۔ وان کان مآل معناہ الاخر ایضا کہ اگرچہ نتیجۃً اس کے معنی بھی آخر

کے ہیں۔ اور تفسیر روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۵۹ میں بھی یہی لکھا ہے۔ "وما له اٰخر النبین"
اس سے ظاہر ہے کہ خاتم بفتح التاء کے معنی حقیقی طور پر آخر کے نہیں بلکہ نتیجۃً یہ معنی نکلتے ہیں
اور یہ لازم معنی ہیں۔ پس تاویل کرنے والے ہم نہیں۔ بلکہ علماء دیوبند ہیں۔
خاتِم بکسر التاء کے معنی میں بیان کر چکا ہوں۔ ایک ختم کرنیوالا۔ دوسرے مُہر یا مُہر لگانیوالا۔
جیسا کہ علامہ زمخشری نے لکھا ہے۔

"وخاتم بالفتح بمعنی الطابع وبکسرها بمعنی الطابع" (کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

پس خاتَم لفظ خاتِم کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن خاتِم کا لفظ خاتَم کے
معنوں میں استعمال ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تاویل ہماری طرف سے نہ ہوئی۔ بلکہ حضرات علماء کی طرف
سے ہوئی۔

گواہ ۴ نے تریاق القلوب سے ایک حوالہ پیش کیا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے
آپ کو خاتم الاولاد قرار دیکر آخری کے معنی لئے ہیں۔ کہ میں اپنے والدین کیلئے خاتم الاولاد تھا۔
مگر یہ حوالہ فریق ثانی کو مفید نہیں۔ کیونکہ اس کے معنی یہ نہیں۔ کہ آپ کے آباؤ اجداد کی اولاد
کا سلسلہ آپ پر ختم ہو گیا۔ اور اب ان کی نسل کا آئندہ خاتمہ ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ
کے آباؤ اجداد کی نسل دوسری شاخ سے منقطع ہو جائیگی۔ اور آئندہ اولاد کا سلسلہ آپ کے
وجود سے جاری ہوگا۔ جیسا کہ آپکو خدا کی طرف سے الہام ہوا تھا۔ ینقطع اٰباؤک ویبدء منک
کہ تیرے آباؤ اجداد کی نسل کا سلسلہ اب تجھ سے شروع ہوگا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔
پھر یہ بھی واضح رہے۔ کہ قرآن مجید میں خاتم النبیین ہے۔ آخر النبیین نہیں۔ جس سے
معلوم ہوتا ہے۔ کہ آئندہ کسی کا آنحضرت صلعم کی اتباع میں وصف نبوت سے متصف ہونا ممتنع
نہیں۔ ورنہ خدا تعالیٰ بجائے خاتم النبیین کے آپ کو آخر النبیین کہدیتا۔ آخر کچھ تو بھید ہے۔ جو
آخر النبیین نہیں کہا۔ اور جس حدیث میں آخر الانبیاء آیا ہے۔ تو وہ خبر واحد ہے۔ جو ظن کا
مرتبہ رکھتی ہے۔ اور عقائد میں ظنیات کام نہیں دیتے۔ جیسا کہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے۔

"ان المعتقد فی العقائد هو الادلة الیقینیة واحادیث
الاحاد لو ثبتت انما تکون ظنیة"

کہ عقائد میں ادلّہ یقینیہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور احاد حدیثیں اگر صحیح بھی ہوں
تب بھی وہ ظنی ہوتی ہیں۔

(۹)

کیا تاویل کرنے کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے؟

اس بات میں علماء کے درمیان خود اختلاف ہوا ہے۔ کہ تاویل کرنے والے کو کافر کہا جائے یا نہیں۔

جو علماء تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہتے۔ ان کی دلیل یہ ہے۔ کہ تاویل کرنے والوں کے خون اور اموال کی حفاظت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کی وجہ سے ایک ثابت شدہ امر ہے ولم یثبت لنا ان الخطا فی التاویل کفر۔ یہ بات کہ تاویل میں خطا کرنا کفر ہے۔ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ دیکھو الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ۱۴۰ اور صـ۱۴۲ میں لکھا ہے وقد نص الامام الشافعی علی عدم تکفیر اھل الاھواء کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں تشریح کی ہے۔ کہ اھل اہواء کافر نہیں۔ اور مخزومی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے اہل اہواء سے وہ لوگ مراد لئے ہیں۔ جو محتمل تاویل کرتے ہیں۔ جیسے معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ۔

اور شرح فقہ اکبر مطبوعہ حیدر آباد صـ۹ میں لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی یہ کہے مجھے معلوم نہیں۔ کہ خدا نے مجھ پر نماز روزہ اور زکوٰۃ فرض کی ہے تو کافر ہوگا۔ لیکن اگر یہ کہے میں آیت اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ پر ایمان لاتا ہوں۔ مگر اس کی تاویل اور تفسیر نہیں جانتا۔ تو کافر نہیں ہوگا۔ لانہ مصدق بالتنزیل وان کان مخطأ فی التاویل۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کا مصدق ہے اگرچہ تاویل میں مخطی ہے۔

گواہ ۳ نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ خوارج سے جب بعض ضروریات دین کا انکار کرنا ثابت ہوا۔ تو نماز روزہ ان کو حکم کفر سے نہ بچا سکے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے باوجود ان کی بغاوت کے ان کو کافر نہیں کہا۔ چنانچہ امام ابن قیم نے لکھا ہے کہ خوارج نے حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو قتل کیا اور ان سے لڑے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کا قتل وہ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ تاویل کرکے اسی کو حق خیال کرتے تھے۔ اس لئے باوجود ان تمام باتوں کے حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"بانهم مومنون لیسوا کفارا - کہ وہ کافر نہیں ہیں مومن ہیں"
(منہاج السنتہ جلد ۳ صفحہ ۶۱-۶۳)

اور پھر لکھا ہے۔ کہ صحابہ اور تابعین نے نہ ان کی تکفیر کی اور نہ ان کو مرتد قرار دیا۔

اور البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۵۱ میں لکھا ہے۔

"وانما لا نکفر الخوارج باستحلال الدماء والاموال لتاویلھم وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل۔ کہ ہم خوارج کی باوجودیکہ انھوں نے مسلمانوں کے خون کرنا اور اموال لوٹنا جائز سمجھا۔ لیکن ان کے تاویل کرنے کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے۔"

اور فتح القدیر میں ہے۔ کہ مجتہدین سے خوارج کے بارے میں یہی امر ثابت ہے۔ کہ وہ کافر نہیں ہیں۔ (صفحہ ۱۲۹)

گواہ ۳ کے بیان کے مطابق خوارج نے ضروریات دین کا انکار کیا تھا۔ اس لئے وہ کافر ہوئے۔ لیکن میں نے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ اور تابعین اور مجتہدین امت کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ چونکہ تاویل کرتے تھے اور اُسے صحیح سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ کافر نہیں تھے۔ اور یمرقون من الدین الخ جو خوارج کے حق میں وارد ہوا ہے۔ اس کے معنی علامہ خطابی نے الطاعۃ کئے ہیں (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۵) کہ وہ امام اور خلیفہ کی اطاعت سے نکل جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ وہ یکدم حضرت علیؓ سے علیحدہ ہو گئے اور ان کے مخالف بن گئے۔

پس ان حوالجات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی ضروریات دین میں تاویل کرے اور قرآن وحدیث سے استنباط کر کے اسے صحیح خیال کرے۔ اگرچہ دوسرے کے نزدیک وہ تاویل غلط ہو تو اس پر کفر کا حکم لگانا کسی طرح جائز نہیں۔

لیکن میں پہلے ثابت کر چکا ہوں۔ کہ احمدی جماعت خاتم النبیین کے معنی میں تاویل نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے صحیح معنی کرتی ہے۔ جو عربی زبان و محاورات کی رُو سے بالکل درست ہیں لیکن ہمارے مخالف علماء اس کے تاویلی معنی کرتے ہیں۔ کیونکہ زبان عرب اور محاورات عرب کے لحاظ سے خاتم کے معنی آخر کے حقیقی معنی نہیں۔ بلکہ لازم معنی ہیں؛

(۱۰)

انقطاعِ نبوۃ پر دُوسری پیشکردہ آیات کا صحیح مطلب

دوسری آیات جو انقطاع نبوت پر مخالف گواہوں نے پیش کی ہیں۔ ان میں سے ایک آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ہے۔ گواہ کہتے ہیں۔ کہ جب دین کامل ہو چکا اور نعمت بھی کامل ہو چکی۔ تو اب کوئی جدید نبی نہیں آسکتا۔ کیونکہ کمال کے بعد اس کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

جواب پہلا ۔ اس کا یہ ہے۔ کہ گواہان خود حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے قائل ہیں۔ کیا دین میں کوئی نقص ہے جس کی اصلاح کیلئے وہ آئیں گے؟ اگر نہیں تو جس غرض کے لئے وہ حضرت عیسیٰؑ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہی غرض ہماری ہے۔ اور ہم حضرت مرزا صاحبؑ کو وہی موعود مسیح مانتے ہیں۔

دُوسرے ہم کب کہتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب ایسے نبی ہیں۔ جو نیا دین لائے ہیں آپ تو کامل مذہب اسلام ہی کے پیرو ہیں۔ اور ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ ہر نبی کیلئے نئی شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ بلکہ وہ محض پہلے دین کی اشاعت اور ترویج کیلئے بھی آسکتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں تورات کو تماماً علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیئ (انعام ع ۱۹) کہا گیا ہے یعنی تورات ایک کامل شریعت تھی۔ تو جب اسکی ترویج کیلئے حضرت موسیٰؑ کے بعد متواتر کئی نبی آئے۔ جو تورات پر عمل کرتے اور اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو آیت انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الخ (مائدہ ع ۷) تو اب آنحضرت صلعم کی اتباع میں کیوں ایسا نبی نہیں آسکتا؟

تیسرے اتمام نعمت سے مراد نبوت ہے۔ جیساکہ آیت ویتم نعمتہ علیک وعلی اٰل یعقوب کما اتمھا علی ابویک من قبل ابراھیم واسحاق (یوسف ع ۱) سے ظاہر ہے۔ پس امت محمدیہ پر اتمام نعمت کے معنی یہ ہوئے۔ کہ اسلام سے باہر اور آنحضرت صلعم کی اتباع کے بغیر کسی کو کوئی انعام نہیں مل سکتا یعنی اس امت مرحومہ سے باہر کوئی صالح۔ شہید۔ صدیق اور نبی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر پہلے انبیاء کی معیت اور اتباع سے صدیقیت اور شہادت کا مرتبہ مل سکتا تھا۔ تو اب حضرت رسول مقبول صلعم کی اتباع سے نبوۃ کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔ جیساکہ آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک

مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیّٖن والصدیقین والشہدآء والصالحین (نساء ۹)

سے ظاہر ہے۔

اب اگر اتمام نعمت کے یہ معنی کئے جائیں۔ کہ امت محمدیہ پر وحی ونبوت کا دروازہ بند ہے۔ اور کوئی شخص اس انعام کو اب حاصل نہیں کرسکتا۔ تو پھر امت محمدیہ کسی طرح خیر الامم نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قوم بنی اسرائیل کے صدہا مردوں کے علاوہ ان کی عورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مکالمہ مخاطبہ اور اپنی وحی سے مشرف فرمایا۔ لہٰذا روحانیت کے مراتب عالیہ سے یکسر محرومی کا نام اتمام نعمت نہیں ہوسکتا۔ پس یہ آیت کریمہ وحی ونبوت کے بقاء پر دلالت کرتی ہے۔ کہ دین اسلام کامل واکمل مذہب ہے۔ اس کے ہوتے کسی ایسے نبی کی ضرورت نہیں۔ جو نیا دین لیکر آئے۔ یعنی اسلام ہی وہ مکمل مذہب ہے۔ کہ ایک انسان اس کا پیرو ہوکر روحانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج حاصل کرسکتا ہے۔

دوسری آیت انقطاع نبوت پر وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ اور تیسری آیت قل یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا پیش کی ہے۔ سو۔ ان دونوں آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی عمومیت کا ذکر ہے۔ ان سے ہرگز یہ نہیں نکلتا۔ کہ آپ کے بعد ایسا کوئی نبی جو آپ کی شریعت کی اشاعت کرنیوالا ہو۔ نہیں آسکتا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کا آنا گواہان خود تسلیم کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد کا عقیدہ بتا رہا ہے۔ کہ ان آیات سے یہ استدلال کہ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ایک امر باطل ہے ؃

(۱۱)

پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب

گواہان نے انقطاع نبوت پر جو احادیث پیش کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلعم لعلیؓ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس میں صرف حضرت علیؓ کو خطاب ہے۔ کہ تو میرے بعد نبی نہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں تشریف لے جانے لگے۔ تو

حضرت علیؓ کو مدینہ میں پیچھے نگرانی کے لئے اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے عرض کی حضور مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ اے علیؓ کیا تمہیں یہ پسند نہیں۔ کہ تم میرے خلیفہ بنو جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ ان کے طور پر جانیکے بعد بنے تھے۔ مگر ہاں اتنی بات ہے کہ تم میرے بعد ہارونؑ کی طرح نبی نہیں ہوگے۔ صرف خلیفہ ہی رہوگے۔

پس ظاہر ہے کہ یہاں بعدی سے مراد محض یہی ہے۔ کہ میرے پیچھے جنگ تبوک کے عرصہ میں کوئی نبی نہ ہوگا۔ صرف خلیفہ ہوگا۔ اور اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کئے جائیں۔ تو دونوں جملوں میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اور نہ ہی تشبیہ درست ہوسکتی ہے۔ کیونکہ وجہ شبہ۔ ان دونوں مشبہ اور مشبہ بہ یعنی حضرت علیؓ اور حضرت ہارونؑ کے مابین خلافت ہے۔ اور حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہی نہیں ہوئے۔ کیونکہ آپ حضرت موسیٰؑ سے پہلے وفات پاگئے تھے۔ (ملاحظہ ہو طبری فتح الباری۔ عینی جلد ۷ صفحہ ۶۳۲) لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ آپ اثبات خلافت تو زندگی کی حالت کا کریں۔ اور نبوۃ کا استثناء اپنی موت کے بعد کا۔ شیعہ صاحبان نے اسی معنوی غلطی کیوجہ سے حضرت علیؓ کی خلافت پر استدلال کیا ہے۔ کہ اس حدیث کے مطابق حق خلافت حضرت علی کا تھا۔ مگر شارحین حدیث نے یہی جواب دیا ہے۔ کہ وفات کے بعد معاً یہاں خلافت کا ذکر نہیں۔ کیونکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ سے پہلے فوت ہوچکے تھے۔ (دیکھو عینی جلد ۷ صفحہ ۶۳۲ مصری) علامہ سندھی نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ حضرت ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ان کے فوت ہونیکے بعد نہیں ہوئے (ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۸ مصری) چنانچہ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ حضرت علی کو خطاب ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"قال علیہ السلام یا علی اما ترضیٰ ان تکون کہارون من موسیٰ غیر انک لست نبیا۔ قال بلیٰ یا رسول اللہ"۔ (طبقات کبیر لابن سعد الجزء الثالث صفحہ ۱۵)

کہ اے علیؓ کیا تم اس بات پر راضی نہیں۔ کہ میرے خلیفہ بنو۔ جیسے ہارونؑ۔ موسیٰؑ کے خلیفہ بنے تھے مگر ہاں تم نبی نہیں ہوگے۔ اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ ہوئی۔ کہ شبہ پڑتا تھا۔ کہ حضرت ہارون کی طرح شاید حضرت علیؓ بھی خلیفہ ہونے کی صورت میں نبی ہونگے۔ کیونکہ آپ کو حضرت ہارون سے مشابہت دی گئی تھی۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے وضاحت فرمادی۔ کہ تم میرے بعد صرف خلیفہ ہی ہوگے نبی نہیں ہوگے ؛؛

(۱۲)

علماء نے لانبی بعدی کے کیا معنی کئے؟

۱۔ حضرت امام محمد طاہر نے تکملہ مجمع البحار صد۸۵ میں لانبی بعدی کے معنی کئے ہیں۔" اراد لا نبی ینسخ شرعه" کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے۔ جو حضور علیہ السلام کی شریعت کا ناسخ ہو۔ بالفاظ دیگر حضور علیہ السلام کے بعد ایسے نبی کا آنا ممتنع نہیں جو حضور کا متبع ہو۔

۲۔ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

" انما ارتفعت نبوة التشریع فهذا معنی لا نبی بعده الخ کہ صرف تشریعی والی نبوۃ مرتفع ہوگئی ہے۔ پس یہی معنی لانبی بعدی کے ہیں۔ اور ہم نے اچھی طرح معلوم کر لیا ہے۔ کہ لانبی بعدی سے یہ مراد ہے۔ کہ خاص شریعت لانیوالا کوئی نبی نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ آپ کے بعد مطلق کوئی نبی نہ ہوگا۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳)

پھر فتوحات مکیہ جلد ۲ صد۳ میں لکھتے ہیں:۔

" وہ نبوت جو آنحضرت صلعم کے وجود سے منقطع ہو گئی وہ تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ پس کوئی ایسی شریعت نہیں ہوگی جو شریعتِ محمدیہ کی ناسخ ہو۔ اور نہ اب آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد ہوگا۔ اور یہی معنی حضور علیہ السلام کے قول" ان الرسالة والنبوة قد انقطعت الخ" کے ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا۔ جو میری شریعت کے مخالف ہو۔" بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی"۔ بلکہ جب بھی ہوگا۔ میری شریعت کے ماتحت ہوگا"

پھر یہ بھی واضح رہے کہ لانبی بعدی میں۔ لا۔ نفی جنس کا نہیں ہے۔ بلکہ کمال کا ہے۔ احادیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے

" اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده" (بخاری جلد ۲ کتاب الخمیس مطبوعہ مصر صد۱۲۹)

کہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا تو اسکے بعد کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہو جائیگا۔ تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا" علامہ خطابی نے اسکے معنی کئے ہیں۔" معناه فلا قیصر بعده یملك مثل ما یملك هو" (فتح الباری جلد ۶)

یعنی اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ پہلے جیسی وسیع سلطنت کا مالک کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ قیصر کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ مگر باپ کی طرح صاحب شکوہ نہیں تھا۔

اسی طرح ایک مشہور قول ہے۔ لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ یہاں بھی وہی لا ہے جو لا نبی بعدی میں ہے۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ حضرت علیؓ جیسا شجاع جوان کوئی نہیں ہوگا۔ اور نہ ذوالفقار جیسی آئندہ کوئی تلوار ہوگی۔ یوں تو جوان بھی بہت ہونگے۔ اور تلواریں بھی ہونگی۔ مگر جو خوبی اور کمال حضرت علیؓ میں ہے وہ کسی جوان میں نہیں ہوگا۔ پس لا نبی بعدی کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم المرتبت اور جامع جمیع کمالات۔ نبی۔ کوئی نہ ہوگا۔

دوسری حدیث مخالف گواہان نے انقطاع نبوت پر دوسری حدیث یہ پیش کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کی سیاست نبی کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا فوراً اس کا خلیفہ ہوتا۔ اور جان لو۔ کہ میرے بعد نبی نہیں عنقریب خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہاں بعد سے مراد بعدیت متصلہ ہے۔ جیسا کہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ جب کوئی نبی فوت ہوتا تو معاً اس کا قائم مقام ایک دوسرا نبی ہوتا۔ لیکن آپ کے بعد ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ کی قوت قدسیہ اور روحانی تربیت انبیاء بنی اسرائیل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لئے امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہاں ایک لمبے عرصہ کے بعد ضرورت ہوگی۔ چنانچہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ سب سے بہتر اس صدی کے لوگ ہیں جسمیں میں ہوں۔ پھر وہ جو ان سے ملیں گے یعنی تابعین پھر تبع تابعین۔ ثم یفشو الکذب کہ پھر جھوٹ اور گمراہی پھیل جائے گی۔ تین صدی کے بعد کے زمانہ کا نام حضورؐ نے فیج اعوج رکھا ہے۔ چنانچہ آپ کے بعد ایک لمبا زمانہ گذرنے پر جب ضلالت وگمراہی انتہا کو پہنچ گئی۔ تو ان کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث کیا ؛

تیسری حدیث قال علیہ السلام ختم بی النبیون۔ اس کا جواب یہ ہے۔ جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ ای لا یوجد من یأمرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس۔ (تفہیمات الٰہیہ) کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے شارع بنائے ؛

چوتھی حدیث انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ کہ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

اس کے جواب میں واضح رہے۔ کہ عاقب کی یہ تفسیر حضور علیہ السلام نے نہیں کی۔ کہ عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ بلکہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ جیسا کہ حضرت ملا علی قاری نے لکھا ہے۔

"الظاهر ان هذا التفسير للصحابي او من بعده وفي شرح مسلم قال ابن الاعرابي العاقب الذي يخلف في الخير من كان قبله"
(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶)

کہ یہ ظاہر بات ہے۔ کہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ اور شرح مسلم میں ابن الاعرابی نے کہا ہے۔ کہ عاقب اُسے کہتے ہیں۔ جو نیکی میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو اور شرح صحیح مسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ عاقب کی یہ تفسیر زہری نے کی ہے۔ جو صحابی نہیں ہے۔

دوسرے اسکا مطلب صاف یہ ہے۔ کہ حضور کا دور نبوت قیامت تک ممتد ہے آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کے مبارک دور کو ختم کر دینے والا ہو۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ کہ آپ کی شریعت مطہرہ قیامت تک کیلئے ہے۔

غرضیکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں آئیگا چنانچہ اسکی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ علامہ عینی شارح بخاری نے اسکے متعلق لکھا ہے۔ کہ

"ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کے بعد سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں آیا۔ لیکن ان کا یہ استدلال قوی نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ کے بعد جرجیس اور خالد ابن سنان دو نبی پیدا ہوئے۔ پس حدیث کے معنی یہ ہوئے۔" ليس بيني وبينه نبي بشريعة مستقلة "کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی صاحب شریعت مستقلہ نبی نہیں آیا"۔

پس اسی طرح لیس بعدہ نبی کے معنی ہوئے۔ کہ آپکے بعد مستقل شریعت والا کوئی نبی نہ ہوگا۔

پانچویں حدیث

لم يبق من النبوة الا المبشرات۔ کہ نبوت ختم ہو گئی صرف مبشرات یعنی رؤیائے صالحہ باقی ہیں۔

اس کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے۔ ورنہ خواص کو اس سے بڑھکر انعامات مل سکتے ہیں۔ اور ملے ہیں۔ جیسا کہ محدثین نے خود مانا ہے ملاحظہ ہو ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ حاشیہ سندی

"المراد انها لمتبق علی العموم والا فالالھام والکشف للاولیاء موجود"
کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کیلئے نبوت سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ اور اولیاء کے لئے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کھلا ہے۔ دوسرے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے۔ اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ آئمہ کے اقوال سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ اس امت کے خواص اور کامل افراد کو وحی بھی ہوتی ہے اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ کہ وحی مبشرات نیند اور غیر نیند دونوں میں ہوتی ہے وقد یکون وحی البشائر ایضاً بواسطۃ ملک (الیواقیت والجواہر ص۹۶) اور کبھی وحی البشائر بواسطہ فرشتہ بھی ہوتی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ مبشرات بھی ایک قسم کی نبوت ہے۔ بلکہ غیر تشریعی نبوت کا ہی دوسرا نام مبشرات ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین (انعام ع۵) دوسری جگہ فرمایا۔ فبعث اللہ النبین مبشرین ومنذرین۔ (البقرہ ع۲۶) کہ نبی اور رسول مبشر اور منذر ہو کر آتے ہیں۔ پس مبشرات ایک قسم کی نبوت ہی ہے اس لئے حضور نے فرمایا۔ کہ نبوت کی اقسام میں سے ایک قسم مبشرات باقی ہے یعنی غیر تشریعی نبوۃ جاری ہے

چھٹی حدیث

انی آخر الانبیاء وانتم آخر الامم اور دوسری حدیث انا آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد (مسلم) کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

اس حدیث کے متعلق یہ گذارش ہے۔ کہ اس کا بھی وہی مطلب ہے۔ جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی صاحب شریعت نبی۔ چنانچہ حضور نے آخر الامم فرما کر بتلا دیا۔ کہ اس سے وہ نبی مراد ہیں جو اپنی مستقل امت بنایا کرتے ہیں۔ یعنی آپ آخری شارع نبی ہیں۔ لہذا آپکی اتباع اور فیض روحانی سے کسی امتی کا نبی ہونا آپکے آخری نبی ہونیکے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی نئی امت نہیں بنائیگا۔ بلکہ خود امتی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔ لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور کا یہ فرمانا کہ تم آخری امت ہو صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ ان انبیاء کے آخری فرد ہیں۔ جو نئی امت بنایا کرتے ہیں۔ اور پہلے نبی کی شریعت کو منسوخ کر کے اپنی شریعت قائم کرتے ہیں۔

اور دوسری حدیث۔ مسجدی آخر المساجد سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جسطرح مسجد نبوی کا تمام مساجد کے آخر ہونا یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ آئندہ کوئی مسجد۔ اسوقت تک مسجد نہیں کہلا سکتی جبتک کہ وہ مسجد نبوی

کے ماتحت نہ ہو۔ یعنی اگر اس کا بھی وہی قبلہ ہو۔ جو مسجد نبوی کا ہے۔ تو مسجد ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ماتحتی میں تو نبی آسکتا ہے لیکن حضور سے الگ ہو کر جو نیا قبلہ بنائے۔ نیا کلمہ لائے اور نئی شریعت چلائے۔ ایسا قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس جس طرح مسجد نبوی کے ماتحت مسلمانوں کی مسجدیں بنتی ہیں اور اُن سے حدیث آخر المساجد کا مضمون قائم رہتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت کی ماتحتی میں کسی کے نبی ہو جانے سے حضور کے آخر الانبیاء ہونے میں فرق نہیں آسکتا چنانچہ ملّا علی قاری نے لکھا ہے۔ کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا۔ جو آپ کی ملّت کو منسوخ کرے اور آپکی امت سے نہ ہو۔

آخر کے معنی

یہ بھی یاد رہے۔ کہ آخر کا لفظ عربی زبان میں اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو اپنے فن میں منتہی ہو اور کمال رکھتا ہو۔ یعنی فقید المثال ہو۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کو ان کے تبحر علمی کی وجہ سے آخر المجتہدین لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"سیدنا الامام۔ العالم العلامہ۔ امام الائمۃ قدوۃ الامۃ علامۃ العلماء وارث الانبیاء آخر المجتہدین۔ اوحد علماء الدین"

(الاشباہ والنظائر جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ حیدر آباد)

اسی طرح ایک حماسی شاعر کہتا ہے:۔

شری ودّی وشکر ی من بعید ؛ لاٰخرِ غالب ابدًا ربیع

مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

"ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کیلئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے۔" (حماسہ باب الادب)

پس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ حضور انبیاء کے پاک گروہ میں سب سے برتر اور عدیم المثال اور کامل واکمل فرد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود

ساتویں حدیث

مثلی ومثل الانبیاء من قبلی الخ کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایک مکان کی ہے۔ جو کسی شخص نے بنایا۔ اور اسمیں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی پس وہ آخری اینٹ میں ہوں۔

جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں خود من قبلی کے الفاظ بتا رہے ہیں۔ کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت ہے۔ جو حضور سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کا اسمیں کوئی ذکر نہیں۔ دوسرے اگر آئندہ نبی آنے کی نفی نکل سکتی ہے۔ تو صرف ایسے نبی کی۔ جو آنحضرت صلعم سے پہلے انبیاء کی طرح مستقل اور بلاواسطہ ہو جیسا کہ من قبلی سے ظاہر ہے ::

تیسرے۔ گذشتہ انبیاء اور ان کے صحائف کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ انکی شرائع بلحاظ دنیا کی اقوام کے ناقص اور غیر مکمل تھیں۔ اس لئے ایک کامل شریعت کی ضرورت تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ حضور قرآن مجید جیسی مکمل کتاب لائے۔ لہٰذا مکان میں جو نقص تھا۔ وہ آپکی وجہ سے پورا ہو گیا اور مکان مکمل ہو گیا۔

پس آپکے بعد آئندہ کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے۔ اور قرآن مجید کو ناقص ٹھیرائے کیونکہ شریعت اب کامل ہو چکی ہے۔ لیکن ہاں جو قرآنی شریعت کی اشاعت اور ترویج کیلئے اور اُسپر عامل ہو کر نبی ہو اُسے یہ مکان مانع نہیں۔ اس لئے کہ وہ اسی آخری اینٹ میں داخل ہے اس سے باہر نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنیسے چار قسم کے لوگ امت میں پیدا ہونگے۔ یعنی نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح۔ پس مندرجہ بالا حدیث میں جن انبیاء کا ذکر ہے۔ وہ مستقل و بالاصالت نبی ہیں جنکا آنا آنحضرت صلعم کے بعد منقطع ہے۔ امتی نبی کا آنا منع نہیں۔

چوتھے اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب ہرگز نہیں آسکتے۔ کیونکہ وہ اس مکان کی اینٹوں میں سے ایک اینٹ ہیں جو اپنی جگہ پر لگ چکے ہیں۔ اگر انہیں دوبارہ لایا جائے۔ تو مکان میں ایک اینٹ کی جگہ پھر خالی ہو جائیگی۔ اور مکان بدستور سابق عیب دار ہو جائیگا۔ تو وہ کمال جو آنحضرت صلعم کی وجہ سے مکان میں پیدا ہوا تھا زائل ہو جائیگا۔ اور ختم نبوت ٹوٹ جائیگی۔ کیونکہ انکی نبوت مستقل اور بالاصالت ہے۔ آنحضرتؐ کی اتباع کا نتیجہ نہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح ناصری کا دوبارہ آنا ختم نبوۃ کے منافی ہے لیکن حضور علیہ السلام کی اتباع میں فنافی الرسول ہو کر نبی بننے والا ختم نبوۃ کا توڑنیوالا نہیں

آٹھویں حدیث

لوکان بعدی نبی لکان عمر الخ۔ کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا۔ تو وہ عمر ہوتے۔

جواب اوّل یہ ہے۔ کہ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے غریب کہا ہے۔

دوسرے ملا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ

"اگر حضرت عمر نبی ہو جاتے۔ تو باوجود نبی ہونے کے وہ آپ کے تابعین میں سے ہوتے اور خاتم النبیین سے مراد یہ ہے۔ کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا۔ جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔" (موضوعات کبیر ص۹۶)

تیسرے۔ بعد کے معنی عربی زبان میں معیت کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اقرب الموارد میں لکھا ہے۔ بعد نقیض قبل وقد یرد بمعنی مع کقولہ

فقلت لها فیئی الیک فاننی ؛ حرام وانی بعد ذاک لبیب

اس لحاظ سے حدیث کے معنی یہ ہوئے۔ کہ اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا نبی ہونا ہوتا۔ تو حضرت عمر ہوتے

چوتھے۔ لفظ بعد بمعنی درجہ اور مرتبہ بھی آتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

"قال ثم انا اجود بنی ادم واجودھم من بعدی رجل علم علما فنشرہ (مشکوٰۃ مطبوعہ دہلی ص۲۹)

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ اللہ کے بعد بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور میرے بعد یعنی میرے درجہ پر سخاوت کے مرتبہ میں وہ آدمی ہے جس نے علم سیکھا اور اسکو لوگوں میں پھیلایا۔"

اس کے علاوہ بعد کا لفظ غیر اور سوا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ (فاطر ع) کہ جس خیر کو اللہ تعالیٰ روک لے تو اُسے اس کے سوائے کوئی نہیں کھول سکتا۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے۔ فبایّ حدیث بعد اللہ وایاتہ یؤمنون ( ) کہ اللہ اور اُس کی آیات کے سوا اور کس چیز پر ایمان لاؤ گے؟

اور تفسیر جلالین جلد ۲ ص۲۹ میں آیت لا ینبغی لاحد من بعدی میں بعدی کے معنی سوائی (میرے سوا) کئے ہیں اور آیت فمن یھدیہ من بعد اللہ کے معنی "اللہ کے سوا" کئے ہیں۔ پس ان دونوں معنوں کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر میرے سوائے کسی اور کو نبی بنایا جاتا۔ تو حضرت عمر میں اتنی قابلیت تھی کہ وہ نبی ہوتے۔ اور اس سے آنحضرت صلعم کا مقصد صرف حضرت عمر کی تعریف اور ان کی فضیلت کا اظہار ہے۔ کہ وہ بہت صائب الرائے اور عالی دماغ ہیں۔ اس میں ختم نبوت کا اظہار مقصود نہیں۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ اُبعث لبعثتَ یا عمر (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص۵۳۹) کہ اے عمر اگر میں مبعوث نہ کیا جاتا۔ تو تُو مبعوث کیا جاتا۔ دوسری روایت میں ہے۔ لولم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (کنوز الحقائق ص۱۰۳) اور تاریخ الخلفاء میں امام سیوطی نے اسی حدیث

کو حضرت ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور یہی حدیث اس طرح بھی مروی ہے لو لم ابعث لبعث بعدی عمر (کنوز الحقائق ص۱۰۳) کہ اگر میں نہ بھیجا جاتا۔ تو عمر نبی بنا کر مبعوث کیا جاتا؛ اس روایت نے بعدی کے معنی بھی حل کر دئے۔ کہ بعد سے مراد آپ کی وفات کے بعد نہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہیں۔ آپ کے مبعوث نہ ہونیکی صورت میں حضرت عمر مبعوث ہوتے۔

نویں حدیث

سیکون فی امتی ثلثون کذابون۔ کہ میری امت میں تیس کذاب ہونگے۔ اُن میں سے ہر ایک اپنے آپکو نبی خیال کریگا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

جواب اوّل۔ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کہ جو بھی اب آپکے بعد قیامت تک نبوۃ کا دعویٰ کرے۔ وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں آنیوالے مسیح موعود کو خود حضور نے نبی اللہ کے معزز ترین لقب سے ملقب فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم۔ عدد تیس کی تعیین بھی بتا رہی ہے۔ کہ کوئی سچا بھی آسکتا ہے۔

دوسرے۔ واضح رہے کہ اس حدیث کا مضمون آج سے قریبًا پانچسو سال پہلے پورا ہو چکا ہے۔ اور مذکورہ ۳۰ دجال و کذاب گذر چکے ہیں۔ جیسا کہ شرح مسلم میں لکھا ہے۔

فانہ لو عُدَّ من تنبّأ من زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلغ ھذا العدد۔

کہ اگر جھوٹی نبوت کے دعویداروں کا شمار کیا جائے تو یہ تعداد (۳۰) کی پوری ہو چکی ہے۔ اور تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنیوالا ہر شخص اسے جانتا ہے۔ اگر شرح کے لمبا ہو جانیکا خوف نہ ہوتا۔ تو ہم ان کے نام بھی لکھ دیتے۔" (شرح مسلم لابی مالکی وسنوسی جلد ۷ ص۲۵۸ مصری)

اور نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

"در حدیث ابن عمر است سی کذاب . . . . و در روایتے از عبداللہ ابن عمر نزد طبرانی است۔ بر پا نمی شود ساعت تا آنکہ بیرون آید ہفتاد کذاب ونحوہ عند ابی یعلی من حدیث انس۔ حافظ ابن حجر گفتہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف است۔ اگر ثابت شود محمول باشد بر مبالغہ نہ بر تحدید۔ و اما تحدید۔ پس اخراج کرد احمد از حذیفہ بسند جید کہ باشند در۔ امت من کذابان دجالان بست و ہفت۔ از آنہا چار زن باشند۔ و من خاتم النبیین ام۔ نیست بعد از من نبی۔ و ایں دلالت دارد بر آنکہ روایت ثلاثین بجزم بر طریق جبر کسر است۔ و مؤید اوست روایت بخاری کہ عنقریب گذشتہ" (حجج الکرامہ صفحہ ۲۴۳)

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱ - حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں ۳۰ یا ۷۰ کذابوں کی خبر آئی ہے کہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ ضعیف ہیں۔

۲ - اگر صحیح بھی ہوں۔ تو یہ اصل تعداد نہیں سمجھی جائے گی۔ بلکہ اسے مبالغہ پر محمول کیا جائے گا۔ (اور نیز اس میں نبوت کے دعویٰ کی شرط نہیں ہے)

۳ - اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے۔ جو مسند امام احمد میں عمدہ سند سے بیان ہوئی ہے۔

۴ - بخاری کی حدیث کے الفاظ کہ ۳۰ کے قریب کذاب ہونگے۔ اس کے مؤید ہیں۔ کہ اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے۔

اور ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ یہ ۳۰ کذابوں کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ اور اب سچے نبی کی آمد کا وقت ہے۔ کیونکہ صبح کاذب کے بعد ہمیشہ صبح صادق کا طلوع ہوتا ہے۔ بقول استاد ذوق

مقدم صدق پہ ہے کذب گرچہ صدق خالق ہے ⁂ کہ پہلے صبح کاذب اور پیچھے صبح صادق ہے

(۱۳)

اجماع کی بحث

(۱)

مخالف گواہان نے بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ اور جو حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اور اس پر صحابہؓ۔ تابعین اور تمام امت کا اجماع ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ صرف صحابہ کے اجماع کا منکر کافر ہے۔ دوسرے کا نہیں۔

دیوبندی علماء کے اس لایعنی دعوے کا بطلان گذشتہ اوراق میں کافی ہو چکا ہے۔ اور میں خاتم النبیین کی تفسیر میں صحابہؓ کرام اور ائمہ کبار کے اقوال پیش کر چکا ہوں۔ جن میں بصراحت ذکر ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد امتی نبی کا آنا ممتنع نہیں۔ ہاں صاحب شریعت جدیدہ نبی کا آنا منع ہے۔ اور قرآن مجید میں خاتم النبیین ہے۔ آخر النبیین نہیں۔ اور جس حدیث میں آخر الانبیاء آیا ہے۔ وہ روایت احاد میں سے ہونے کی وجہ سے ظن کا مرتبہ رکھتی ہے۔ اور اعتقاد کی بناء ظن پر نہیں رکھی جا سکتی۔ اس کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ کہ اعتقادات میں دلائل یقینیہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"ان المعتقد فی العقائد هوالادلة الیقینیة واحادیث الاحاد لوثبتت انما تکون ظنیة۔ (شرح فقہ اکبر لملا علیقاری صلا ۹) کہ عقائد میں ادلہ یقینیہ کا ہونا ضروری ہے اور احاد حدیث اگر صحیح بھی ثابت ہو جائیں تو بھی وہ ظنی ہیں۔

دیوبندی علماء نے اپنی تائید میں کوئی ایسی روایت پیش نہیں کی جسمیں لکھا ہو کہ ان کے بیان کردہ معنوں پر تمام صحابہؓ اور تابعین نے اجماع کیا ہے۔ انھوں نے یہ بیان کرنے میں بھی مغالطہ کھایا ہے۔ کہ مطلق اجماع صحابہ کا منکر کافر ہوگا۔ حالانکہ اجماع صحابہ کی صرف ایک قسم ایسی ہے۔ کہ اسکا منکر علماء کے نزدیک کافر ہے۔ دوسرے اجماع کا نہیں۔ جیسا کہ نورالانوار شرح المنار صلا ۱۸۹ میں ہے۔

اجماع الصحابة نصًا مثل ان یقولو اجمیعا اجمعنا علی کذا فانه مثل الاٰیة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علیٰ خلافة ابی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهو المسمیٰ بالاجماع السکوتی ولا یکفر جاحده۔ کہ سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ کا ہے۔ کہ وہ سب متفق ہو کر کہیں۔ کہ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا۔ تو وہ آیت اور خبر متواتر کی طرح یقینی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اسی قسم کا اجماع ہوا۔ اور دوسری قسم اجماع کی یہ ہے کہ بعض صحابہ نے اتفاق کیا لیکن دوسرے خاموش رہے۔ تو اسکا نام اجماع سکوتی ہے۔ اور اسکا منکر کافر نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع کی اس تعریف کے مطابق علماء دیوبند اپنے مزعومہ دعوی کے اثبات میں قطعاً ناکام رہے ہیں۔ اور گو اہان دیوبند کا یہ کہنا کہ فلاں عالم نے لکھا ہے کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے سب متفق ہیں کہ اب نبی نہیں آسکتا۔ ہرگز حجت نہیں جیسا کہ ارشاد الفحول صلا ۸۶ میں ہے:۔

"وزعم قوم ان العالم اذا قال لا اعلم خلافا فهو اجماع وهو قول فاسد" کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ اگر عالم یہ کہدے کہ اس مسئلہ میں سب متفق ہیں کوئی خلاف نہیں۔ تو وہ اجماع ہوگا۔ یہ صحیح نہیں بلکہ ایک باطل قول ہے۔

مصنف ارشاد الفحول نے اپنے اس دعوی کی تائید میں چند مثالیں دی ہیں چنانچہ لکھتا ہے کہ جس طرح امام شافعی نے گائے کی زکوٰۃ میں یہ حکم لگاتے ہوئے کہ ۳۰ سے کم میں تبیع (ایک برس کا بچھڑا) نہیں ہے۔ کہا ہے۔ کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ حالانکہ اس میں خلاف مشہور ہے۔ اور اسی طرح امام مالک نے ردِ قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے متعلق لکھا ہے۔

"وهذا مما لااختلاف فیه بین احد من الناس ولا ببلد من البلدان والخلاف

فیہ شھیر۔ کہ یہ مسئلہ ایسا ہے جسمیں کسیکو اختلاف نہیں حالانکہ اسمیں جو اختلاف ہے۔ وہ بہت مشہور ہے۔"

"اور حضرت عثمانؓ رد یمین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور انکار پر فیصلہ کر دیتے تھے۔ اسیطرح حضرت ابن عباسؓ اور حکم تابعی وغیرہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حضرت امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب جو اپنے وقت کے قاضی تھے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جب بڑے بڑے مقتدر علما اور اکابر ائمہ پر لوگوں کا اختلاف مخفی رہ سکتا ہے۔ تو دوسروں سے جو انکے مرتبہ کے نہیں کیوں کوئی اختلاف مخفی نہیں رہ سکتا۔

پس کسی کا یہ دعویٰ کر دینا کہ ہمارے اس پیشکردہ مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں سب متفق ہیں۔ ایک دعوےٰ بلا دلیل ہے۔

اور تواتر معنوی کے متعلق مسلم الثبوت صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے۔ واستبعد الامام الرازی التواتر المعنوی سیما علی حجیتہ۔ (صفحہ ۱۷۰) کہ امام رازی نے تواتر معنوی کو مستبعد سمجھا ہے۔ خصوصاً اسکے حجت ہونیکو۔ یعنی جب اخبار احاد سب کی سب ظنی ہیں تو مجموعہ ظن کا بھی ظنی ہی ہونا چاہیئے۔ اس لئے تواتر معنوی حجت قوی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اس کے منکر کو خارج از اسلام اور مرتد قرار دیا جائے۔

لہذا جب احادیث سے صحابہ کرام کا اجماع ان معنوں پر جو علماء دیوبند نے خاتم النبیین کے کئے ہیں ثابت نہیں۔ تو محض علماء کے قول کی بنا پر اجماع کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے۔ جیساکہ یہود نا مسعود نے اس بات پر اجماع کیا۔ کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ بلاحظہ ہو مسلم الثبوت صفحہ ۱۷۰ لکھا ہے۔

"اجماع الیہود علی ان لا نبی بعد موسیٰ"

پس اگر ان علماء دیوبند وغیرہ کا اجماع بھی اسی قسم کا ہے تو ہم مانتے ہیں۔ کہ ایسا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ سید ولد آدم سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ میری امت بھی یہود کے قدم بقدم چلیگی۔ اور یہود سے پہلے بھی اسی قسم کے علماء نے حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات پر اسی طرح کا اجماع کر لیا تھا۔ کہ یوسف علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اس واقعہ کو حکایتہً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ سورہ مومن ع ۴۔ حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً۔ پس جس طرح پہلے بعض بد قسمت لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند کرنا چاہا۔ اور وہ ناکام و نامراد رہے۔ کیونکہ وہ حق پر نہ تھے! اسی طرح آجکل کے علماء جو کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روحانی نعمتوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ حق پر نہیں ہیں:

(۱۴)

مسیلمہ کذّاب وغیرہ سے قتال کی وجہ

علماء دیوبند نے ایک دعویٰ یہ کیا ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ وغیرہ سے قتال اس لئے کیا گیا کہ صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ جو بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبوۃ کا دعویٰ کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس دعوی کی انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی۔ اور ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کا اس بارہ میں کوئی اجماع نہیں ہوا۔ البتہ مسیلمہ کذاب سے صحابہ کا جنگ کرنا ثابت ہے اور اسکی وجہ محض اسکی بغاوت اور اسلامی حکومت کا مقابلہ اور خود بادشاہ بننا تھا۔ اور اصل غرض اسکی یہی تھی۔ کہ کسی طرح بادشاہ بن جائے۔ نبوت کا دعویٰ تو اس کے حصُول کیلئے صرف ایک ذریعہ بنایا تھا۔ اسکا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب وہ مدینہ میں آیا۔ تو اس نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مسلمان ہونے اور حضور کی اتباع کرنے کیلئے یہ شرط پیش کی۔ کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ مقرر کریں تو میں آپکی اتباع کروں گا۔ حضور نے اسے منظور نہ کیا۔ اور جلال آفرین لہجہ میں فرمایا کہ اگر تو یہ کھجور کی لکڑی بھی جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ طلب کرے تو نہیں دیجائے گی۔ اور حضور اُسے چھوڑ کر تشریف لے گئے (بخاری)۔ اس کے بعد اس نے آنحضرت صلعم کو ایک خط لکھا۔ کہ

"من مسیلمۃ رسول اللّٰہ الیٰ محمد رسول اللّٰہ۔ سلام علیک فانی قد اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریشا قوم یعتدون۔" (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۴۹ وحجج الکرامہ صفحہ ۲۳۴)

کہ میں امر میں آپکے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔ پس آدھا ملک ہمارا اور آدھا آپکی قوم قریش کا ہوگا۔ حضور نے جواب دیا۔ ان الارض للّٰہ یورثہا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین (تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷ وحجج الکرامہ) کہ ملک سارا اللہ کا ہے۔ جسے چاہے دے اور انجام متقیوں کا اچھا ہے۔ حضور کے اس جواب کے بعد مسیلمہ نے ایک باغیہ عورت سجاح نامی سے دوستی پیدا کر لی۔ جو پہلے سے ہی مسلمانوں کے ساتھ قتال کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اور اُسے کہا اکل بقومی وقومك العرب (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۱۸) کہ میں اپنی اور تیری قوم کی مدد سے سارے عرب کو فتح کر لونگا۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے آویزش شروع کر دی چنانچہ حضور کے دو مدنی صحابیوں کو جو اتفاقاً اُسے راستے میں مل گئے تھے۔ اپنی

نبوت کے ماننے پر مجبور کیا۔ ایک تو مرتد ہو گیا لیکن دوسرے صحابی حبیب ابن زید نے اسے نہ مانا۔ اس پر اس مردود نے ان کے تمام اعضاء کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ (تاریخ الخمیس جلد ۲ صلا ۲۴۱) اور جب مسلمانوں سے اس کی لڑائی ہوئی۔ تو ۴۰ ہزار سپاہی اُسکے لشکر میں موجود تھے۔ جنھوں نے نہایت سختی سے صحابہ کا مقابلہ کیا۔
مندرجہ بالا تواریخی واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب پر لشکر کشی محض اس کے دعویٰ نبوۃ کی وجہ سے نہیں کی گئی۔ بلکہ اس سے قتال کی اصل وجہ یہ تھی۔ کہ وہ اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتا تھا۔ لہذا اس قتال سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ صحابہ کا اس بات پر اجماع ہوا تھا۔ کہ آپؐ کے بعد ہر مدعی نبوت کو قتل کر دیا جائے ہرگز صحیح نہیں۔
اسی طرح طلیحہ کے ساتھ ہوا۔ اس نے آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن اپنی غرض پوری ہوتے نہ دیکھکر حضور کی زندگی میں ہی مرتد ہو گیا۔ اور سمیراء مقام کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ اور اس جگہ اس نے ایک کافی لشکر اپنے گرد جمع کر لیا۔ حتیٰ کہ حضور کی وفات کے بعد تین قبیلے غطفان۔ ہوازن۔ اور طے اس کے ساتھ مل گئے۔ اور جب شہر مدینہ پر چھاپا مارا گیا۔ تو چھاپہ مارنیوالوں کے دو حصے تھے۔ ایک ابرق میں مقیم تھا۔ اور دوسرا ذی القصہ میں۔ اس دوسرے حصہ پر طلیحہ نے اپنے بھائی کو سالار لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ اور عبس و ذبیان کو جب حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی۔ تو یہ بھی اس کیساتھ مل گئے۔ اور پھر ان تمام قبائل نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں۔ بعض کو زندہ جلا دیا اور بعض کے کان ناک اور ہاتھ کاٹ دئے۔ چنانچہ طبری جلد ۴ صنہ ۱۹۰ میں لکھا ہے۔ ولم یقبل (خالد + بعد ھزیمتھم) من احد من اسد وغطفان ولا ھوازن ولا سلیم ولا طیئ الا ان یأتوہ بالذین حرقوا ومثلوا وعد واعلیٰ اھل الاسلام فی حال ردّتھم۔
پس طلیحہ بن خویلد الاسدی سے جنگ کی وجہ اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔
اسی طرح اسود عنسی مدعیٔ نبوۃ کاذبہ سے جو جنگ کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس نے مرتد ہوتے ہی علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور آنحضرت صلعم کی طرف سے جو عاملین صدقات مقرر تھے۔ انہیں تنگ کیا۔ اور اُن سے ان صدقات کا جو وہ وصول کر چکے تھے واپسی کا مطالبہ کیا۔ عمّال ابھی تردّد میں تھے۔ کہ اس نے قبائل مذحج و نجران کو ساتھ لیکر مسلمانوں کے حاکم والیٔ یمن شہر بن باذان پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اور اسکی بیوی کو جبراً اپنے عقد نکاح میں لیکر ملک یمن کا حاکم بن بیٹھا۔ آنحضرت صلعم نے اس بغاوت اور کشت و خون کی خبر سُنکر حضرت معاذ بن جبل کو خط لکھا۔ کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ شہر بن باذان کی بیوی کی مدد سے مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا:

پس ان مدعیانِ نبوت سے صحابہؓ کا مقاتلہ کرنا بغاوت کی بناء پر تھا۔ نہ یہ کہ انہوں نے اجماع کیا تھا کہ جو بھی مدعی نبوت ہو۔ اُسے قتل کر دیا جائے۔ خواہ وہ سچا مسلمان متقی۔ دیندار۔ اسلام کی اشاعت کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فدائی ہو۔

اس بات کا ایک مزید ثبوت یہ بھی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ابن صیاد کو جو نبوت کا مدعی تھا قتل نہیں کیا۔ حالانکہ اس نے حضور کی رسالت کی عمومیت سے انکار کرتے ہوئے آپ پر اپنی نبوت پیش کی اور کہا اتشہد انی رسول اللّٰہ۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تو خدا اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لایا۔ پھر اس کے دعوی کے متعلق بہت سی باتیں کیں۔ جن سے اسکا کاذب ہونا ظاہر ہو گیا۔ پس اگر مدعیٔ نبوت کو قتل کر دینے کا حکم اسلام میں ہوتا۔ تو آنحضرت صلعم ضرور ابن صیاد کو قتل کرا دیتے۔ مگر حضور نے باوجود حضرت عمرؓ کے اجازت مانگنے کے کہ اُسے قتل کر دیا جائے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ گواہ ۳۱ کا یہ کہنا کہ وہ اس وقت نابالغ اور غیر مکلف تھا صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر وہ غیر مکلف تھا۔ تو حضور نے اپنی رسالت اس پر کیوں پیش کی؟

(۱۵)

اسلامی بادشاہوں کے فیصلے

دیوبندی علماء نے کتاب المساوی والمحاسن للبیہقی سے دو جھوٹے مدعیانِ نبوت کے واقعہ کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ گویا ہر مدعیٔ نبوت کی سزا قتل ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اور ان دو مدعیانِ نبوت کا اصل واقعہ جو اس کتاب میں درج ہے۔ یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے مامون بادشاہ کے وقت میں دعویٔ نبوت کیا اور جب ایک دن وہ مامون سے ملنے کیلئے آیا۔ تو دربان سے کہا۔ امیر المومنین کو میری طرف سے کہدو۔ کہ تیرے دروازہ پر خدا کا نبی کھڑا ہے۔ جب وہ اندر آیا۔ تو ایک شخص ثمامہ نے اس سے پوچھا مادلیل نبوتک۔ کہ تیرے نبی ہونیکا کیا ثبوت ہے۔ اس نے جواب میں کہا۔ تم اپنی ماں کو حاضر کرو۔ "فاواقعہا فتحمل فی ساعتہا و تاتی بغلام مثلک"۔ پھر میں اس سے جماع کرونگا تو اسی وقت وہ حاملہ ہو جائیگی۔ اور تیرے جیسا ایک لڑکا دیگی۔ اس پر ثمامہ نے جواب دیا۔ "صلی اللّٰہ علیک ایہا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ آھون علیّ من احضار امی و مواقعتہا"۔ (المحاسن والمساوی جلد ۱ صـ ۲۴۷)

کہ مجھ پر یہ کہہ دینا زیادہ آسان ہے۔ کہ اے نبی تجھ پر اللہ کا درود اور اُس کی رحمت ہو بہ نسبت اسکے کہ میں اپنی ماں تیرے پاس جماع کیلئے لاؤں"۔

دوسرا واقعہ جو اسی صفحہ پر درج ہے یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے متعلق خیال کیا کہ وہ نُوح ہے۔ اس سے پوچھا گیا۔ کہ تو وہی پہلا نوح ہے یا دُوسرا۔ تو اس نے کہا کہ میں وہی پہلا نوح ہوں۔ جو اپنی قوم میں ۹۵۰ سال رہا۔ اور اب میں تمہاری طرف اس لئے بھیجا گیا ہوں۔ کہ پچاس سال پورے کروں۔ تاکہ پورا ہزار سال ہو جائے۔

مفتی دیوبند گواہ نے اس میں اپنی طرف سے یہ زائد کر کے اپنے اتقاء کا ثبوت دیا ہے۔ کہ پھر علماء کے متفقہ فیصلہ کے ماتحت ہارون رشید نے اسے قتل کرا دیا۔ حالانکہ علماء کا کتاب میں اس موقعہ پر کوئی ذکر نہیں۔

لہذا ایسے تمام مدعیانِ نبوت کے متعلق جو فیصلے مسلمان بادشاہوں نے کئے۔ ان کے ذمہ وار وہ خود تھے۔ اسلام میں ایسے لوگوں کے متعلق قتل کر دینے کا کوئی حکم نہیں۔ جبتک کہ وہ بغاوت اور سرکشی نہ کریں۔ لیکن گواہان دیوبند نے ایسے واقعات اپنے دعوے کی تائید میں پیش کئے ہیں۔ اور نتیجہ نکالا ہے کہ ہر مدعیٔ نبوت کا قتل کر دینا واجب ہے۔ اور شریعت کا حکم ہے۔ ان کے فتوی کی رُو سے تو ثمامہ اور وہ سب لوگ جو اسوقت موجود تھے کافر ہو گئے۔ کیونکہ ثمامہ نے ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت سے اُسکی نبوت کی دلیل طلب کی تھی۔ اور ان علماء دیوبند کے قول کے مطابق تو خود آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی الزام آتا ہے۔ کہ حضور نے ابن صیاد مدعیٔ نبوت کو اس کا دعویٰ سنتے ہی قتل نہیں کیا۔ بلکہ حضور اس سے نبوت کے متعلق دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اور اسے کچھ نہیں کہا۔

اور واضح رہے۔ کہ گواہوں نے اپنے اس دعوی کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی دَوران جرح میں جب گواہ ۲ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید میں ایسے مدعی کی سزا قتل رکھی گئی ہے۔ تو جواب میں اس نے آیت خاتم النبیین پیش کی۔ جب اس سے کہا گیا کہ اس آیت میں تو کہیں قتل کا ذکر نہیں۔ تو نادم ہو کر کہا۔ کہ جو دعوٰی نبوت کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ اور جو آیت کا منکر ہو۔ اس کا قتل واجب ہے۔

گواہ کے اس جواب سے معلوم ہُوا۔ کہ جب ایک آیت کے منکر کی سزا قتل ہے تو جو سارے قرآن کا منکر ہو۔ جیسے انگریز اور ہندو وغیرہ۔ اُن کی سزا تو بدرجۂ اولیٰ قتل ہو گی۔ پس ان علماء کو چاہیئے۔

کہ ان لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ ورنہ قرآن مجید کی نافرمانی ہوگی ؛

(۱۶)

مسیلمہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا؟

اب میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ مسیلمہ کذاب کس قسم کا مدعیٔ نبوت تھا۔ حج الکرامہ صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے۔ "کہ اس نے آنحضرت صلعم کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ اور فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مفسد لوگوں کا ایک گروہ اس کا تابع ہو گیا"

اسی طرح جب خالد بن ولیدؓ طلیحہ کی طرف لشکر لیکر گئے۔ تو انہوں نے اس سے کہا۔ ہمارے خلیفہ کی ہمیں یہ وصیت ہے۔ کہ تمہیں کلمۂ شہادت کی طرف بلائیں۔ تو اس نے جواب میں کہا۔ اے خالد۔ "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ" کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ گویا اس نے اپنا نیا کلمہ جاری کیا تھا۔ (المساوی والمحاسن جلد ۱ صفحہ ۲۳)

مذکورہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلعم کو نہیں مانتا تھا۔ اس نے شریعت اسلام کو منسوخ قرار دیکر تمام بُری باتوں کو جائز کر دیا۔ پس ایسا مدعیٔ نبوت بے شک آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آسکتا۔ اور نہ سچا ہو سکتا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب ایسی نبوت کے مدعی نہیں۔ بلکہ آپ تو ایسے مدعیوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم کی غلامی اور اطاعت سے باہر ہوں۔ آپ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق زار اور فدائی ہیں کہ فرماتے ہیں۔

"بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ؛ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم" ۵

(۱۷)

علماء نے کس قسم کی نبوۃ کو بند سمجھا ہے؟

اب جبکہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کے ادّعائے نبوۃ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ تو ہمیں اُن علماء کے متعلق

سمجھ لینا چاہیئے۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کے بعد کسی نبی کے آنیکا انکار کیا ہے۔ کہ ان کی مُراد اسی قسم کا نبی ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ اور مستقل ہو چنانچہ علماء دیوبند نے جو اقوال اپنی تائید میں پیش کئے ہیں۔ اُن سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ مثلاً (۱) ابن القاسم کا قول جو علامہ خفاجی نے شفاء قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ جو آنحضرتؐ کے بعد نبوۃ کا دعوٰی کرے اور لوگوں کو اپنی نبوت کیطرف دعوت دے یا نہ دے وغیرہ۔ جیسے مسیلمہ تو وہ مرتد کے حکم ہے، اور اسی کتاب کے دوسرے حوالہ میں بھی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیلمہ کیطرح جو مدعئ نبوت ہو وہ مرتد ہے۔ اور جو ایسا نہیں وہ مرتد نہیں۔

۳۔ پھر گواہوں نے بحر الرائق کا حوالہ دیا ہے۔ کہ جو اپنے آپ کو رسول اللہ کہے وہ کافر ہے۔

۴۔ کتاب المفصل میں ہے۔ کہ جو حضرت عیسٰیؑ کے سوا زمین پر کوئی اور رسول ثابت کرے وہ کافر ہے۔

۵۔ شرح فقہ اکبر سے ملا علی قاری کا ایک قول پیش کیا ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد نبی ہونیکا دعوٰی کرنیوالا بالاجماع کافر ہے

۶۔ تفسیر ابن کثیر کا حوالہ چاروں گواہوں نے پیش کیا ہے۔ کہ خدا نے آنحضرت کو ختم نبوت و رسالت کے شرف سے مشرف کیا۔ اور خبر دی اپنی کتاب میں اور رسول نے اپنی سُنت متواترہ میں۔ کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جو اس کا دعوٰی حضور کے بعد کرے وہ جھوٹا اور دجّال ہے۔

۷۔ مفسر ابن کثیر نے یہ لکھ کر آگے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے۔ اور پھر لکھا ہے "کہ اسی طرح جھوٹے مدعی قیامت تک ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ مسیح دجال پر ختم ہو جائینگے اور یہ سب جھوٹے ہوں گے۔ کیونکہ یہ فی الواقع نیکی کا حکم نہیں کرتے اور نہ بُرائی سے روکتے ہیں۔ مگر اتفاقی طور پر یا جس میں کوئی ذاتی غرض ہو۔ اور ایسے مدعی اپنے اقوال و افعال میں اول درجے کے جھوٹے اور فاجر ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کل افاک اثیم۔"

حافظ ابن کثیر نے جو آیت مدعیان نبوۃ کے کاذب ہونے پر بطور دلیل پیش کی ہے۔ یہی آیت امام المکفرین مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کے الہامات کے صادق اور منجانب اللہ ہونے پر پیش کی ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ اشاعۃ السنتہ جلد ۷ نمبر ۹ صفحہ ۲۸۴ پر لکھتے ہیں۔

"کہ شیطان اپنے ان دوستوں کے پاس آتے ہیں۔ جو شیطان کی مثل فاسق و بدکار اور جھوٹے دکاندار ہوتے ہیں۔ اور مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں"۔

گواہ ملا نے غنیۃ الطالبین کا ایک حوالہ پیش کیا ہے۔ جسکا ترجمہ یہ لکھوایا ہے کہ:۔

۸۔ "روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے۔ کہ حضرت علی نبی ہیں۔ لعنت کرے اللہ۔ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق ان پر قیامت تک۔ اور برباد کرے ان کے کھیتوں کو اور نہ چھوڑے ان میں سے کسی کو گھر میں بسنے والا"۔

لیکن یہ حوالہ دیتے وقت گواہ نے وہ عبارت چھوڑ دی ہے جسکی بناء پر انہوں نے لعنت کی ہے جو یہ ہے "وادعت ایضا ان علیا رضی اللہ عنہ نبی وان جبریل علیہ السلام غلط فی نزول الوحی علیہ وادعت ایضا ان علیا کان الٰھا علیہم لعنۃ اللہ الخ کہ روافض نے حضرت علی کے نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حضرت جبرائیل نے نزول وحی میں غلطی کی کہ بجائے حضرت علی کے آنحضرت پر لایا۔ اور اس کے علاوہ انہوں نے حضرت علی کے معبود ہونیکا بھی دعویٰ کیا ہے۔ لعنت کرے اللہ اور اس کے فرشتے ان پر۔ الخ"

مندرجہ بالا تمام حوالجات اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ جس نبوت کا علماء نے بند ہو جانا بیان کیا ہے۔ وہ ایسی نبوت ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں ہو اور آپ کی شریعت مطہرہ کو منسوخ کرنیوالی ہو۔ جیسے کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی تھی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بار بار مسلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے جنہیں اسلام سے سخت عناد تھا۔

اور ملا علی قاری نے اگر آنحضرت صلعم کے بعد نبی آنیکا انکار کیا ہے۔ تو دوسری جگہ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں اسکی تشریح کر دی ہے۔ کہ انکی مراد اس سے وہ نبی ہے۔ جو آنحضرت کی ملت کو منسوخ کرے۔ اور آپکی امت میں سے نہ ہو"۔ پس یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جہاں انہوں نے انکار کیا ہے۔ وہاں ایسا نبی مراد لیا ہے۔ جو مسیلمہ کذاب کی طرح باغی۔ سرکش۔ فاجر دشمن اسلام اور اسلامی شریعت کو منسوخ کرنیوالا ہو۔ اور ایسی نبوت کو ہم بھی آنحضرت صلعم کے بعد منقطع اور بند سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے امام و پیشوا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"غرض ہمارا مذہب یہی ہے۔ کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے۔ اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد بیدین ہے۔ اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا۔ اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کریگا۔ اور احکام میں تغیر و تبدل پیدا کریگا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ ایسے خبیث کی نسبت کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ قرآن شریف کو مانتا ہے۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷-۲۸)

(۱۸)

علماء کے نزدیک رسول اور نبی کی تعریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو انبیاء آئے۔ ان کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں " وہ فرشتہ کے سامنے شاگرد کی مانند ہوتے تھے۔ اور روح الامین ان کے پاس شریعت لاتا تھا جس کے مطابق وہ عبادت وغیرہ کرتے تھے۔ فیحل لھم ماشاء ویحرم علیھم ماشاء ولا یلزمھم اتباع الرسل" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۸) کہ وہ فرشتہ ان کیلئے جو چاہتا حلال کرتا اور جو چاہتا حرام کرتا اور ان پر دوسرے رسولوں کی اتباع لازم نہیں تھی۔"

اور نیز اس صفحہ ۸۹ میں رسول کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

" والرسول انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیۃ وقد یشترط فیہ الکتاب بخلاف النبی فانہ اعم۔ کہ رسول ایک انسان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ احکام شرعیہ کی تبلیغ کیلئے بھیجتا ہے اور کبھی اس کے لئے کتاب کا لانا بھی شرط ہوتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے کتاب لائے یا نہ لائے۔"

مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی منصب امامت کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں۔

" باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور میشوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص و عام ۔۔۔۔ کہ از جانب حق جل و علا بطریق وحی یا الہام امر بتبلیغ احکام بایشاں برسد"

اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے۔

"ھو من لہ کتاب او نسخ لبعض احکام الشریعۃ السابقۃ (شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

کہ رسول وہ ہوتا ہے۔ جو صاحب کتاب ہو یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔"

چنانچہ اس تعریف کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اپنے نبی ہونے سے بکرّات و مرّات انکار کیا ہی فرماتے ہیں

"مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے۔ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ الحکم جلد ۳ ۲۹ سنہ ۱۸۹۹ء)

پس جن علمائے سابق نے آنحضرت صلعم کے بعد نبی کے آنیکا انکار کیا ہے وہ صرف انہی معنوں سے کیا ہے۔ اور گواہوں نے اپنی تائید میں جو حوالے حمامۃ البشریٰ اور ازالہ اوہام سے پیش کئے ہیں۔ جن میں حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ کہ آنحضرت کے بعد وحی رسالت بند ہے۔ اور خاتم النبیین کے بعد رسول نہیں آسکتا۔ سو اس قسم کے تمام حوالوں کا وہی مطلب ہے۔ جو ابھی حضرت مسیح موعود کے قول مندرجہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ الحکم بیان ہوا۔ دگر ہیچ۔ یعنی مذکورہ بالا اصطلاح اور تعریف کے رُو سے وہی نبی ہو سکتا ہی جس میں ان تین باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے یا (۱) وہ جدید شریعت لائے (۲) یا بعض احکام شریعت سابقہ کے منسوخ کرے (۳) یا بلا واسطہ نبوت پائے۔

چونکہ حضرت مسیح موعود میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے آپنے حمامۃ البشریٰ اور ازالہ اوہام میں اپنے نبی ہونیکا انکار کیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ اور حمامۃ البشریٰ صفحہ ۲۰ سے جو عبارت پیش کیگئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کا نام آپنے خاتم الانبیاء بغیر استثناء رکھا ہے۔ سو اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے۔ جس کی یہ تعریف کیگئی ہے۔ اور آپنے یہاں رد کیا ہے ان لوگوں کا جو مسیح ناصری کی آمد کے قائل ہیں۔ کہ جب اللہ نے کسی کا استثناء نہیں کیا۔ تو آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسیٰ کس طرح آسکتے ہیں۔ جنکی نبوت و رسالت آنحضرت کی اتباع کا نتیجہ نہیں۔ چنانچہ بتصریح فرماتے ہیں:۔

"کہ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل اتری وہ خاتم الانبیاء ہیں نہ کہ

رسول اللہ صلعم۔ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ ابن مریم آئیں گے۔ اور قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ اور بعض زائد کردینگے۔ اور جزیہ قبول نہیں کرینگے۔ اور نہ لڑائی چھوڑیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جزیہ لینے کا حکم اور جزیہ لیکر لڑائی چھوڑ دینے کا حکم آیت حتّٰی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون ۵ میں دیا ہے۔ ...... مجھے تعجب آتا ہے کہ کیسے یہ مسیح کو بعض احکام کا ناسخ مانتے ہیں۔ اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم میں غور نہیں کرتے ...... اس سے تو ماننا پڑیگا۔ کہ قرآن مجید ابھی کامل نہیں ہوا بلکہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں کامل ہوگا"

اور پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

"اور رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور کوئی قرآن مجید کی تکمیل کے بعد اس کا منسوخ کرنیوالا نہیں ہوسکتا" اور ازالہ اوہام ص ۲۴۲ میں فرماتے ہیں

"کہ اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نازل ہونا خیال کیا جائے۔ تو اس قدر خرابیاں پیش آتی ہیں۔ جنکا شمار نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان خرابیوں کا ذکر میں وحی کی بحث میں کرچکا ہوں۔ کہ ان پر نئی کتاب کا نزول ماننا پڑیگا۔ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ وہ معمر ہونے کی حالت میں ایک عمر خرچ کرکے دوسروں کی شاگردی کریں (لہذا ماننا پڑیگا کہ) تمام اجزائے شریعت اور جزیہ وغیرہ کی منسوخی کا حکم بوجہ اس کے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ ان پر بذریعہ جبریل نازل ہونگے۔ تو ظاہر طور پر اس نئی کتاب کے اُترنے سے قرآن شریف۔ توریت و انجیل کی طرح منسوخ ہوجائیگا"

اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور وحیٔ رسالت بند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو اسی مذکورہ بالا اصطلاح اور تعریف کے ماتحت لکھا ہے چنانچہ حضور نے ایک جگہ بالکل صراحت کردی ہے جس کو ایک ادنیٰ عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول و مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اُسکا نام پاکر اسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے

خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے"۔ (حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۴ بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ)

اور گذشتہ علماء کے اقوال پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے کبھی ایسی نبوت کے امتناع اور انقطاع کو تسلیم نہیں کیا جو آنحضرت صلعم کے اتباع میں ہو۔ انہوں نے صرف اس نبوۃ کا انقطاع مانا ہے۔ جو مسیلمہ کذاب کی مانند ہو۔ اور جس سے قرآن شریف کا منسوخ ہونا لازم آئے۔ پس علماء دیوبند کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب بھی پہلے عام مسلمانوں کی طرح خاتم النبیین کے معنی کرتے تھے۔ اور بعد میں دوسرے کرنے لگے۔ ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ آپ نے خاتم النبیین کے معنی جہاں آخر النبیین عام مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق کئے تو وہاں اسی عام اصطلاح کے ماتحت کئے ہیں۔ اور اس معروف اصطلاح کے ماتحت ہم بھی آنحضرت صلعم کو آخری نبی اور قرآن کو آخری کتاب مانتے ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آئیگا۔ اور جہاں حضرت صاحبؑ نے خاتم النبیین کے دوسرے معنی کئے ہیں۔ تو وہ دوسری قسم کی نبوت کے لحاظ سے ہیں۔ جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور الہامات میں شروع سے ہی آپکو رسول اور نبی کر کے پکارا گیا تھا۔ مگر چونکہ عام اصطلاح کے مطابق کہ نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے۔ آپ نے خاتم النبیین کے وہی معنی کئے اور اپنے آپکو رسول اور نبی کہنے سے انکار کیا۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ خدا کے فرستادے انکشاف تام تک اپنی قوم کے عام عقیدہ پر قائم رہتے ہیں۔ آپ بھی اسی پر کاربند رہے۔ لیکن جب متواتر اس قسم کے الہام ہوئے تو انہوں نے آپکی توجہ کو نبی کے حقیقی مفہوم کی طرف پھیرا۔ اور آپ پر پورے طور پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ پہلے نبی کا متبع نہ ہو۔

لہذا جب آپ پر قرآن کریم سے واضح ہو گیا۔ کہ جو امتی ہو کر مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بکثرت حصہ پائے۔ اور اسکو غیب کی خبروں پر اطلاع دیجائے۔ تو اس پر بھی نبی اور رسول کا لفظ اطلاق پائیگا۔ ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے اپنے آپکو نبی اور رسول کہا۔ اور بکرات و مرّات کہا۔ لہذا پہلے اور دوسرے معنوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اور نہ اس بات کا الزام عاید ہوتا ہے۔ کہ آپ پہلے خاتم النبیین کے معنی عام مسلمانوں کے مطابق کرتے تھے۔ بعد میں دُوسرے کئے۔ جیسا کہ علماء دیوبند نے آپ پر الزام لگایا ہے:۔

(۱۹) ظلّی ۔ بروزی

حضرت صاحب نے یہ سمجھانے کیلئے کہ آپ جس نبوت کے مدعی ہیں وہ شریعت والی نہیں۔ اور نہ اس سے قرآن مجید کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے۔ ظلی ۔ بروزی کی اصطلاحیں مقرر کیں۔ آپکا مطلب اس سے صرف

یہی تھا۔ کہ مجھکو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی اتباع۔ اور آپ میں فنا ہو کر اور آپکی غلامی میں یہ مرتبہ نبوت کا ملا ہے۔ اس لئے آپنے اپنے آپکو ظلی نبی لکھا۔ تاکہ آئندہ لوگ نبی کا لفظ سُنکر چونک نہ پڑیں اور اس ظلی۔ بروزی کے لفظ سے سمجھ لیں۔ کہ آپ ویسے نبی نہیں جو معروف اصطلاح میں مُراد لئے جاتے ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

"ظلی نبوت جسکے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی ہے" (حقیقة الوحی ۲۸)

"میری نبوت آنحضرت صلعم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ اسوجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے ویسا ہی میرا نام امتی رکھا گیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپکے ذریعہ سے ملا ہے" (حاشیہ حقیقة الوحی ۱۵)

اُمتی نبی

"جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہر ایک انعام اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا ہے نہ براہِ راست" (تجلیات الٰہیہ حاشیہ ۹)

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے۔ کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اسکی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح" (تتمہ حقیقة الوحی ۶۸)

ان حوالجات سے ثابت ہے کہ آپنے اپنی نبوت کی حقیقت سمجھانے کیلئے ظلی۔ بروزی اور امتی نبی کی اصطلاحیں مقرر کیں۔ تاکہ لوگ نبی کے لفظ سے دہوکہ نہ کھائیں۔ اور اصطلاحوں کا قائم کرنا ہر ایک کیلئے جائز ہے۔ اس پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ چنانچہ پہلے علماء اور محدثین نے احادیث کیلئے اصطلاحیں مقرر کیں اور غریب۔ مشہور۔ متواتر وغیرہ احادیث کے نام رکھے۔ تاکہ ایک لمبی عبارت کا مفہوم ایک چھوٹے لفظ سے ادا ہو جائے۔ لہٰذا اگر حضرت مرزا صاحب کے سوا کسی اور نے ان لفظوں کو استعمال نہیں کیا تو اعتراض کی بات نہیں لیکن معترضین کا مُنہ بند کرنیکے لئے ہم بتاتے ہیں۔ کہ صوفیا نے بھی بروز وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ چنانچہ اقتباس الانوار صہ ۵۲ میں لکھا ہے۔

"روحانیت کمّل گاہے برار باب ریاضت چناں تصرف میفر ماید کہ فاعل افعال شان میگردد۔ و ایں مرتبہ را صوفیا بروز میگویند و بعض بر آنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند

ونزول عبارت ازیں بروزاست مطابق ایں حدیث لامہدی الاعیسیٰ ابن مریم "

اور خزائن اسرار الکلم مقدمہ فی شرح فصوص الحکم مطبوعہ کانپور ص۴۷ میں لکھا ہے :-

" اٹھارہواں مراقبہ مسئلہ بروز اور تمثل کے بیان میں ۔ بعض ناواقفی سے اسکو بھی تناسخ کہتے ہیں ۔ واضح ہو کہ بروز عبارت ہے تعلق اور تمثل روحی سے بجائے دیگر باوجود قیام اور ثبوت تعلق اپنے کے ساتھ جائے اول کے بغیر کسی تغیر اور نقصان کے حالت اصل میں . . .
اور ایسا ہی ہے حکم بروز ادریس علیہ السلام کا بنام زد الیاس علیہ السلام کے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے . . . اور یہ کبھی بہ سبب غلبہ ایک صفت کے ہوتا ہے ۔ اور کبھی بغلبہ جمیع صفات کمالیہ کے ۔ اس صورت میں کمال اتحاد مظہر کا بارز کے ساتھ ہوگا ۔ اور یہ قسم اعلیٰ مرتبہ بروز کا ہے "

اور ریاست بہاولپور کے ایک مشہور بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی بروز پر بحث کی ہے ۔ ملاحظہ ہو اشارات فریدی حصہ دوم ص۱۱۱ تا ص۱۱۲

(۲۰)

کیا حضرت مسیح موعود تناسخ کے قائل تھے ؟

گواہ ۳ نے تریاق القلوب ص۱۵۵ سے حاشیہ کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ :-

" غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے ۔ کہ مراتب وجود ۔ دوریہ ہیں ۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو ۔ اور طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد ۔ پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا صلی اللہ علیہ وسلم ۔"

اس پر اعتراض کیا ہے کہ جنم کا لفظ ہندوؤں کا ہے ۔ اس کا استعمال ہمارے نزدیک کفر ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ اگر گواہان ہندوؤں کے الفاظ سے اتنے ہی متنفر اور خائف ہیں تو اردو میں سنسکرت کے بہت سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ۔ اُن سب پر کفر کا فتویٰ لگائیں ۔ کہ اُنکا بولنا اور استعمال کرنا کفر ہے ۔ اور بولنے والا کافر ہے ۔ مثلاً آج کل عام طور پر "سوراج" اور "ستیہ گرہ" (بھوک ہڑتال) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو خالص ہندی الفاظ ہیں ۔ اور عوام مسلمان نہیں بلکہ اکثر علماء جیسے مولوی حسین احمد مدنی موجودہ پرنسپل مدرسہ دیوبند اور مولوی کفایت اللہ صدر جمعیۃ العلماء وغیرہ بھی استعمال کرتے

ہیں۔ اور صرف ہندی لفظ ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ گاندھی ٹوپی بھی پہنتے ہیں۔ تو بقول گواہ ۳ یہ سب کافر ہیں۔ اور جب ہندوؤں کے مذہبی الفاظ استعمال کرنے کفر ہوئے۔ تو انگریزوں کے بھی ہوں گے لہٰذا جو انگریزی کے الفاظ استعمال کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور چونکہ گواہ ۳ نے خود بار بار لٹریچر کا لفظ اپنے بیان میں استعمال کیا ہے اس لئے کفر کا فتویٰ خود اس پر بھی عائد ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ ہماری مراد اس لفظ سے یہ ہے۔ کہ اس سے ہندوؤں کا عقیدہ تناسخ ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی عبارت میں آپ نے جنم لینے سے مراد۔ خو۔ طبیعت اور دلی مشابہت لی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت کی پیدائش حضرت ابراہیمؑ ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ آپ نے جس بات پر حاشیہ لکھا ہے۔ وہاں مراتب وجود دوریہ کی تفسیر یہ کی ہے

"یعنی بنی نوع انسان میں سے بعض بعض کی خُو اور طبیعت پر آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی کتابوں سے ثابت ہے کہ ایلیاء۔ یحییٰ نبی کی خُو اور طبیعت پر آگیا۔ اور جیسا کہ ہمارے نبی علیہ السلام حضرت ابراہیم کی خُو اور طبیعت پر آئے۔ اسی سر کے لحاظ سے یہ ملّتِ محمدی ابراہیمی ملّت کہلائی"۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۵۵ طبع بار اول)

اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔ واتبع ملة ابراهیم کہ اے نبی تو ملت ابراہیم کی پیروی کر اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:۔

ان لکل نبی ولاة من النبیین وان لی ولی ابی وخلیل ربی ثم قرآ ان اولی الناس بابراهیم (مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۵) کہ ہر نبی کیلئے نبیوں میں سے ایک ولی ہوتا ہے اور میرا ولی میرے رب کا خلیل اور میرا باپ ابراہیم ہے۔ پھر آپ نے قرآن کی آیت ان اولی الناس بابراھیم۔ پڑھی۔ اسی طرح فرمایا۔ الا ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراهیم خلیلا (کلمات طیبات صفحہ ۱۲) کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی طرح اپنا خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو"۔

گواہ ۳ کا حضرت مسیح موعود پر تناسخ کے قائل ہونیکا الزام لگانا بہت بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ آپ نے اس طاغوتی مسئلہ کا رد اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ۔ چشمہ معرفت اور آریہ دھرم میں زبردست دلائل سے کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"حیوانات کی طاقتوں اور قوتوں کے تفاوت کا سبب تناسخ اور آواگون کو قرار دینا خدائے حکیم کے علم اور سنت و دیا کو ضائع کرنا ہے اور اسکی وحدت نظامی کو درہم برہم کرنا ہے"۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۱۹)

"تناسخ کا عقیدہ ماننا بہت سے عقائد فاسدہ کو مستلزم ہے"۔ (چشمۂ معرفت ص ۱۱۵)

بروزی نبوت پر ایک شبہ کا ازالہ

گواہ ۴ نے اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ :-

"مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئیگا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے"۔

گواہ ۴ کہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب کا ظلی۔ بروزی نبی ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔
جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اگر شاہد اس کے آگے کی عبارت پر غور کرتا تو اس پر خاتم الاولاد ہونیکا مطلب ظاہر ہو جاتا۔ چنانچہ اس کے آگے آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کریگی باستثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں"۔ پھر حضور اہل کشف کی یہ عبارت لکھکر آگے لکھتے ہیں :-

"مسیح موعود کا زمانہ اسی حد تک ہے۔ جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں۔ اور اس کی تعلیم پر قائم ہونگے۔ غرض قرون ثلٰثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے"۔

اور خطبہ الہامیہ میں آپنے خاتم الاولیاء کے یہ معنی کئے ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ مگر وہی جو مجھ سے اور میرے طریقہ پر ہوگا۔ پس تریاق القلوب کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے۔ کہ آپکے زمانہ میں جو تین صدیوں تک ممتد ہے کوئی کامل فرزند آپکی جماعت اور سلسلہ سے باہر نہ ہوگا جسطرح کہ کوئی نبی بعد خاتم النبیین امتِ محمدیہ سے باہر اور آنحضرت کی اتباع کے بغیر نہ ہوگا۔

(۲۱)

کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبِ شریعت ہونیکا دعویٰ کیا؟

دیوبندی گواہوں نے حضرت مسیح موعود پر ایک بہتان یہ بھی لگایا ہے۔ کہ آپنے معاذ اللہ صاحبِ شریعت جدیدہ ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ گواہوں نے اپنے اس دعوے کو حضور کی بعض عبارات سے غلط مفہوم لیکر ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ انہوں نے پہلا حوالہ دافع البلاء کا پیش کیا ہے جسمیں حضور نے اپنے لئے رسول کا لفظ لکھا ہے۔ گواہوں نے اس سے صاحبِ شریعت ہونیکا آپ پر الزام لگایا ہے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ رسول کیساتھ آپنے یہاں کسی جگہ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ براہین احمدیہ سے اپنی وحی کے الفاظ نقل کر کے لکھا ہے

کہ "تمام بھلائی قرآن میں ہے پاک دل لوگ اسکی حقیقت سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیونکر اسکو ناکامل سمجھیں ... آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں"۔ (ازالہ اوہام [illegible])

دوسرا حوالہ انہوں نے ایک غلطی کا ازالہ سے پیش کیا ہے۔ اسمیں بھی آپ نے بصراحت فرمایا ہے۔ کہ:-

"نبوت سے میری مراد یہ نہیں کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا یا مستقل نبی ہوں۔ بلکہ ان معنوں سے نبی ہوں کہ میں نے اپنے رسول و مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اسکے واسطہ سے خدا کیطرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے"۔

اس کے ساتھ ہی گو انہوں نے ایک دوسرا حوالہ یہ بھی پیش کیا ہے۔ کہ "صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰) مگر گو انہوں نے اس سے آگے کے الفاظ جو اُن کے الزام ناروا کی صاف تردید کر رہے ہیں۔ چھوڑ دیئے ہیں۔ کہ نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ " مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"۔

پھر اس کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

"یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سُن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جو پہلے زمانہ میں براہ راست نبیوں کو ملی۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کیلئے یہ مرتبہ بخشا ہے"۔ (صفحہ ۱۵۱ حاشیہ)

تیسرا حوالہ دیوبندی علماء نے ایک استدلال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدعی شریعت ثابت کرنے کیلئے یہ کیا ہے۔ کہ آپ نے اپنی وحی پر ایمان لانیکا اظہار اُسی طرح کیا ہے۔ جس طرح قرآن اور دوسری وحیوں پہ ایمان لانے کا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کُھلی کُھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جسکی سچائی اُسکے متواتر نشانوں سے مجھ پر کُھل گئی ہے"۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

"اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر اپنا کلام نازل کیا تھا"۔

اس کے جواب میں یہی عرض ہے۔ کہ ان عبارتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے صاحب شریعت نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ اپنی وحی کے منجانب اللہ اور اسکے دخل شیطانی اور خطا سے پاک و منزہ ہونے پر یقین کامل کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت ہونیکے مدعی ہیں۔ مولانا رُوم فرماتے ہیں۔

۵ وحی دلگیرش کہ منظر گاہ اوست ؛ چوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست

کہ وہ وحی جسے اولیاء وحی قلب کہتے ہیں۔ اس میں بھی خطا نہیں ہوتی جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خطا متصوّر نہیں۔ اسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ جس طرح مجھے یہ یقین ہے کہ قرآن مجید خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔ اسی طرح یہ بھی یقین ہے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ایک بہت بڑے فاضل اور عالم باعمل اور باخدا انسان تھے۔ اب اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا۔ کہ شاہ ولی اللہ صاحب قرآن مجید کی طرح بے مثل اور اسکے برابر ہوگئے۔ بلکہ اس سے قائل کا منشاء اور مراد یہی ہے۔ کہ انکی بزرگی یقینی اور ثابت شدہ امر ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔

گواہوں نے کہا ہے۔ کہ مرزا صاحب اپنی وحی کو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اسکی مثل قرار دیتے ہیں۔ اس لئے آپ صاحب شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔ لیکن گواہان کا ایسا کہنا سراسر غلط ہے۔ کیونکہ آپنے یہ کہیں نہیں لکھا۔ کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-
"خدا کی لعنت اُن پر۔ جو یہ دعویٰ کریں۔ کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم سراپا معجزہ ہے جسکی مثل کوئی انس و جن نہیں سکتا۔ اور اس میں وہ وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ ایسی پاک وحی ہے۔ کہ اسکی مثل اور کوئی وحی نہیں ہو سکتی اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو . . . . اور خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی۔ ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی۔ اور جو شان قرآن مجید کی وحی کی ہے۔ وہ اولیاء کی وحی کی شان نہیں۔ اگرچہ قرآن کی مانند کوئی کلمہ انہیں وحی کیا جائے اس لئے کہ قرآن مجید کے معارف وحقائق کا دائرہ سب دائروں سے بڑا ہے" (الہدیٰ ص۳۲)

چوتھا حوالہ گواہوں نے کہا ہے۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے اربعین ۴ صفحہ ۶ کے حاشیہ میں اپنی وحی۔ تعلیم اور بیعت کو مدار نجات ٹھیرایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپنے شریعت محمدیہ کو منسوخ کر دیا۔ اس کے جواب میں گذارش ہے۔ کہ جو شخص حضرت اقدس کی اس عبارت پر غور کریگا۔ اس پر صاف ظاہر ہو جائیگا۔ کہ آپکی جو وحی اور تعلیم ہے۔ وہ وہی تعلیم ہے جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے لیکن اتنی بات ضرور ہے۔ کہ اب قرآن مجید کی اس تعلیم پر کاربند ہو کر وہی نجات پا سکتا ہے۔ جو آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو۔ دوسرا نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے موجودہ وائسرائے لارڈ ولنگڈن دعویٰ کریں کہ اگر تم حکومت برطانیہ کے وفادار ہو۔ تو میرا حکم مانو کیونکہ اسوقت میں حکومت کیطرف سے تم پر مامور کیا گیا ہوں۔ اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے اور سول نافرمانی کرو گے۔ تو جیل خانہ بھیجدئے جاؤ گے اور سزا سے تم ہرگز نجات نہیں پا سکو گے

اور یہی بات حضرت صاحب نے اس حاشیہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے"۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے۔ یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ بلکہ فرمایا ہے۔ کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کی جو مثال دی ہے۔ وہ دیوبندی مولویوں کی سراسر تغلیط اور تردید کرتی ہے۔ چنانچہ جس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا گیا ہے۔ اس میں جس حکم کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے :-

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالك ازکیٰ لھم۔ (نور ع)

یعنی تو اپنی جماعت کے مومنین سے کہدے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ قرآن مجید کی ایک مشہور آیت ہے۔ جو آپ پر وحی ہوئی ہے۔ اب اس میں کوئی نئی تعلیم اور نیا حکم نہیں ہے۔ بلکہ وہی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ لیکن چونکہ آپ اس زمانے کے امام اور مامور من اللہ ہیں۔ اس لئے تجدید کے طور پر خدا نے آپکو یہ الہام کیا۔ لہذا اس سے جدید شریعت کا ادعا لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئی ہیں۔ اسیطرح حضرت مرزا صاحب پر قرآن مجید کے بہت سے اوامر و نواہی نازل ہوئے۔ اور انہی کے متعلق حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میری وحی میں "امر بھی ہے اور نہی بھی"۔

اور ظاہر ہے کہ جب آپکی تعلیم اور وحی قرآن مجید کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ اور ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔ تو پھر آپکی وحی پر ایمان لانا قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کی تصدیق ہوئی اور آپکا یہ فرمانا بالکل درست ٹھیرا۔ کہ لوگوں کیلئے آپ کی تعلیم اور بیعت مدار نجات ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

گو انہوں نے الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۴۳ سے ایک حوالہ فتوحات مکیہ کا پیش کیا ہے کہ اگر کوئی اوامر اور نواہی کے نزول کا دعویٰ کرے چاہے وہ ہماری شریعت کے موافق ہوں یا مخالف۔ اگر وہ مکلف ہوگا۔ تو ہم اسکی گردن اڑا دیں گے۔

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ الیواقیت میں جو دوسری عبارات فتوحات مکیہ کی درج ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت جدیدہ کا آنا منقطع ہے۔ دیکھیں۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱ پر لکھا ہوا ہے۔ کہ اگر کسی صاحب کشف نے یہ کہا۔ کہ وہ ایک امر سے مامور ہے۔ جو شرع محمدی کے مخالف ہے۔ تو اس پر امر ملتبس ہو گیا۔" دیکھئے یہاں اسکی سزا باوجود شریعت کے مخالف ہونیکے قتل نہیں بیان کی۔

اور الیواقیت جلد ۲ ص۱۰ میں صاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آئیں گے تو یُلھمُ بشرع محمدؐ کہ انہیں شریعت محمدیہ بذریعہ الہام سکھائی جائیگی۔ اسی طرح مہدی کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ قول لکھا ہے :-

انه یحکم بما القی الیه ملك الالهام من الشریعة وذالك انه یلهمه الشرع المحمدی فیحکم به کما اشار الیه حدیث المهدی انه یقفو اثری لا یخطئ فعرّفنا صلی الله علیه وسلم انه متبع لا مبتدع ۔ کہ مہدی شریعت کے ساتھ حکم کریگا۔ جو اسکی طرف وحی کرینوالا فرشتہ شرع محمدی کا الہام کریگا۔ جس کے ساتھ مہدی فیصلہ کریگا۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے مہدی کیمتعلق فرمایا ہے کہ وہ میرے قدم بقدم چلیگا۔ اور خطا نہیں کریگا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلعم نے ہمیں بتا دیا۔ کہ وہ آپ کا متبع ہوگا نیا دین نہیں لائیگا۔ پس اگر بالفرض گواہوں کے پیش کردہ حوالہ کا وہی مطلب لیا جائے۔ جو انہوں نے لیا ہے تو پھر ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ فتوحات مکیہ کے مصنف شیخ محی الدین ابن عربی کا بعد کی تصنیف کتاب فصوص الحکم میں اس سے رجوع ثابت ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

"وفینا من یاخذہ عن الله فیکون خلیفة عن الله بعین ذالك الحکم فتکون المادة من حیث کانت المادة لرسوله صلی الله علیه وسلم فهو فی الظاهر متبع لعدم مخالفته فی الحکم (فصوص الحکم ص۱۹۳) کہ ہم اہل کشف میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے وہی احکام حاصل کرتے ہیں جو شریعت محمدیہ میں پہلے سے موجود ہیں۔ اور وہ ان احکام میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہوتے ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ ان پر نازل شدہ احکام شریعت محمدیہ کے مخالف نہیں ہوتے۔ وہ آنحضرت صلعم کے متبع ہوتے ہیں"

اور حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ کہ

"ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آن علوم را از وحی حاصل می کرد۔ ایں بزرگواران بطریق الہام آن علوم از اصل اخذ میکنند۔ علماء ایں علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند۔ ہمان علوم چنانکہ انبیاء را علیہم الصلوٰۃ والسلام حاصل بود تفصیلاً و کشفاً ایشان را نیز ہمان نہج حاصل میشود اصالت و تبعیت درمیان است بایں قسم کمال از اولیاء کمّل بعضی ایشان را بعد از قرون متطاولہ و ازمنہ متباعدہ انتخاب میفرمایند" (مکتوبات جلد ۱ ص۴۲)

کہ جس طرح علوم شریعت آنحضرت صلعم وحی الہی سے حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح اولیاء اللہ ان علوم کو الہام الہی یعنی اصل سر چشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ اور یہ علماء تو کتاب و سنت سے ان علوم کو بطریق اجمال

لاتے ہیں۔ اور جس طرح یہ علوم انبیاء علیہم السلام کو تفصیلاً اور کشفاً حاصل تھے۔ اسی طریق پر اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ فرق صرف اصالت اور اتباع و وراثت کا ہے۔

امرتسر کے غزنوی خاندان کے مورث اعلیٰ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم ایک صاحب کشف بزرگ تھے۔ جن پر قرآن مجید کی آیات الہاماً نازل ہوتی تھیں۔ انکی مخالفت میں مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ لکھا جس میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم پر اسی قسم کے اعتراض کئے۔ جیسے کہ گواہوں نے حضرت مسیح موعود پر کئے ہیں۔ اس کے جواب میں امام غزنویان مولوی عبدالجبار غزنوی نے ایک رسالہ "اثبات الالہام والبیعۃ" مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کی حمایت میں لکھا اس کے صفحہ ۱۴۱ پر معترض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"آیتیں بیشک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں اور ان کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں۔ مگر جب صاحب الہام بردہ غیب سے سنتے ہیں۔ یا خود بخود ان کی زبان پر آیات جاری کیجاتی ہیں۔ تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں اور بہ سبب فہم خداداد کے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں متردد ہوتے ہیں۔ تو مثلاً آیت والرجز فاهجر۔ سن کر اس کے ترک کا عزم کرتے ہیں اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ تو۔ قوموا للہ قانتین۔ اور۔ ان اللہ معنا۔ سنکر ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں"

اور مولوی غلام علی قصوری کے اعتراضات کو مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور مولانا عبدالحی صاحب محدث لکھنوی وغیرہ نے بھی غلط قرار دیا اور معترض کو جاہل کا لقب دیا۔

اسی طرح مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد صاحب مرحوم دہلوی کو قرآن مجید کی بہت سی آیات جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں الہاماً نازل ہوئیں۔ جو علم الکتاب مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۶۱-۶۴-۶۵ میں درج ہیں اور جو ہم آگے چل کر بیان کرینگے۔ ان میں خواجہ صاحب مرحوم کے مخالفین کو فاسق۔ مجرم۔ مفسد۔ مستحق عذاب اور بے ایمان قرار دیا گیا ہے۔

پس کیا یہ مقتدر بزرگ جن کی بزرگی کے تمام مسلمان قائل و معتقد ہیں کافر و مرتد ہیں؟ (نعوذ باللہ) اور پھر کیا اس وجہ سے کہ انکے الہامات میں اوامر و نواہی پائے جاتے تھے۔ وہ صاحب شریعت ہو گئے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی باوجود اسکے کہ آپکے الہامات میں بعض اوامر و نواہی پائے جاتے ہیں صاحب شریعت نہیں ہیں۔

پانچواں حوالہ | گواہوں نے ایک حوالہ یہ بھی پیش کیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افترا کرکے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری۔ تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم" (اربعین ۴ صفحہ ۶)

گواہوں نے اسے پیش کرکے کہا ہے۔ کہ دیکھو مرزا صاحب نے یہاں صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اولیاء امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہو جانا جائز ہے۔ اگر ان کا ممنوع ہے تو صرف ایسے اوامر و نواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں اور آنحضرت صلعم کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔

اور پھر آپ نے اس جگہ صاحب شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ یہ فقرہ دلالت کرتا ہے۔ "پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں"

اربعین میں جہاں آپ نے یہ لکھا ہے۔ وہاں قرآن مجید کی آیت لو تقوّل علینا بعض الاقاویل الخ اپنی صداقت پر بطور دلیل پیش کی ہے۔ کہ اس آیت سے ثابت ہے۔ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور مفتری خائب و خاسر رہتا ہے کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ چونکہ میں خدا کے فضل سے ہلاک نہیں ہوا۔ اور ۲۳ سالہ مدت جو آنحضرت صلعم کی نبوت کی تھی وہ بھی گذر چکی ہے۔ اس لئے ثابت ہوا میں صادق ہوں۔ اس پر آپ زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ بعض مخالفوں نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ ہر جھوٹا نبی ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ جو صاحب شریعت ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک ہوتا ہے۔ اور چونکہ آپ (یعنی حضرت مرزا صاحب) صاحب شریعت ہونے کے مدعی نہیں۔ اس لئے یہ دلیل آپ پر چسپاں نہیں ہوتی۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ شرط نہیں۔ پھر آپ فرضی طور پر معترضین کو ملزم کرنے کیلئے فرماتے ہیں۔ کہ یہ عذر بھی مخالفین کا باطل ہے۔ کیونکہ شریعت اوامر و نواہی کا نام ہے اور میرے الہامات میں امر۔ اور۔ نہی دونوں موجود ہیں۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ اور جس میں امر ہے درج کی ہے۔ اور مخالفین کے اس نامعقول عذر کا جواب دیا ہے۔ پس اس جگہ صاحب شریعت کے الفاظ استعمال کرنیکی یہ اصل وجہ ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو دیوبندی گواہوں نے لیا ہے چنانچہ آپ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے۔ کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ پھر وہ دلیل تمہاری کیسی گاؤ خورد ہوگئی۔ کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتری ہو۔ تو تیئیس ۲۳ برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ تمام باتیں بے ہودہ اور قابل شرم ہیں۔" (اربعین ۴ صفحہ ۷۶)

اور سید عبدالوہاب صاحب شعرانی فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دینا اس امت میں جاری ہے۔ لیکن ان خبروں میں تحلیل اور تحریم نہیں ہوتی۔ بلکہ کتاب اور سنت کے معانی بتائے جاتے ہیں۔ یا ایسے حکم مشروع کا جو ثابت ہے۔ خدا کی طرف سے ہونا بتایا جاتا ہے۔ یا کسی حکم کا جو نقل سے ثابت ہو۔ اس کے درست نہ ہونیکا علم دیا جاتا ہے۔ وغیرہ۔ لیکن اس صاحب مقام کو یہ حق حاصل نہیں" ان یکون علی شرع یخصہ یخالف شرع رسولہ الذی ارسل الیہ الخ "کہ اپنے رسول کی شرع کو چھوڑ کر اپنی ذات خاص کے لئے کوئی اور شریعت اختیار کرے۔" (الیواقیت جلد ۲ صفحہ ۳۸)

اس سے ظاہر ہے۔ کہ ایسے احکام کا جو شریعت کے مخالف نہیں کسی ولی پر اترنا جائز ہے۔

پھر ایک جواب اسکا یہ بھی ہے۔ کہ اگر اس سے آپکا منشاء صاحب شریعت ہونیکا ہوتا۔ تو اس کے بعد کی تصنیفات میں اس سے انکار نہ کرتے۔ اربعین آپنے ۱۹۰۰ء میں لکھی اور "ایک غلطی کا ازالہ" ۱۹۰۱ء میں تصنیف فرمایا جس میں بصراحت اپنے صاحب شریعت ہونیسے انکار کیا ہے۔ اور رسالہ "ریویو بر مباحثہ چکڑالوی" صفحہ ۶ پر جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا لکھا ہے۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے! اور بعد اسکے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں۔ جو صاحب شریعت ہو"۔ اور "چشمہ معرفت" جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اسکے ضمیمہ صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں:۔

"آپ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوۃ آپ پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو آپکی امت سے باہر ہو"۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعوی کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷۲ بحوالہ اخبار بدر ۱۹۰۸ء جلد ۷ نمبر ۹)

اب میں حضور کے فوت ہونیسے تین دن پہلے کا ایک خط پیش کرتا ہوں۔ جو حضور نے ایڈیٹر اخبار عام لاہور

کے نام لکھا اور جو ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں شائع ہوا۔

"میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں۔ کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اسی جوئے کے نیچے ہے۔ جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں۔ کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں۔ کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں۔ کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقیق نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ایک پیسے سے کوئی مالدار نہیں ہو سکتا۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷۱)

پس اربعین کے ماقبل اور مابعد کی بیسیوں تحریریں حضور کی ایسی ہیں۔ جو ان کے اس الزام ناروا کی کھُلی کھُلی تردید کر رہی ہیں۔ لہذا اُن کے مقابلہ میں اربعین کے ایک حوالہ کی ایسی تشریح کرنا اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا ہرگز دیانتداری نہیں ہے اور تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کے ماتحت ایک ظلم صریح ہے:

چھٹا حوالہ گواہوں نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کیلئے ایک حوالہ تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ کا یہ پیش کیا ہے کہ:۔

"اپنے دعوے کا انکار کرنیوالے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔"

اس سے گواہوں نے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ چونکہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں اپنے مکذبین و منکرین کو کافر لکھا ہے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ تریاق القلوب کے بعد آپنے صاحب شریعت ہونیکا دعویٰ کیا۔

جواب۔ یہ استدلال اس لئے غلط ہے۔ کہ تریاق القلوب میں آپ نے اسجگہ صرف صاحب شریعت نبی۔ اور محدث و ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے۔ اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لاتے اُن کا حکم اس عبارت میں مذکور نہیں ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے۔ کہ جو نتیجہ گواہوں نے اس سے نکالا ہے وہ درست ہے یا غلط۔ اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے مخالف۔ سو۔ اسکے لئے ہم خود حضرت صاحب کی اسی کتاب حقیقۃ الوحی کو دیکھتے ہیں۔ اس میں تریاق القلوب کے اسی حوالہ کو پیش کرکے ایک شخص نے دریافت کیا ہے کہ

"پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں۔ کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اور اب آپ لکھتے ہیں۔ کہ میرے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔" اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا۔ وہی مطلب تریاق القلوب کے حوالہ کا صحیح سمجھا جائیگا۔ اور قابل قبول ہوگا۔ پس اگر اس کے جواب میں آپنے یہ فرمایا ہو کہ "پہلے مجھے صاحب شریعت ہونیکا دعویٰ نہ تھا۔ اس لئے میں اپنے منکروں اور مکذبوں کو کافر نہ کہتا تھا۔ اور اب چونکہ مجھے صاحب شریعت ہونیکا دعویٰ ہے۔ اس لئے اپنے منکروں کو کافر کہتا ہوں۔" تب تو فریق مخالف کا نتیجہ صحیح ہوگا۔ ورنہ غلط محض۔ سو جب ہم حقیقۃ الوحی کو دیکھتے ہیں۔ تو

اس میں کہیں یہ دعویٰ نہیں پاتے۔ بلکہ اس کے برخلاف یہ پاتے ہیں۔ کہ:۔

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے۔ کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

پس معلوم ہوا کہ گواہوں نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

اور اس سوال کا جواب کہ تریاق القلوب کے بعد آپ نے اپنے منکروں کو کافر کہا ہے۔ خود حضور نے یہ دیا ہے:۔

"جو شخص مجھے نہیں مانتا۔ وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا۔ کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنیوالا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ۔ یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں۔ ایک خدا پر افترا کرنیوالا۔ دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنیوالا۔ پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پر پڑے گا"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)

اور حقیقۃ الوحی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تریاق القلوب کے بعد آپکو کثرت سے ایسی وحی ہوئی۔ جسمیں آپکو صریح طور پر نبی قرار دیا گیا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

"مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

ساتواں حوالہ گواہوں نے ساتویں وجہ حضرت صاحب کو مدعیٔ شریعت ثابت کرنے کیلئے حضرت صاحب کے وہ الہامات پیش کئے ہیں۔ جن میں امر و نہی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اس کا جواب حوالہ ع۵ کی بحث میں مفصل دیا جاچکا ہے کہ ایسے امر و نہی کا نزول جو شریعت قرآن کے مخالف نہ ہوں۔ بلکہ مؤید ہوں ہر طرح جائز ہے۔ اور ان کا بطریق تجدید کسی کامل فرد پر نازل ہونا موجب کفر نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی اتباع میں ایسا ہونا حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کو زیادہ واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ خدا کا فیضان آپکی اتباع سے بند نہیں ہوا۔ بلکہ جاری ہے۔

آٹھواں حوالہ گواہوں نے آپکو مدعیٔ شریعت ثابت کرنے کیلئے ایک وجہ یہ پیش کی ہے۔ کہ آپ نے

اپنے مریدوں کو عام مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ ایک نیا حکم ہے۔
اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے۔ بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل پیرا ہونیکا آپنے حکم دیا ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث میں یہی تعلیم دی گئی ہے۔ کہ امام وہ ہونا چاہیئے جو زیادہ عالم اور متقی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھلائی ہے۔ واجعلنا للمتقین اماما۔ کہ اے خدا تو ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ اس لئے متقی امام کو چھوڑ کر غیر متقی کی اقتدار کرنا قرآن مجید کے منشار کے خلاف ہے۔ کیونکہ امام۔ مقتدیوں کے اور خدا کے درمیان سفیر کی طرح ہوتا ہے۔ پس یہ ہرگز مناسب نہیں۔ کہ ہم ایسے شخص کو امام بنائیں۔ جو ہمیں کافر و مرتد گردانتا ہے لہذا قرآن مجید اور احادیث کی رُو سے یہی ضروری ہے۔ کہ جو خدا کے فرستادہ کو راستباز نہیں مانتے۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ ایمان لانیوالے اور نہ لانیوالے برابر نہیں۔ اور اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا۔ شریعت کا مدعی ہونا ہے۔ تو آج کل کے علمار نے خود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تو کیا وہ سب کافر و مرتد ہیں؟ چنانچہ حنفیوں نے غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز لکھا ہے۔ حتیٰ کہ خود دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ "بھونچال بر لشکر دجال" کے صث ۵۰۵۷ میں درج ہے۔ کہ

"جو مولوی نذیر حسین کا مداح ہے۔ بے شک وہ غیر مقلد ہے۔ اس کی امامت درست نہیں۔ عند الحنفیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔"

پس گواہوں کے فتوے کے ماتحت تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی کافر و مرتد ہوئے۔
اسی طرح رسالہ "استنکاف المسلمین" کے ٹائٹل پیج پر جو انجمن حفظ المسلمین امرت سر نے شائع کیا ہے۔ اور جس میں پنجاب کے اکثر علماء نے احمدیوں کو مرتد قرار دیا ہے۔ لکھا ہے:۔

"جو شخص مرزا غلام احمد کی نسبت حُسنِ ظن رکھے یا اس کے کفر کا اظہار نہ کرے۔ وہ بھی مرزائی فرقہ میں داخل ہے۔ نہ اس کی امامت جائز ہے۔ اور نہ جنازہ۔"

لہذا جبکہ ہمارے مخالفوں کے نزدیک وہ شخص جو حضرت مسیح موعود پر حُسن ظن رکھے۔ اور آپ کے کفر کا اظہار نہ کرے۔ اس کی بھی امامت جائز نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود پر طعن کرنا کہ آپ نے احمدیوں کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اور اس طرح ایک نیا حکم جاری کر کے صاحب شریعت ہونے کا ادعا کیا ہے۔ انصاف کے گلے پر چھری چلانا ہے:۔

نواں حوالہ حضور کو شریعت کا دعویدار ثابت کرنے کے لئے ایک وجہ دیوبندیوں نے یہ بیان کی ہے۔ کہ آپ نے احمدیوں کو حکم دیا ہے۔ کہ کوئی اپنی لڑکی غیر احمدی کو نہ دے۔ اور چونکہ یہ ایک نیا حکم ہے۔ اس لئے ثابت ہؤا۔ کہ آپ شریعت جدیدہ لانے کے مدعی ہیں۔

اس کا مفصل جواب تو پانچویں وجہ تکفیر کے آخر میں دیا جائے گا۔ سردست یہ گذارش ہے۔ کہ دفع شر کے طور پر بھی ایسا ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے۔ کہ بعد میں بہت فساد واقع ہوتا ہے۔ اور غیر احمدی اپنی احمدی بیوی کو مارتے کوٹتے اور سخت تکلیفیں دیتے ہیں۔ اور اُسے مجبور کرتے ہیں۔ کہ احمدیت سے تائب ہو۔ اور اس پر زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ احمدی لڑکی غیر احمدی کے حبالہ عقد میں منسلک نہ کی جائے ::

دسواں حوالہ گواہ ۱۲ نے لوح الہدیٰ سے یہ دیا ہے۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو ماہوار چندہ دینے کا حکم دے کر کہا ہے۔ کہ جو تین ماہ تک نہ دے وہ جماعت سے خارج ہے۔ کافر ہے۔ مرتد ہے اور ملعون ہے۔ لہذا یہ ایک نیا حکم ہے جو شریعت کے مخالف ہے۔ کیونکہ اسلام میں یہ حکم نہیں۔ کہ جو تین ماہ تک زکوٰۃ نہ دے۔ وہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے معلوم ہؤا۔ کہ مرزا صاحب نئی شریعت کے دعویدار ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد میں کافر۔ مرتد اور ملعون کے الفاظ بالکل نہیں۔ دُوسرے اس میں اپنی جماعت کے ان لوگوں کو جو احمدی ہو کر یہ عہد کر چکے ہیں کہ "ہم دین کو دنیا پر بہر حال مقدم کریں گے"۔ اور "اسلام کی اشاعت کے لئے مالی جانی قربانی سے کبھی دریغ نہ کریں گے"۔ فرمایا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی باوجود مقدرت اور طاقت کے ایک پیسہ بھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو وہ منافق ہے۔ اس کے بعد وہ اس جماعت میں رہنے کے قابل نہیں۔ اور واضح رہے۔ کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ شروع قرآن میں متقیوں کی ایک صفت یہ بیان کی ہے۔ وممارزقنھم ینفقون۔ کہ جو ہم نے انہیں دیا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح سورہ توبہ ع۵ میں ان لوگوں کے حق میں کہ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے فبشرھم بعذاب الیم کی وعید آئی ہے۔ یعنی انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ اور اسی طرح

منافقوں کی ایک علامت یہ بتائی ویقبضون ایدیھم (توبہ ع ۹) کہ وہ اپنے ہاتھوں کو تنگ کرتے اور روکتے ہیں۔ خدا کی راہ میں مال خرچ نہیں کرنا چاہتے۔ پھر فرمایا۔ ولا ینفقون الا وھم کارھون (توبہ ع ۷) کہ وہ خوشی سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بلکہ ناخوشی سے کرتے ہیں۔ اب صاف ظاہر ہے۔ کہ خدا کی راہ میں جب ناخوشی سے مال خرچ کرنا بھی نفاق کی علامت ہے۔ تو جو شخص باوجود استطاعت بالکل ہی خرچ نہیں کرتا۔ وہ کس طرح مومن ہو سکتا ہے۔ اور اس کا جماعت سے تعلق کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھا انتم ھٰؤلاء۔ الی۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم (محمد ع ۴) سنو تم ایسے لوگ ہو۔ کہ تمہیں خدا کے رستے میں خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے۔ (جس میں تمہارا قومی فائدہ ہے) اس پر بھی تم میں سے ایسے بھی ہیں۔ جو بخل کرتے ہیں۔ اور اللہ تو بے نیاز ہے۔ اور تم اس کے محتاج ہو۔ اور اگر تم خدا کے حکم سے روگردانی کروگے۔ تو خدا تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لے آئیگا۔ اور وہ تم جیسے نہیں ہونگے۔ ایسی حالت میں تم خدائی سلسلہ میں نہیں رہ سکتے۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے اسی قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا۔ کہ ایسا شخص جو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا۔ اور باوجود مقدرت ۲-۳ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے۔ اور کچھ پروا نہیں کرتا۔ تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

اور گواہ کا یہ کہنا۔ کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق یہ حکم نہیں ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ فرمایا۔ واللہ لو منعونی عقالاً کانوا یؤدونہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعہ (مسلم جلد ۱ باب الامر بقتال الناس) اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایک معمولی رسی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے۔ اور جسے وہ رسول اللہ صلعم کے وقت میں ادا کرتے تھے روکی۔ تو میں ان سے قتال کروں گا۔

دیکھئے! زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ ادا نہ کرنے پر کتنی سخت سزا مقرر کی۔

گیارہواں حوالہ

گواہ نے کہا ہے۔ کہ حضرت خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے مرزا صاحب کو القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ وغیرہ میں حقیقی نبی لکھا ہے۔ اور ان کے ظلی نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ وہ صاحب شریعت نبی ہونیکے مدعی تھے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ ایک مغالطہ ہے۔ جو ناواقفوں کو دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا

جواب خود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۳ میں دیا ہے۔
اور القول الفصل صفحہ ۱۲ کی یہ عبارت بھی لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں۔ کہ جو نئی شریعت لائے۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے"

پھر فرماتے ہیں۔ کہ

"حقیقی نبی ایک اصطلاح ہے۔ جو خود حضرت مسیح موعود نے قرار دی ہے اور اس کے خود ہی معنی بھی کر دئے ہیں۔ ان معنوں کی رُو سے میں ہرگز آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا۔ ہاں چونکہ ہر ایک شخص کا حق ہے۔ کہ ایک اصطلاح بنائے۔ اس لئے میں نے لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے معنے ان معنوں کے سوا ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں تو میں اُن کے معلوم ہونے پر رائے دے سکونگا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود پر چسپان ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور مثال کے طور پر میں نے لکھا تھا۔ کہ اگر حقیقی نبی کے معنی یہ کئے جائیں۔ کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو۔ تو ان معنوں کی رُو سے حضرت مسیح موعود کو میں حقیقی نبی مانتا ہوں" یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں۔

پس آپ کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں حقیقی نبی قرار دیا۔ جن معنوں کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے حقیقی نبی ہونیسے انکار کیا ہے:۔

(۲۱)

قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل

ختم نبوت پر جو دلائل گواہوں نے دئے۔ اور اجرائے نبوت پر جو اعتراضات اور شبہات انہوں نے کئے۔ ان کا جواب باصواب دینے کے بعد اب میں قرآن مجید سے چند دلائل بیان کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

پہلی دلیل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا بنی ادم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی الخ (اعراف ع ۴) کہ اے اولاد آدم ضرور تمہارے پاس میرے رسول

آئیں گے۔ جو تم پر میری آیات پڑھیں گے۔

اس آیت میں صاف طور پر آئندہ رسولوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ ان کا کام محض اللہ کی آیات سُنانا ہوگا۔ یعنی خدا کی کتاب اور شریعت جو پہلے سے موجود ہوگی۔ اُسی کی اشاعت کریں گے۔ کوئی نئی شریعت نہیں لائینگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کا نازل ہونا اس امر پر دال ہے۔ کہ بنی آدم سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو قرآن مجید کے نزول کے بعد قیامت تک ہونگے۔ جیساکہ اس آیت سے پہلی آیت یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد الخ میں بنی آدم سے صحابہؓ اور اُن کے بعد کے تمام لوگ مراد ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۴ مصری میں لکھا ہے۔

فانہ خطاب لاھل ذالک الزمان ولکل من بعد ھم۔ کہ یا بنی آدم کا خطاب ان تمام لوگوں کو ہے۔ جو اس وقت موجود تھے۔ اور جو ان کے بعد آئندہ ہوں گے۔

اور گواہ ۱ کا اس کے متعلق یہ کہنا۔ کہ اس سے مراد خاتم النبیین والی آیت کی وجہ سے قرآن سے پہلے کے لوگ ہیں۔ بعد کے نہیں۔ بالکل غلط ہے۔ جیساکہ علامہ جلال الدین سیوطی کے قول سے ظاہر ہے۔ کیونکہ گذشتہ امتوں کو قرآن مجید میں ایسے الفاظ سے خبر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ جو مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔

دوسری دلیل

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس (الحج ع) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اور لوگوں میں سے رسول چُنتا ہے اور چُنتا رہیگا۔

اس آیت میں یصطفی کا لفظ ہے۔ جو حال اور استقبال کے لئے آتا ہے۔ جس سے معلوم ہُوا۔ کہ آئندہ حسب ضرورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آتے رہیں گے۔ اور فرشتے ان پر وحی لائیں گے۔

تیسری دلیل

تمام مسلمان مانتے ہیں۔ کہ نبوت ایک بہت بڑی خدا کی نعمت ہے اور قرآن میں بھی اسے نعمت کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں۔ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یؤت احدا من العالمین (مائدہ ع) کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جو اس نے تم پر کی۔ کہ اُس نے تم میں سے نبی بھی بنائے اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔ یعنی اللہ نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔

پس از روئے قرآن نبوت جب ایک انعام ہے۔ تو امت محمدیہ جو خیر الامم ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے کس طرح محروم رہ سکتی ہے اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی صاف بتا رہی ہے۔ کہ اس امت پر سب سے بڑھ کر نعمت کا اتمام ہوگا۔ یعنی اب دیگر مذاہب والوں سے کوئی اس نعمت کو نہیں پا سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے اب اس نعمت کو آپ ہی کے کامل متبع حاصل کر سکتے ہیں۔ غیر کو یہاں قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ اب اگر یہ مانا جائے کہ خدا نے اس نعمت کو آنحضرتؐ کے تشریف لانے کی وجہ سے بند کر دیا۔ تو آپ کی رحمۃ للعالمینی پر حرف آتا ہے (نعوذ باللہ) اور اتمام نعمت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اور امت محمدیہ خیر الامم ثابت نہیں ہوتی۔

چوتھی دلیل اگر واقعی طور پر آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا بند ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ وہ حالات بھی دنیا میں پیدا نہ ہونے دیتا۔ جو نبی کی بعثت کا موجب ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سے ایک حالت دنیا میں فساد کا ظہور ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظہر الفساد فی البر و البحر (روم ع) کہ جب دنیا میں خشکی اور تری یعنی عوام اور خواص علماء اور جہلاء امیر اور غریب۔ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں کی حالت خراب ہو گئی تو نبی کا ظہور ہوا۔ پس آئندہ بھی جب کبھی دنیا میں یہ حالت پیدا ہوگی۔ تو خدا کا نبی ضرور مبعوث ہوگا۔ لہٰذا قرآن مجید کی یہ آیت امکان نبوت پر ایک صاف و صریح دلیل ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ پہلی کتاب میں لوگ شک کرنے لگتے ہیں۔ اور خدا سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ان الذین اورثوا الکتاب من بعدھم لفی شک منہ مریب۔ فلذالک فادع فاستقم کما امرت (شوریٰ) سے ظاہر ہے۔ کہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ گہرے شک میں پڑ گئے۔ اس لئے اے نبی تو ان کو دعوت دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے۔

تیسری بات جو کسی نبی کی بعثت کا موجب ہوتی ہے۔ اختلاف کا ظہور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے۔ لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (بقرہ ع) کہ اللہ نبی کو اس لئے بھیجتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کے اختلاف دور کرے۔ اور ان کے درمیان صحیح فیصلہ فرمائے۔

اب دیکھ لیا جائے۔ کہ یہ تمام باتیں اس زمانہ میں موجود ہیں یا نہیں۔ علم قرآن کے اٹھائے

جاننے کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے خبر دے چکے ہیں۔ اور ایمان کے متعلق بھی فرما چکے ہیں کہ دلوں سے اٹھ جائیگا۔ اور فساد کے ظہور کی خبر دی کہ ایسا فتنہ ہوگا۔ جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہُوا ہوگا۔ اور اس کو فتنۂ دجال سے تعبیر کیا۔ اور امت کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح ہو جائے گی۔ اور اختلاف اس قدر ہوگا۔ کہ بنی اسرائیل اگر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ تو میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائیگی۔ پس جب یہ تمام حالات جو بعثتِ نبی کا موجب ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے فرمان کے مطابق پیدا ہونیوالے تھے اور ہوئے۔ تو کیونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ فساد کی اصلاح کے لئے کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔ یعنی زہر تو پیدا ہو جائے۔ لیکن تریاق نہ ہو۔ اسے کون مان سکتا ہے۔

امت کو کہا جائے کہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کریگی۔ اور ہر بدی کی مرتکب ہوگی۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے ان میں سے اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی۔ تو میری امت کے لوگ بھی ایسا کریں گے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ یہود کی تمام بُرائیوں کی تو یہ امت وارث ہو۔ لیکن جو نعمتیں خدا کی طرف سے یہود کو ملی تھیں۔ ان سے یہ امت قطعی محروم رہے۔ لہٰذا آنحضرت صلعم کا موجباتِ نبوت کی خبر دینا اور پھر ان کا پایا جانا۔ اسبات کا واضح ثبوت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد آپکے اتباع میں نبی آسکتا ہے۔

اور گو اہان کو بھی اس بات سے انکار نہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا وہ بھی مانتے ہیں کہ ایک نبی آئے گا۔ لیکن وہ اس نبی سے مراد حضرت مسیح ناصری لیتے ہیں جو رسولًا الی بنی اسرائیل (آل عمران) کے مطابق بنی اسرائیل کے نبی تھے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق تو امت محمدیہ خیر الامت نہیں ٹھیرتی۔ کیونکہ اس کے صاف معنی یہ بنتے ہیں۔ کہ امت محمدیہ چونکہ نعمت وحی و نبوت سے محروم ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی فرد نبی نہیں بن سکتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزندوں میں سے گویا کوئی اس رحمانی انعام کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ کا آنا ضروری ہُوا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس میں سید الانبیاء خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور امت محمدیہ کی صریح توہین ہے۔ کہ وہ خیر الامم ہوکر اور سید الانبیاء امام المرسلین۔ قائد النبیین کی امت کہلا کر پھر اپنی اصلاح کے لئے ایک ایسے نبی کی محتاج ہو۔ جو بنی اسرائیل کی طرف آیا تھا لیکن نہیں ہرگز نہیں

ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم الشان نبی اور مملکتِ روحانیت کے وہ بے نظیر سلطان اور صاحب اقتدار شہنشاہ ہیں۔ کہ حضور کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ صرف نبی نہیں بلکہ نبی گر۔ یعنی نبی الانبیاء ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (ال عمران ع۴) یعنی رسول اللہ صلعم کی اتباع انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ دوسری جگہ آپکو خدا نے سراج منیر فرمایا ہے۔ کہ جس سے دوسرے بھی روشن ہو سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورۂ فاتحہ میں ایک کامل دعا سکھائی ہے۔ یعنی صراط الذین انعمت علیہم کہ اے ارحم الراحمین خدا تو ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنا۔ جن پر تیرا انعام ہوا۔ ایک دوسری سورت میں اس کی تشریح فرمائی کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر خدا کا انعام ہوا۔ فرمایا۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین الخ (النساء ع۹) کہ وہ منعم علیہ گروہ نبی۔ صدیق۔ شہداء اور صالح ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ رحیم و رحمان نے ہمیں تلقین کی ہے۔ کہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے یہ چاروں مراتب تمکو حسب حیثیت مل سکتے ہیں۔ اگر ان چاروں مراتب کا حصول امت محمدیہ کے لئے ناممکن ہوتا۔ تو کبھی اللہ صاحبِ فضل عظیم ہمیں اس دعا کی تلقین نہ کرتا۔

گذشتہ زمانہ میں جسقدر رسول آئے۔ نبوت کا انعام پانے کے لئے اُن کی پیروی شرط نہ تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اس انعام کے لئے شرط ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ امت محمدیہ تین مراتب کا تو انعام پائے۔ لیکن چوتھے مرتبہ کا حصول اسکے لئے ناممکن ہو۔ حالانکہ اس سے پہلی امتوں نے اس انعام کو بار بار حاصل کیا ۔ پس امت محمدیہ پچھلی امتوں سے اسی صورت میں افضل ہو سکتی ہے جبکہ اُن سے بڑھ کر خدا کا انعام پائے ؛

(۲۲)

احادیث سے امکان نبوت کا ثبوت

آنحضرت صلعم نے احادیث میں آنیوالے مسیح کو نبی اللہ کہکر پکارا ہے۔ یہ علیحدہ بات

ہے۔ کہ ہمارے نزدیک آنیوالا مسیح وہ نہیں جو بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے آیا تھا۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ وہ مطابق حدیث صحیح بخاری امامکم منکم اور صحیح مسلم وامکم منکم اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن وہ حسب ارشاد خاتم النبیین صلعم نبی ہوگا۔

فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت عیسٰی کے آسمان پر زندہ رہنے کے متعلق امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ بالکل غلط ہے اور اس میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ کیونکہ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ کہ وہ وفات پا گئے۔ زندہ نہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو شرح مسلم لابی مالکی سنوسی جلد اول ص اور قرآن مجید کی آیت فلما توفیتنی اور بخاری کی حدیث (بخاری کتاب التفسیر) جس میں اس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے حضرت مسیح کی وفات پر ایک قاطع دلیل ہے۔ جس کا مخالفین کے پاس کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے۔ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ میں ارتداد واقع ہوا۔ اسی طرح عیسائیوں نے حضرت مسیح کی وفات کے بعد ان کو خدا بنایا۔

دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کی وفات کے موقعہ پر صحابہؓ کے ایک مجمع میں آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل پڑھ کر سنائی اور اور لوگوں کو تسلی دی۔ کہ اگر آنحضرت صلعم وفات پا گئے تو کیا ہوا۔ کیونکہ آپ سے پہلے جتنے رسول آئے سب فوت ہو چکے ہیں۔ کوئی زندہ نہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کی وفات کو مستبعد نہ سمجھو۔ اس پر تمام صحابہؓ نے سکوت اختیار کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کی گئی۔

اسی طرح گواہ ۳۱ کا یہ کہنا کہ آنیوالا مسیح موعود حضرت عیسٰی ہونگے۔ اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ درست نہیں۔ کیونکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے۔ واما فی المستقبلات کاشراط الساعة وامور الآخرة فلا عند الحنفية لان الغيب لا مدخل فيه للاجتهاد (ص۱۹۵) کہ وہ باتیں جو آئندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونیوالی ہیں۔ جیسے علامات قیامت اور امور آخرت۔ ان میں کوئی اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ باتیں غیب سے متعلق ہیں۔ اور غیب میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

اور گواہ ۳۱ اس امر کو تسلیم کر چکا ہے۔ کہ مسیح کا نزول بھی اشراط ساعت میں سے ہے لہذا اس میں بھی اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پیشگوئیوں کا ظہور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہی اس طرح ہوتا ہے اس میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔

اب میں ایک اور حدیث پیش کرتا ہوں۔ جس سے بالکل صاف طور پر ثابت ہوتا ہے

کہ آنحضرت کے بعد نبی آسکتا ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں،۔

ابو بکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبی۔ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صد ۲)

کہ ابو بکر اس امت میں سب سے افضل ہے۔ مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر کوئی نبی امت میں سے ہؤا۔ تو وہ حضرت ابو بکر سے افضل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہؤا۔ کہ آنیوالا نبی اسی امت میں سے ہونا چاہیئے باہر سے نہیں ؛

(۲۳)

خلاصہ

اس تمام مذکورہ بالا بیان سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:۔

(۱) احمدی جماعت آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونیکی منکر نہیں بلکہ اسے ایمانیات سے جانتی ہے۔

(۲) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور صحابہ مثل حضرت علی و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں لیا۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔

(۳) سلف صالحین مثل حضرت شیخ محی الدین ابن عربی۔ سید عبد الکریم جیلی۔ مولانا روم صاحب مثنوی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔ حضرت ملا علی قاری۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے خاتم النبیین کے یہ معنی سمجھے ہیں۔ کہ شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنیوالا نبی نہیں آسکتا۔ دوسرے کسی نبی کا آنا ممتنع نہیں۔

(۴) خاتَم کے اصل معنی مُہر اور انگوٹھی کے ہیں۔ جو احمدی کرتے ہیں۔ اور اس کے آخر کے معنی لینے اصلی معنی نہیں بلکہ تاویلی ہیں۔

(۵) اگر کوئی محتمل تاویل کرے تو کافر نہیں ہوگا۔

(۶) خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرنے پر صحابہ کا کوئی اجماع نہیں ہؤا۔

(۷) خاتم النبیین کی آیت اور اس کے سوا جسقدر آیات اور احادیث گواہوں نے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ اُن سے انکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

(۸) علماء خیر نے لا نبی بعدی کے معنی یہ کئے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں

آسکتا جو حضور کی شریعت کا ناسخ ہو۔ اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

(۹) حضرت مرزا صاحب نے اپنی جن کتابوں میں وحی اور نبوت کا انقطاع مانا ہے۔ اس سے مراد شریعت والی وحی و نبوت ہے۔

(۱۰) ظلی۔ بروزی اصطلاحات کا مقرر کرنا شریعت کے خلاف نہیں۔ ان کے صرف یہ معنی ہیں۔ کہ آپ نے سب فیض آنحضرت صلعم کی پیروی سے حاصل کیا ہے۔

(۱۱) حضرت مرزا صاحب نے شریعت جدیدہ لانے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ اس دعوے کو آپ کفر سمجھتے تھے۔

(۱۲) تجدید کے طور پر قرآن شریف کے بعض اوامر و نواہی کا کسی بزرگ پر نازل ہونا اُسے نئی شریعت کا مدعی نہیں بناتا۔

(۱۳) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے حضرت مسیح موعود کو کبھی حقیقی نبی۔ یعنی صاحب شریعت نبی نہیں لکھا۔

(۱۴) حضرت مسیح موعود کا اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا۔ اور ماہوار چندہ دینے کا حکم دینا شریعت کے خلاف نہیں۔

(۱۵) قرآن مجید اور احادیث سے واضح ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی آسکتا ہے ؛

تیسری وجہ تکفیر کا ردّ

گواہ ۲ نے کہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے قیامت کے دن مُردوں کے قبروں سے جی اُٹھنے کا جو بہت سی آیات اور احادیث میں صاف مذکور ہے انکار کیا ہے۔ نیز یہ بھی کہا ہے۔ کہ نفخ صور سے مراد یہ نہیں ہے۔ کہ واقعی قیامت قائم ہوگی یا واقعی کوئی نفخ صور ہے۔ بلکہ اس سے خود مرزا صاحب کا تشریف لانا مراد ہے۔

(۱) قیامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا اپنی کتب میں قیامت اور حشر اجساد اور جنت و

جہنم وغیرہ کے حق ہونے کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱) "ہم یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں" (نور الحق حصہ اول صفحہ ۵)

(۲) "ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور معجزات انبیا حق ہیں" (التبلیغ صفحہ ۳۸۷)

(۳) تعلیم برائے جماعت کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں:۔

"در جماعت ما ہیچکس داخل نتواند شد بجز کسے کہ در دین اسلام داخل گردد و قرآن شریف و سنت نبوی را پیرو گردد و بخدا و برسول او کہ کریم و رحیم است ایمان آرد و نیز بحشر و نشر و بہشت و دوزخ ایمان آرد و وعدہ کند و اقرار کند کہ بجز دین اسلام ہیچ دین را نخواہد طلبید" (مواہب الرحمان صفحہ ۹۶)

(۴) "ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے" (ایام الصلح صفحہ ۸۶)

اب میں ازالہ اوہام کی عبارت پیش کرتا ہوں۔ جہاں سے گواہ نے غلط نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نے حشر اجساد کا انکار کیا اور کہا ہے کہ قیامت سے پہلے لوگ جنت و دوزخ میں چلے جائیں گے؛

آپ فرماتے ہیں:۔

"اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مومن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔ جیساکہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین اور دوسری یہ آیت فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور تیسری یہ آیت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ فرحین بما اتاھم اللّٰہ من فضلہ اور احادیث میں تو اس قدر اسکا بیان ہے کہ جسکا باستیفاء ذکر کرنا موجب تطویل ہوگا بلکہ خود آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم اپنا چشمدید ماجرا بیان فرماتے ہیں" کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا۔ تو میں نے اکثر اس میں عورتیں دیکھیں۔ اور بہشت دکھلایا گیا۔ تو میں نے اکثر اس میں فقرا دیکھے"

پھر فرماتے ہیں۔

"ماسوا اس کے ایسی آیات بھی ہیں۔ جو ظاہر کرتی ہیں۔ کہ حشر اجساد ہوگا۔ اور حساب کے بعد بہشتی بہشت میں داخل کئے جائینگے۔ اور دوزخی دوزخ میں۔ بظاہر ان دونوں

قسموں کی آیات پر نظر ڈالنے سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ قرآن شریف اور احادیث میں ارواح طیبہ کا بہشت میں داخل ہونا تو بدیہی اور کُھلے کُھلے طور پر ثابت ہے۔ مگر ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں ملیگی جس سے یہ ثابت ہو سکے۔ کہ یوم الحساب میں بہشتی لوگ بہشت سے باہر نکال دئے جائینگے۔ بلکہ حسب وعدۂ الٰہی بہشت میں ہمیشہ رہنا بہشتیوں کا جا بجا قرآن شریف اور احادیث میں مندرج ہے۔ ہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ قبروں میں سے مردے جی اُٹھینگے اور ہر ایک شخص حکم سننے کیلئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوگا۔ اور ہر ایک شخص کے عمل اور ایمان کا اندازہ الٰہی ترازو سے اس پر ظاہر کیا جائیگا۔ تب جو لوگ بہشت کے لائق ہیں۔ بہشت میں داخل کئے جائینگے۔ اور جو دوزخ میں جلنے کے سزاوار ہیں وہ دوزخ میں ڈال دئے جائینگے"

پھر فرماتے ہیں

"پس وہ واقعی امر جس سے ان دونوں قسم کی آیات کا تعارض دور ہوتا ہے یہ ہے۔ کہ جنت اور جہنم تین درجوں پر منقسم ہے۔

پہلا درجہ۔ جو ایک ادنیٰ درجہ ہے۔ اسوقت سے شروع ہوتا ہے۔ کہ جب انسان اس عالم سے رخصت ہو کر اپنی خوابگاہ قبر میں جا لیٹتا ہے۔ اور اس درجہ ضعیفہ کو استعارہ کے طور پر احادیث نبویہ میں کئی پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی پیرایہ ہے۔ کہ میت عبد صالح کیلئے قبر میں جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جسکی راہ سے وہ جنت کی باغ و بہار دیکھتا ہے۔ اور اسکی دلربا ہوا سے متمتع ہوتا ہے۔ اور اس کھڑکی کی کشادگی بحسب مرتبہ ایمان و عمل اس میت کے ہوتی ہے لیکن ساتھ اس کے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جو لوگ ایسے فنا فی اللہ ہونیکی حالت میں دنیا سے جدا ہوتے ہیں۔ کہ اپنی جان عزیز کو محبوب حقیقی کی راہ میں فدا کر دیتے ہیں۔ جیسے شہداء یا وہ صدیق لوگ جو شہداء سے بھی بڑھ کر آگے قدم رکھتے ہیں۔ ان کیلئے موت کے بعد صرف بہشت کی طرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی۔ بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کیساتھ بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر لذات جنت حاصل نہیں کر سکتے۔

ایسا ہی اس درجہ میں میت خبیث کے لئے دوزخ کی طرف قبر میں ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ جس کی راہ سے دوزخ کی ایک جلانیوالی بھاپ آتی رہتی ہے۔ لیکن ساتھ اس کے یہ بھی ہے کہ جو لوگ اپنی کثرت نافرمانی کیوجہ سے ایسے فنا فی الشیطان ہونیکی حالت میں دنیا سے جُدا ہوتے ہیں کہ شیطان کی فرمانبرداری کیوجہ سے سبکی تعلقات اپنے مولیٰ حقیقی سے توڑ دیتے ہیں۔

ان کیلئے انکی موت کے بعد صرف دوزخ کی طرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی۔ بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کیساتھ خاص دوزخ میں ڈال دئے جاتے ہیں۔ جیساکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ مما خطیئاتھم اغرقوا فادخلوا نارا (سورۃ نوح) مگر پھر بھی وہ لوگ قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر عقوبات جہنم کا مزہ نہیں چکھتے۔

دُوسرا درجہ۔ جس کو درمیانی درجہ کہنا چاہیئے۔ اور وہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمیٰ یا جہنم کبریٰ میں داخل ہونیسے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ اور بوجہ تعلق جسد کامل قویٰ میں ایک اعلیٰ درجہ کی تیزی پیدا ہوکر اور خدا تعالیٰ کی تجلیٔ رحم یا تجلیٔ قہر کا حسب حالت اپنے کامل طور پر مشاہدہ ہوکر اور جنت عظمیٰ کو بہت قریب پاکر یا جہنم کبریٰ کو بہت ہی قریب دیکھکر وہ لذات یا عقوبات ترقی پذیر ہوجاتی ہیں۔ جیساکہ اللہ جلشانہ آپ فرماتا ہے واذلفت الجنۃ للمتقین وبرزت الجحیم للغاوین الخ

تیسرا درجہ۔ منتہائے مدارج ہے۔ جس میں یوم الحساب کے بعد لوگ داخل ہونگے۔ اور اکمل اور اور اتم طور پر سعادت یا شقاوت کا مزہ چکھ لینگے۔" (ازالہ اوہام تقطیع خورد ص۳۵۴-۳۶۰)

اِن مذکورہ بالا عبارات کو پڑھکر کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قیامت یا حشر اجساد کا انکار کیا ہے۔ الامن سفہ نفسہ۔ کیونکہ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ قرآن مجید و احادیث سے لکھا ہے۔ بلکہ حدوث قیامت و حشر اجساد اور دخول جنت وجہنم کے متعلق جو ملحدین اعتراض کرسکتے تھے۔ انکو تحقیقی اور مکمل جواب دیا ہے۔ اور آیات اور احادیث میں جو بظاہر تناقض معلوم ہوتا تھا۔ ان کے صحیح معنی بیان کرکے انکی مطابقت دکھائی ہے۔

(۲) نفخ صور

حضور کو نفخ صور کا منکر ثابت کرنے کیلئے گواہ نے شہادت القرآن کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس لئے میں اسی کتاب سے بتاتا ہوں۔ کہ آپ نے نفخ صور یا قیامت کا انکار نہیں کیا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"بارھویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا ہے جسکو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نفخ حقیقت میں دو قسم پر ہیں۔ ایک نفخ اضلال اور ایک نفخ ہدایت۔ جیساکہ اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ھم قیام ینظرون یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی" (شہادت القرآن ص۲۵) پھر ص۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

"لیکن ان معانی مبارکہ کے ماخذ دقیق ہیں۔ اس لئے ہر ایک سطحی خیال کا آدمی اس طرف توجہ نہیں کرسکتا۔ اور موٹی سمجھ انکو پا نہیں سکتی"

مذکورہ بالا عبارت بالکل واضح ہے۔ کہ آپ نے نفخ صور سے مراد مسیح موعود کا آنا استعارۃً لیا ہے۔ نہ کہ حقیقی طور پر۔ اور صاف فرما دیا ہے۔ کہ ان آیتوں کا تعلق قیامت سے بھی ہے۔ اسی طرح "نکات فریدی" مصنفہ فقیر محمد بخش صاحب ص۲ میں برزخ کے معنی رابطہ اور واسطہ لکھے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر کیوں مولویوں نے ان عبارات کی بناء پر آپکو کافر اور مرتد کہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایسا ہونا ضروری تھا۔ جیساکہ امام ربانی مجدد الف ثانی ان کے حق میں پہلے سے خبر دے چکے ہیں۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام جب آئیں گے۔ تو

"علماء ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند" (مکتوبات مکتوب ۵۵ جلد ۲ ص۱۰۷)

کہ جو باریک باتیں وہ اپنے اجتہاد سے بیان کرینگے۔ تو علماء ظواہر ان باتوں کا جو نہایت باریک اور دقیق المآخذ ہونگی۔ انکار کرینگے۔ اور مخالف کتاب و سنت جانینگے۔ جیساکہ علماء ظواہر اب کر رہے ہیں۔ اور گواہ ۱۳ اقرار کر چکا ہے۔ کہ وہ علماء ظواہر سے ہے پس باوجودیکہ آپنے نہ نفخ صور کا انکار کیا۔ اور نہ قیامت اور حشر اجساد کا۔ اور جو کچھ بیان فرمایا وہ قرآن مجید و احادیث سے بیان فرمایا ہے لیکن پھر بھی ان کے نزدیک وہ کفر ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے علماء کے حق میں ٹھیک فرمایا۔ علماءھم شرمن تحت ادیم السماء کہ وہ بدترین مخلوقات ہونگے۔

چوتھی وجہ تکفیر کا رد

توہین انبیاء

فریق مخالف کے گواہوں نے ایک وجہ تکفیر یہ بیان کی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انبیاء کی توہین کی ہے۔ اور جو انبیاء کی توہین کرے۔ وہ کافر اور مرتد ہے۔ اور کسی کی توہین کرنیکے یہ معنی ہیں۔ کہ (۱) کسی کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جائے جو اس میں نہیں (۲) کسی کو بداخلاقی وغیرہ کے ساتھ متہم کیا جائے (۳) یا کسی منصب کا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُسے سرفراز فرمایا،

اپنے لئے دعویٰ کیا جائے۔

گواہوں نے اپنے بیان میں یہ ظاہر کرنا چاہا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تمام انبیاء کی اور پھر خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آدم و یوسف و عیسیٰ علیہم السلام کی توہین کی ہے

(۱) حضرت مسیح موعودؑ نے کسی نبی کی توہین نہیں کی

ہر دانشمند انسان جسے خدا تعالیٰ نے فہم سلیم عطا کیا ہے۔ وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ کہ ایک انسان اپنے آپکو جن لوگوں سے مشابہت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں بھی اسی پاک گروہ کا ایک فرد ہوں۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کیلئے آتے رہے۔ تو پھر وہ کیوں انکی توہین کریگا۔ کیونکہ اگر وہ انکی توہین کرے۔ تو وہ خود اسکی اپنی توہین ہوگی۔ پس عقل تسلیم نہیں کرسکتی کہ جس گروہ میں انسان اپنے آپکو شمار کرتا ہے انکو بُرا کہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے۔ تو وہ اس کی اپنی غلطی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقائد جن میں رسولوں پر ایمان لانیکا اقرار موجود ہے میں ابتداءً ذکر کرچکا ہوں۔ اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔

ہر رسُولے آفتاب صدق بود ہر رسُولے بود مہر انورے
ہر رسُولے بُود ظلّ دین پناہ ہر رسولے بود باغ مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک کار دیں ماندے سراسر ابترے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہر اند متحد در ذات و اصل گوہرے
(درثمین ص۲۰۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بڑھکر لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
(قادیان کے آریہ اور ہم) (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

پہلا حوالہ گواہوں نے انبیاء کی توہین ثابت کرنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام - داد آں جام را مرا بتمام

حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہو کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو جام عرفان الٰہی اور ایقان کا ہر نبی کو دیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے وہ پورے

کا پورا مجھے بھی دیا ہے۔ اور جس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی اور ان سے کلام کیا ایسے ہی خدا تعالیٰ نے مجھے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے۔ جو میرے لئے باعث ازدیاد ایمان و عرفان و ایقان ہوا۔ جیسا کہ اس سے اگلے شعر میں فرماتے ہیں۔

دل من بُرد و الفت خود داد (نزول مسیح) خود مرا شد بوحیٔ خود استاد
وحی او را عجب اثر دیدم (نزول مسیح) روئے آں مہر زاں قسم دیدم

دوسرا حوالہ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

اس الہام کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو اس امت میں اولیاء اقطاب و ابدال گذرے اور انہیں آنحضرت صلعم کی اتباع سے جو مراتب روحانیہ ملے۔ ان سب سے بڑھ کر مجھے اللہ تعالیٰ نے آسمانی برکات سے حصہ دیا۔ چنانچہ اسی قسم کے دوسرے الہام "انی فضلتك علی العالمین" کا یہ ترجمہ کیا ہے۔" اور جس قدر لوگ تیرے زمانہ میں ہیں سب پر میں نے تجھے فضیلت دی" (اربعین ۲ ص۱۷) اگر سب دنیا اگلی پچھلی مراد ہوتی تو "تیرے زمانہ" کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ صوفیاء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود معارف اور علوم اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء سے بڑھ کر ہوگا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن آنحضرت صلعم کا باطن ہے یعنی بروزی طور پر وہی ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

اور اس طرح تو کوئی سید عبد القادر جیلانی پر بھی توہین انبیاء کا الزام دے سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے۔ وانا من وراءِ عقولکم فلا تقیسونی علی احد ا ولا تقیسوا احدا علی۔ (فتوح الغیب مع شرح فارسی ص۲۲) کہ مجھ تک تمہاری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔ پس تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ یعنی میرے کوئی برابر نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ جو گو انہوں نے اپنے مدعا کے اثبات کیلئے پیش کیا۔ وہ مندرجہ ذیل شعر ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

اس شعر میں بھی انبیاء کی قطعاً توہین نہیں پائی جاتی۔ اس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الٰہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں۔ اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا۔ تو وہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے بطریق وراثت ملا ہے جیسا کہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں

وارث مصطفےٰ شدم بہ یقیں ۔ شدہ رنگیں برنگ یار حسیں

اور حقیقی بات یہی ہے کہ بعض تو ابوجہل اور فرعون کے وارث ہوتے ہیں اور بعض آنحضرت صلعم

کی روحانیت کے وارث ہو کر آپکے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور اگر کوئی آپکے رنگ میں رنگین ہونیکو ناپسند کرتا ہے۔ تو وہ بے شک ابوجہل اور فرعون کے رنگ میں رنگین ہو۔

چوتھا حوالہ جو گواہ ۳ نے پیش کیا ہے۔ وہ یہ شعر ہے:۔

ہر نبی زندہ شد بآمدنم ٭ ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

اس شعر میں بھی رسولوں کی کوئی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک نہایت ہی لطیف مضمون کو ادا کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس الحاد اور دہریت اور گمراہی کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی نبوتوں کا انکار کر دیا تھا۔ اور طرح طرح کے ان پر حملے کئے اور نعوذ باللہ انہیں مکار اور فریبی وغیرہ کہا۔ اور ان کو دعویٰ وحی میں جھوٹا جانا۔ اور جو نبیوں پر وحی کے نزول کے قائل تھے۔ ان سے استہزاء اور ہنسی کی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ پھر وحی کا ثبوت دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں۔ اور یہ اپنے دعوے میں سچا ہے۔ اسی طرح میں اپنے پہلے بندوں سے بھی کلام کرتا رہا ہوں۔ پس آپکا دعویٰ وحی میں صادق ہونا گویا تمام ان انبیاء کا صادق ہونا ہے۔ جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں۔ جن کے دعویٰ نبوت و وحی کو ازراہ ظلم مکر اور فریب قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس شعر سے پہلے دو شعروں میں الہام کا ذکر کیا ہے۔

دست غیبم بپرورد ہر دم	کرد و حیش بمن ظہور اتم
نور الہام ہمچو باد صبا	نزدم آرد ز غیب خوشبو ہا

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اس غلط نتیجہ کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے۔ جو فریق مخالف نے ان حوالوں سے نکالا ہے۔ کہ آپکی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ توہین انبیاء ہے جو موجب کفر و ارتداد ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ شیعہ صاحبان پر بھی یہی فتویٰ عائد ہو۔ اور ان کو مرتد قرار دیکر شیعہ و سنی مرد و عورت کا نکاح حرام ہو۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام سوائے آنحضرتؐ کے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل و برتر ہیں جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۴۵ باب "تفضیلھم علی الانبیاء وعلی جمیع الخلق" میں لکھا ہے "اعلم ماذکرہ رحمہ اللہ من فضل نبینا و ائمتنا صلوات اللہ علیھم علی جمیع المخلوقات وکون ائمتنا علیھم السلام افضل من سائر الانبیاء ھو الذی لا یرتاب فیہ من تتبع اخبارھم" یعنی جو کچھ تمام مخلوقات پر آنحضرت صلعم

اور بارہ اماموں کے باقی تمام انبیاء سے افضل ہونیکی نسبت ذکر کیا۔ یہ ایسی پختہ بات ہے۔ کہ اسمیں انکے حالات سے واقف شخص کبھی شبہ نہیں کر سکتا:

(۲) سیّد الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ

گواہوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر ایک الزام یہ لگایا ہے۔ کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین کی ہے اور اپنے کو ان پر فضیلت دی ہے۔ لیکن جس شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر ایک معمولی نظر بھی ڈالی ہوگی۔ وہ جان سکتا ہے۔ کہ آپکی کتب آنحضرت صلعم کی تعریفوں سے پُر ہیں۔ چند حوالجات بیان کرتا ہوں۔

(۱) آپ فرماتے ہیں :۔

"یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز سے واقف تھا۔ اسکو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اسکی مرادیں اس کی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دیگئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہونگے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں۔ کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبیؐ کے ذریعہ سے پائی۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اسکا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

(۲) پھر اپنی جماعت کے لئے تعلیم ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-
"نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدمزادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں ۔ مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ سو تم کوشش کرو ۔ کہ سچی محبت اس جاہ و جلال والے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو ۔ تا تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ"۔
"نجات یافتہ کون ہے ؟ وہ جو یقین رکھتا ہے ۔ جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے ۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے ۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے" (کشتی نوح ص۱۳)

(۳) پھر فرماتے ہیں :-
"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں ۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار ۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جسکا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔ جسکے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے ۔ جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی"
(سراج منیر ص۸۰)

(۴) پھر فرماتے ہیں :-
وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
(قادیان کے آریہ اور ہم)

(۵) پھر فرماتے ہیں ۔
ربط ہے جانِ محمد کو مری جاں سے مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
(آئینہ کمالات اسلام ص۲۲۴)

(۶) پھر فرماتے ہیں ۔
بعد از خدا بعشقِ محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہر تار پود من بسر اید بعشق او
از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پرم
جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰ
این است کامِ دل اگر آید میسرم
(ازالہ اوہام تقطیع خورد ص۱۷۶)

مذکورہ بالا عبارتوں کے قائل کو گواہوں نے یہ الزام دیا ہے۔ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہین کی ہے۔ اور اپنے آپکو آنحضرتؐ پر فضیلت دی ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے۔

پہلی وجہ جو گواہوں نے توہین کی بیان کی ہے یہ ہے۔ کہ وہ آیات قرآنیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو چند مراتب اور مقامات علویہ سے مشرف فرمایا تھا۔ انہیں مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کرلیا۔ اور یہ لامحالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سمجھی جائیگی۔

چنانچہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ کی آیت کے متعلق کہا کہ یہ میرے پر نازل ہوئی اور قاب قوسین او ادنیٰ میں جو قرب الٰہی یا بقول دیگر جبریل سے آنحضرتؐ کو حاصل ہوا تھا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ مجھ پر نازل ہوئی۔ اسی طرح انافتحنالک فتحا مبینا۔ وغیرہ آیات اور مقام محمود کو بھی اپنے لئے تجویز کیا ہے۔

اس اعتراض کا خلاصہ دو امر ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیات قرآنیہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ مجھ پر نازل ہوئیں۔ دوسرا یہ کہ آنحضرتؐ صلعم کو جو مقامات اور مراتب حاصل تھے وہ اپنی طرف منسوب کئے۔

جواب سو اس کا جواب میں وہی دیتا ہوں۔ جو مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس طائفہ اہلحدیث پیشوا علماء مکفرین نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے دیا تھا۔ اور وہ یہ ہے۔

"مؤلف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کہ قرآن میں ان آیات کا مورد نزول و مخاطب میں ہوں۔ اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عیسیٰ و ابراہیم و آدم علیہم السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہے اس سے میرا خطاب مراد ہے"۔

پھر لکھتے ہیں۔

"ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے۔ کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مراد وہی انبیاء ہیں۔ جنکی طرف ان میں خطاب ہے۔ اور ان کمالات کے محل وہی حضرات ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے ان کمال کا محل ٹھیرایا ہے"۔

"اپنے اوپر ان آیات کے الہام بانزول کے دعویٰ سے ان کی مراد (جسکو وہ صریح الفاظ میں خود ظاہر کرچکے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے) یہ ہے۔ کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہے۔ انہی الفاظ یا

آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشتا ہے۔ پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں۔ جو معانی مقصود قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مغائرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں۔ اور وہ معانی ان معانی کے اظلال و آثار ہیں۔" (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۲۱۸-۲۱۹)

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں اسکے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

"کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالات قدسیہ میں شریک اور مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں ... مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات۔ اپنے غایت اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لئے کہ جو وجود باجود نبویؐ ہے۔ مثل ظل کے ٹھیر جاتا ہے۔ اس لئے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سایہ میں اُس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اسکی اصل میں ہے۔ ایک ایسا امر ہے۔ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قائم نہیں۔ اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اس میں موجود نہیں بلکہ جو کچھ اس میں موجود ہے۔ وہ اس کے شخص اصل کی ایک تصویر ہے۔ جو اس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ آپ یا کوئی دوسرے صاحب اس بات کو حالت نقصان نہ خیال کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے انوار باطنی ان کی امت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور سمجھنا چاہیئے۔ کہ اس انعکاس انوار سے کہ جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صافیہ امت محمدیہ پر ہوتا ہے۔ دو بزرگ امر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجہ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ دوسرے اس امت کی کمالیت اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت اس افاضہ دائمی سے ثابت ہوتی ہے۔ اور حقیت دین اسلام کا ثبوت ہمیشہ تر و تازہ ہوتا رہتا ہے۔"

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۲۷۲)

اگر اس وقت کے علماء کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کیونکر کوئی انسان آنحضرتؐ کی کامل اتباع سے مقامات عالیہ حاصل کر سکتا ہے۔ تو وہ معذور ہیں۔ لیکن علماء اقدمین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ جیساکہ مولانا روم کے شعر

پس در آ در کار گہ یعنی عدم ・ تا بہ بینی صنع و صانع را بہم

کی شرح میں مولانا عبدالعلی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے۔ "کہ ایک مقام فنائی صفات کا ہے۔ جو حدیث قرب نوافل میں بیان ہوا ہے۔ کہ خدا بندے کا کان آنکھ ہوجاتا ہے۔ اور دوسرا مقام فنائی ذات ہے۔ اور تیسرا مقام جمع الجمع وقاب قوسین اور مقام کمال ہے۔ جیساکہ آیت ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ سے ظاہر ہے۔ کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ اور چوتھا مقام مقام احدیت جمع ہی اور اسکو مقام ادنیٰ کہتے ہیں (یعنی خدا سے بہت ہی قریب) جو کہ آیت ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ میں بیان کیا گیا ہے۔" یہ لکھ کر فرماتے ہیں۔

واین مقام باصالت خاص بخاتم النبیین است وبوراثت کمال متابعت اوکمل اولیاء را ازیں حظی است۔" (مثنوی دفتر ۲ حاشیہ ص۲) کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلعم کے ساتھ خاص ہے۔ مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلعم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے۔

۲۔ شیخ شیوخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں۔

وھو المقام المحمود الذی لا یشارکہ فیہ لہ من الانبیاء والرسل الا اولیاء امتہ (ہدیہ مجددیہ ص۲) اور مقام محمود میں آنحضرتؐ کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک نہیں سوائے ان اولیاء کے جو آپ کی امت سے ہوں۔ پس جب کہ اولیاء کو بھی یہ مرتبہ مل سکتا ہے تو مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے میں کیا مانع ہے۔

اسی طرح شرح فصوص الحکم میں شیخ عبدالرزاق کاشانی نے لکھا ہے۔ "فلہ المقام المحمود۔ کہ مہدی کے لئے مقام محمود ہے۔" (شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ص۵۳)

اور سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ وہ ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہوجاتا ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ ۴ ص۲۳)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

ازیں حضیض دنائت چو بگذری شاید — کہ تا دنی فتدلی صعود خود بینی (دیوان معین الدین)

رہا یہ امر کہ آیا ایسی آیتیں جن میں رسول اللہ صلعم کو خطاب کیا گیا ہے۔ وہ کسی پر دوبارہ اتر سکتی ہیں یا نہیں۔ تو اس کا جواب میں کتاب "اثبات الالہام والبیعۃ" سے دیتا ہوں۔ جو مولوی عبدالجبار غزنوی نے اس رسالہ کے اعتراضات کے جواب میں لکھی ہے

جس میں مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی کے الہامات پر اعتراضات کئے گئے تھے۔ اور
جس رسالہ کی مذمت نواب صدیق حسن خان صاحب اور مولوی نذیر حسین دہلوی اور
مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی وغیرہ نے کی ہے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب نے تو مؤلف رسالہ
مولوی غلام علی قصوری کو جاہل قرار دیا ہے۔ یہاں پر میں اعتراض اور جواب دونوں نقل کرتا ہوں
"مغالطہ ۱۶۲ (مولوی غلام علی قصوری) اور قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں کہ ان میں خاص
رسول اللہ صلعم ہی مخاطب ہیں۔ ان کے سوائے کوئی مخاطب بن نہیں سکتا۔"

ہدایہ (جواب مولوی عبدالجبار غزنوی) اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص
آنحضرت کو خطاب ہو۔ تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے
حال سے مطابق کریگا۔ اور نصیحت پکڑیگا...... اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جناب
رسول اللہ صلعم کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ اُسے اپنے پر وارد کرے۔ اور اس کے امر و نہی اور تاکید و
ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے۔ تو بے شک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہوگا۔
اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے مثلاً الم نشرح لک صدرک کیا
نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا۔ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ فسیکفیکھم اللہ
فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداوۃ
والعشی یریدون وجھہ۔ فصل لربک وانحر۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا
واتبع ھواہ ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائیگا۔ کہ انشراح صدر
اور رضا اور انعام ہدایت جس لائق یہ ہے علی حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہوگا۔ اور اسے
امر و نہی وغیرہ میں اس کو آنحضرت کے حال میں شریک سمجھا جائیگا۔" (اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۱۴۲-۱۴۳)

اسی طرح سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں۔

"ثم ترفع الی الملک الاکبر فتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین۔" (فتوح الغیب مع
شرح فارسی۔ مقالہ ۲۸ صفحہ ۱۰۸) یعنی جب تو مرتبہ فنا میں کمال کو پہنچ جائیگا۔ تو تیرا خدا کی طرف
رفع کیا جائیگا۔ اور خدا تجھے مخاطب کریگا۔ کہ انک الیوم لدینا مکین امین اور یہ قرآن مجید کی
آیت ہے جو سورۂ یوسف ع میں موجود ہے۔

اور مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے۔
"کہ مجدد الف ثانی کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت

مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا۔ انا نبشرك بغلام اسمه يحيٰ۔ اسی رعایت سے انکا نام محمد یحیٰ ہوا"۔
اب میں حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی کی تالیف "علم الکتاب" سے وہ آیات پیش کرتا ہوں جو انہیں الہام ہوئیں۔

"تحدیث نعمۃ الرب" کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے قلب میں الہام خاص سے یہ حکم دیا ہے۔ کہ

"ان احکم بینھم من احکام اللہ تعالیٰ وادعھم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ فی کتابہ من الآیات التی ھی الشاھدات البینات علی حقیتك ولا تتبع اھواءھم واستقم کما امرت۔ فان تولوا عن طریقتك الحق فقل حسبی اللہ انما یرید اللہ ان یصیبھم بما وعد للفاسقین وان کثیرا من الناس لفاسقون أفحکم الجاھلیۃ یبغون فی زمان یحکم اللہ بآیاتہ مایشاء حسب رضاء رسولہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علی لسان المحمد بین الخالصین ومن احسن من اللہ حکما لقوم یؤمنون ... ھذا امام فی اللہ بییانہ وحکمنی ان احکم بہ بینکم فحکمت بحکمۃ بینکم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین وارانی ربی آیاتہ الکبریٰ واعطانی کلماتہ العلیا وآتانی ھذا الکتاب ونادانی بالخطاب حیث قال لی یا خلیفۃ اللہ ویا آیۃ اللہ انی شھدت بعبودیتك فاشھد انت بالوھیتی وانك عبدی ومقبولی ومقبول رسولی قلت یارب اشھد ان لا الہ الا انت واشھد انك علی کل شیئ شھید۔ ... قال یا عبد اللہ ویا عارف باللہ انی جعلتك مظھرا جامعا لکل ظھوراتی فاذھب بآیاتی الیٰ کل مخلوقاتی ودعونك من الجمع الالھی والجمع المحمدی فمن اطاعك فقد اطاع اللہ والرسول قلت یارب قبلت جمیع احکامك ... وقال یا مورد الواردات ویا مصدر الآیات انا جعلنك آیۃ للناس لعلھم یرشدون ولکن اکثر الناس لا یعلمون قلت یارب تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم وقال قل لوکانت الحقیقۃ زائدۃ مما کشف علی لاظھرھا اللہ علی لانہ تعالیٰ أکمل لی الدین وأتم علی نعمتہ ورضی لی الاسلام دینا ولو کشف الغطاء ما ازددت یقینا ان ربی لذو فضل عظیم" (علم الکتاب صـ۶۱)

پھر صـ۶۲ میں فرماتے ہیں:-

" وقال بالالهام الشافى اذهب بكتابى[10] هذا واكتب الآيات فى كتابك والقه
الى الناس ثم تول عنهم بالتجاهل العارف فانظر[11] ماذا يرجعون ايرجعون الى
الانكار اويأتوننى مسلمين وانذر[12] عشيرتك الاقربين بانذار الله ورسوله
واخفض[13] جناحك بالمحبة والتواضع لمن اتبعك[14] من المؤمنين ۔ فيا ايها المحمديون
الخالصون ايدنى ربى بتائيد الروح الامين لاكون بنصرته تعالى وعناية رسوله
عليه السلام من المنذرين والمبشرين بلسان[15] عربى مبين وانه لهدى ورحمة
للمومنين ۔ وانى توكلت على الله ربى وفوضت امرى اليه والله يحب المتوكلين
وهو يهدى من يشاء ويجعله المحمدى بين الخالصين ويضل من يشاء بانكار الطريقة
المحمدية ويجعله من المنكرين والمجرمين فانظروا كيف كان عاقبة المجرمين ۔
وقال لى بالرافة الربانية لاتحزن[15] عليهم ولاتكن فى ضيق مما يمكرون انما هم مكروا
بالنفاق ومكر الله ان يمدهم فى طغيانهم والله[16] خير الماكرين ۔ وما انت[17] بهادى
العمى عن ضلالتهم ان تسمع الا من يؤمن بآياتنا فهم مسلمون فالذين يصدقونك
انما يؤمنون بآياتنا والذين يكذبونك بالجهالة فاعلم ان[18] الناس كانوا بآياتنا لايوقنون
هذا ما ايدنى ربى بآياته القرآنية والمنكرون لايؤمنون حتى اذا جاؤا فى المحشر
وقال الله تبارك وتعالى أكذبتم[19] بآياتى ولم تحيطوا بها علما ووقع القول
عليهم بما ظلموا فهم لاينطقون والله عليم بالمفسدين ۔ وبشر الذين آمنوا
بآياته واختاروا المحمدية الخالصة ان[20] لهم جنات تجرى من تحتها الانهار
خالدين فيها ابدا والله لايضيع اجر المحسنين .... وانى لا اقول الا ما امرنى
به ربى وانه خصصنى برحمته الخاصة وهو ارحم الراحمين ولقد القى الله على
قلبى من آيات مبينات مع انى لست بحافظ القرآن ويضرب مثلا من الذين
خلوا من قبلكم ويعظ موعظة للمتقين فاتقوا[21] الله واطيعون وما اسئلكم[22]
عليه من اجر ان اجرى[23] الا على رب العالمين ۔ قال مكذبون سواء علينا
اوعظت ام لم تكن من الواعظين وقالوا انك لست من الاولياء المقربين
وما آتاك الله من العلم الا قليلا وما انت[24] الا بشر مثلنا ان نظنك لمن
الكاذبين وتكون للاولياء كرامات وتصرفات فاسقط[25] علينا كسفا من السماء

ان کنت من الصادقین دیل للمکذبین سیرون کیف تکون عاقبۃ المفسدین افلا یعقلون انما ھی آیات القرآن نتلی علیھم و ماھذا الا کتاب مبین وھذا من فضل ربی وھو یختص بفضلہ من یشاء من عبادہ المؤمنین۔

مذکورہ بالا اقتباس میں قرآن مجید کی پچیس آیات ہیں۔ جو حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام اپنے اور اپنے مخالفین اور مومنین پر چسپاں کی ہیں۔ اور ان میں سے بعض آیات میں آنحضرت صلعم کو خطاب ہے۔ جیسے کہ آیت ع۱-۱۲-۱۳-۱۵ وغیرہ میں ہے۔

پس جبکہ گذشتہ اکابر اولیاء قرآن مجید کی آیات کا نزول بطور الہام تسلیم کرتے ہیں اور بطریق وراثت ان مقامات کا حصول جو پہلے انبیاء کو دئے گئے صحیح مانتے ہیں۔ تو پھر کیا یہ تمام اولیاء نعوذ باللہ کافر و مرتد تھے؟

دوسرا اعتراض

گواہوں نے ایک غلطی کے ازالہ کی عبارت پیش کی ہے۔ کہ میں بموجب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام احمد اور محمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلعم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی"

اور اس سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ اس عبارت میں آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے۔

(۱) میں بعینہٖ محمد صلعم ہوں۔ اور ظلی طور پر محمد کہنے سے عینیت کا دعویٰ صاف طور پر عیاں ہے۔ اس کلمہ میں آنحضرت سرور عالم کی توہین ہے اور اس قدر کفریات ہیں۔ جو غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ کیا جناب مرزا صاحب کی والدہ کا نام آمنہ اور کیا فاطمہ کے وہ باپ تھے۔

(۲) کہتے ہیں میں موعود بروز ہوں۔ اس سے ساری امت کی توہین ہوئی۔ کہ کوئی ان جیسا نہ ہوا۔ پھر رسول مقبول کی توہین کہ ۲۳ برس میں آپ مرزا صاحب جیسا شخص نہ بنا سکے۔ خلفاء اربعہ عشرہ مبشرہ اہل بدر اور وہ صحابہ جنہوں نے بیعت رضوان کی ہے سب کی توہین ہوئی۔ کہ مرزا صاحب کے برابر نہ ہوئے ؛

سو جاننا چاہیئے۔ کہ ایسے اعتراضات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سرسری نظر سے دیکھنے والا ہی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ کہ میں جسمانی لحاظ سے وہی محمد صلعم ہوں۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں۔ اور میں آپ کا ظل ہوں اور آپ اصل ہیں۔ یعنی میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کی اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں۔ کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ جیساکہ ایک غلطی کے ازالہ کی عبارت سے بھی ظاہر ہے

پھر آپ خطبہ الہامیہ میں جہاں اسی امر کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں۔

" والنسبة بينى وبينه كنسبة مَنْ علّم وتعلّم" (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱)

کہ میرے اور آنحضرت کے درمیان شاگرد اور استاد کی نسبت ہے۔ یعنی آپ استاد ہیں اور میں شاگرد۔

اور جو شخص کسی کی محبت اور عشق میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس کا مقتضاء عاشق اور معشوق اور محب اور محبوب کا اتحاد ہوتا ہے۔ جیساکہ امام ربانی فرماتے ہیں۔

"مقتضائے کمال محبت رفع اثنینیت است و اتحاد محب و محبوب" (مکتوبات جلد ۳ ص۱۵۱ مکتوب ۴۵)

کہ اس مقام پر انسان اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر دوئی کو اٹھا دیتا ہے لیکن اس مقام کو موجودہ علمائے ظواہر نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ اس کوچہ سے بے خبر ہیں۔

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کو جو خط حضرت مسیح موعودؑ نے ان کے خط کے جواب میں لکھا۔ اس میں ایک مثنوی ہے۔ جو اشارات فریدی میں درج ہے۔ اسمیں آپ رسول اللہ صلعم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بسکہ من در عشق او ہستم نہاں	من ہمانم من ہمانم من ہماں
جانِ من از جان او یابد غذا	از گریبانم عیاں شد آں ذکا
احمد اندر جانِ احمد شد پدید	اسم من گردید آں اسم وحید

اور خواجہ غلام فرید صاحب اس خط کے سننے سے بدرجہ غایت مسرور ہوئے۔ (اشارات فریدی جزو سوم ص۹۵)

اور امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

"کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ بمحض

عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نمایند و بکلیت برنگ ایشاں منصبغ میگردند حتی کہ فرق نمی ماند درمیان متبوعان و تابعان الا بالاصالت و التبعیتہ والاولیتہ والآخریۃ"۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت اُنہی میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں۔ کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اول و آخر ہونے کے۔

(مکتوبات مکتوب ۲۴۸ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لئے یہ لفظ نہیں فرمایا۔ کہ میں عین محمد صلعم ہوں بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے۔ اور تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ ایڈیشن اول میں فرمایا ہے۔

"آنحضرت صلعم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خُلق اور اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جائے۔ کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت صلعم کا ظہور تھا"

لیکن صوفیاء نے اسی مقام کو عینیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بحر العلوم مولوی عبد العلی صاحب مثنوی مولانا رُوم کے شعر

گفت زیں سو بوئے یارے میرسد ۔ کاندریں دہ شہریارے میرسد

کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"باینہمہ چوں قطب وقت بود عین رسول علیہ السلام بود چرا کہ قطب نمی باشد مگر برقلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ہر کہ برقلب کسے بود عین آنکس است و ابو الحسن خرقانی کہ از روح بایزید قدس سرہ تربیت یافتہ را کہ از روح کاملی تربیت یافتہ و در ظاہر او را ندیدہ و بصحبت او نرسیدہ بود اویسی میگویند"

(مثنوی دفتر چہارم صفحہ ۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت کے بروزوں کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ آیت واٰخرین منھم لما یلحقوابھم کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اس میں جس موعود بروز کی خبر تھی۔ وہ میں ہوں جسے مہدی اور مسیح کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اس قسم کا موعود اور کامل بروز پہلے کوئی نہیں گذرا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ اولیاء و علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ امام مہدی صحابہ سے افضل ہونگے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے

حجج الکرامہ صنہ ۳۸۶ میں امام ابن سیرین کا قول مہدی کے بارہ میں نقل کیا ہے۔

"قال یکون فی ھٰذہ الامۃ خلیفۃ خیر من ابی بکر وعمر قیل خیر منھا قال قد کاد یفضل علی بعض الانبیاء" محمد ابن سیرین نے کہا۔ اس امت میں حضرت ابوبکر وعمر سے بہتر خلیفہ ہوگا۔ تو کسی نے کہا۔ کہ دونوں سے بہتر ہوگا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ بلکہ وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔

"علی قاری در مشرب وردی گفتہ و دلالت میکند بر افضلیت او آنکہ رسول خدا صلعم او را خلیفۃ اللہ نام کردہ و ابوبکر را خلیفۂ رسول گویند"

کہ حضرت مہدی کی حضرت ابوبکر وعمرؓ پر فضیلت کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کا نام تو آنحضرت صلعم نے نائب رسول رکھا اور مہدی کا نام نائب خدا۔

اور شرح فصوص الحکم میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

"المھدی الذی یجیٔ فی اٰخر الزمان فانہ یکون فی الاحکام الشرعیۃ تابعا لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وفی المعارف والعلوم والحقیقۃ تکون جمیع الانبیاء والاولیاء تابعین لہ کلھم ولا ینا قض ما ذکرناہ لان باطنہ باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم" (شرح فصوص الحکم مطبعۃ الزاہر مصریہ صنہ ۵۲-۵۳)

کہ مہدی جو آخر زمانہ میں تشریف لائینگے۔ وہ احکام شرعیہ میں آنحضرت صلعم کے تابع ہوں گے۔ اور معارف اور علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہیں۔ کیونکہ اس کا باطن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہے۔

پس کیا ان پر بھی کفر اور ارتداد کا فتویٰ لگایا جائیگا۔ کہ امام مہدی کو انہوں نے صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ وغیرہ سب سے افضل قرار دیا۔ اس لئے بقول گواہ ۲ ان سب کی توہین اور نیز آنحضرت صلعم کی بھی توہین لازم آئے گی۔ کہ وہ ۲۳ سال میں امام مہدی جیسا ایک شخص بھی نہ بنا سکے۔

بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا روحانی فیض جاری ہے اور آپ کی اتباع سے پیچھے آنے والوں کو بھی وہی نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ جو پہلوں کو ملیں۔ بلکہ بعض وقت اس سے زیادہ۔ جیسا کہ امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے۔ کہ "وقد یعطی اللہ تعالیٰ من جاء فی اٰخر الزمان ما حجبہ عن اھل العصر الاول۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ پچھلے زمانہ میں

آنیوالوں کو وہ علوم اور معارف عطا کرتا ہے۔ جو کہ پہلوں کو نہیں دیئے (طبقات شعرانی جلد ۲ صفحہ)
اور خواجہ شمس تبریز تو یہانتک لکھتے ہیں۔

علیؓ و خالد و رستم بگرد من نرسد ۔ بدست نفس مخنث چرا زبوں باشم
(دیوان شمس تبریز صفحہ ۲۲۴)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ پایا وہ آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے پایا۔ اور مجھے کسی مرتبہ کی پروا نہیں صرف اعانت اسلام مدنظر ہے۔ جیساکہ فرماتے ہیں۔

بروئے یار کہ ہرگز نہ رتبتے خواہم ۔ مگر اعانت اسلام مدعا باشد
(تریاق القلوب درثمین صفحہ ۲۵۲)

تیسرا اعتراض کہ آنحضرت کو اپنے مقابل میں رکھ کر لکھا ہے۔

لہ خسف القمر المنیر وان لی ؛ غسا القمران المشرقان أتنکر
(اعجاز احمدی صفحہ ۷)

کہ آنحضرت کیلئے تو چاند خسوف کا نشان کہا اور اپنے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔

جواب مجھے تعجب ہے کہ گواہان نے اسے آنحضرت کی توہین کیوں قرار دیا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اگر چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا تو وہ اسی لئے کہ احادیث کی کتب میں سچے مہدی کی علامات میں سے قرار دیا گیا تھا۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوگا۔ چنانچہ آپ اسی شعر سے پہلے فرماتے ہیں۔

وانی ورثت المال مال محمد + فما انا الا آلہ المتخیر

اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں پس اس کی آل برگزیدہ ہوں۔ جس کو ورثہ پہنچ گیا۔ پھر فرماتے ہیں۔

فلا والذی خلق السماء لاجلہ | لہ مثلنا ولد الی یوم یحشر
وانا ورثنا مثل ولد متاعہ | فای ثبوت بعد ذالک یحضر

مجھے اس کی قسم جس نے آسمان بنایا۔ ایسا نہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو۔ بلکہ ہمارے نبی صلعم کے لئے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں۔ اور قیامت تک ہوں گے اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کونسا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے

اس سے اگلے شعر میں چاند اور سورج کے گرہن کا ذکر فرماتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ نشان بھی آپ کو آنحضرت صلعم کی اتباع سے ورثہ میں ملا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ میں تو رسول اللہ صلعم کا ظل ہوں۔

وانّی لظل ان یخالف اصلہ + فمافیہ فی وجھی یلوح ویزھرا

اور سایہ کیوں کر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے۔ پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔ پس جو آپ کے لئے نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ آنحضرت صلعم کی ہی برکت سے ہیں۔ پس اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی۔ کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگا۔ تو وہ نشان کیونکہ ہو سکتا تھا۔ پس اس امر میں کوئی بات توہین کی موجود نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپکو افضل قرار دے کر آنحضرت کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اپنے معجزات کو آنحضرت صلعم کے معجزات سے بڑھ کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ میں آنحضرت صلعم کے معجزات کو ۳ ہزار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶ میں اپنے معجزات کو دس لاکھ اور حقیقۃ الوحی میں تین لاکھ بنایا ہے۔

جواب اس کا جواب یہ ہے۔ کہ تحفہ گولڑویہ میں جہاں آپنے آنحضرت صلعم کے تین ہزار معجزات بتلائے ہیں۔ وہاں اپنی پیشگوئیاں سَو کے قریب لکھی ہیں۔ اور آپنے دس لاکھ تو ایسے نشانات بتائے ہیں۔ کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت صلعم کے شمار کئے جائیں۔ تو دس ارب سے بھی زیادہ ہوں۔

کیونکہ آپ نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ہی ان نشانوں کی تفصیل بیان کر دی ہے جو یہ ہے۔

"یہ سات قسم کے نشان ہیں۔ جن میں سے ہر ایک نشان ہزارہا نشانوں کا جامع ہے۔ مثلاً یہ پیشگوئی کہ یاتیک من کل فج عمیق جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہر ایک جگہ سے اور دُور دراز ملکوں سے نقد اور جنس کی امداد آئیگی اور خطوط بھی آئیں گے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے جو اَب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات اور دوسرے ہدیے آتے ہیں۔ یہ سب بجائے خود ایک نشان ہیں۔ کیونکہ ایسے وقت

میں ان باتوں کی خبر دی گئی تھی۔ جبکہ انسانی عقل اس کثرت مدد کو دور از قیاس و محال سمجھتی تھی۔ الی آخرہ" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۸)

اسی طرح حقیقۃ الوحی میں نشانات کی یہ تفصیل فرماتے ہیں۔

"بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جن میں ہر محل پر اپنے وعدہ کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جو مجھ پر مقدمات دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جو میری مدت بعثت سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی یہ مدت دراز کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ زمانہ کسی امام کے پیدا ہونیکی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں منظور ہوئیں۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جو شریر دشمنوں پر میری بد دعا کا اثر ہوا۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی۔ اور ان کی شفا کی پہلے خبر دی گئی۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جو میرے لئے اور میری تصدیق کے لئے عام طور پر خدا نے حوادث ارضی یا سماوی ظاہر کئے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ جو میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے۔ خوابیں آئیں اور آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا۔ جیسے سجادہ نشین صاحب العلم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ کے قریب تھے۔ اور جیسے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے۔ اور بعض نشان اس قسم کے ہیں۔ کہ ہزارہا انسانوں نے محض اسوجہ سے میری بیعت کی۔ کہ خواب میں انکو بتلایا گیا کہ یہ شخص سچا ہے۔ اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی۔ کہ آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا۔ کہ دنیا ختم ہونیکو ہے۔ اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے" (حقیقۃ الوحی ص۶۷-۶۸)

پس یہ صریح مغالطہ دہی ہے۔ کہ نشان اور معجزہ کو ایک قرار دیکر حضرت مسیح موعود پر یہ بہتان لگایا جائے کہ انہوں نے اپنے آپکو آنحضرت پر فضیلت دی ہے۔ اور آپنے جو تین ہزار

معجزات لکھے ہیں۔ تو وہ فریق مخالف کے مسلّمہ قول کے مطابق ہیں۔ کیونکہ بعض نے تو آپ کا ایک ہزار معجزہ قرار دیا ہے۔ جیساکہ سید عبدالقادر رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین جلد اول ۲۶ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو وہ تمام معجزات دئے گئے۔ جو پہلے انبیاء کو عطا ہوئے۔ اور ان سے زائد بھی۔ "وقد عدّھا بعض اھل العلم الف معجزۃ"۔ اور بعض علماء نے ان معجزات کو ایکہزار تک شمار کیا ہے۔" اور بعض نے دو ہزار لکھے ہیں۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں:۔ "حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اسی طرح یعنی باسناد صحیحہ متصلہ تخمیناً دو ہزار ثابت ہیں۔" (استفسار برحاشیہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۳۵)

اور بعض نے بارہ سو اور بعض نے تین ہزار معجزات لکھے ہیں جیساکہ فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۲۵ میں لکھا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عقیدہ آنحضرت صلعم کے معجزات کیمتعلق یہ ہے:۔

"اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے۔ جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات ان کے ساتھ ہی مر گئے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اب تک ظہور میں آرہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اور جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۵)

اسی طرح تریاق القلوب ایڈیشن اول صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں۔

"میں اس خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس کا نام لیکر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے۔ کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اُسکی پیروی سے اور اُسکی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے تمام وہ انسانی رُوحو۔ جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کیساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں۔ کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے۔ جو قرآن نے بیان کیا۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جسکی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اسکی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت

اور حضور پر اپنی افضلیت کا الزام دینا سراسر بہتان اور افترا ہے۔

(۳۳) حضرت یوسف و آدم علیہما السلام

گواہوں نے براہین احمدیہ حصہ پنجم کی عبارت سے کہ "اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے" یہ غلط نتیجہ نکالا ہے۔ کہ آپ نے نعوذ باللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کی ہے حالانکہ آپ نے جو وجہ فضیلت بیان کی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ

یوسف علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب مجھے قید بہتر ہے اس چیز سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں۔ اور یہی کلمہ آج سے پچیس برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی الہام کیا لیکن یوسفؑ تو اس دعا کی وجہ سے قید ہو گئے اور مجھے خدا تعالیٰ نے قید ہونے سے بچا لیا۔ کیونکہ براہین احمدیہ ص۵۱ میں میری نسبت خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ یعصمك الله من عنده وان لم یعصمك الناس یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود بچا لیگا۔ اگرچہ لوگ تیرے پھنسانے پر آمادہ ہوں سو ایسا ہی ہوا۔ کہ مسمی کرم دین کے فوجداری مقدمہ میں ایک ہندو مجسٹریٹ کا ارادہ تھا کہ مجھے قید کی سزا دے۔ مگر خدا تعالیٰ نے کسی غیبی سامان سے اسکے دل کو اس ارادہ سے روک دیا۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ آخر کار سزا دینے کے ارادہ میں قطعاً ناکام رہیگا۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶)

پھر ص۸۹ میں آپ نے اصولی طور پر تمام ایسے الہامات کے متعلق لکھا ہے۔

"ہر ایک گذشتہ نبی کی عادت اور خاصیت اور واقعات میں سے کچھ مجھ میں ہے۔ اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گذشتہ نبیوں کیساتھ رنگارنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں۔ ان معاملات کی نظیر بھی ساتھ ظاہر کی گئی ہے۔"

پس ایک نبی کا دوسرے نبی پر کسی وجہ سے جزئی فضیلت رکھنا دوسرے نبی کی توہین نہیں ہے بلکہ اکابر امت نے تو یہاں تک تسلیم کیا ہے۔ کہ جزئی فضیلت تو ولی کو بھی نبی پر ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ علم نہیں دیا گیا تھا جو خدا تعالیٰ اس عبد صالح کو عطا کیا تھا۔ چنانچہ اس علم کے سیکھنے کیلئے حضرت موسیٰؑ کو جو نبی تھے اسکی اتباع کرنی پڑی۔ پس یہ جزئی فضیلت حضرت موسیٰ کی توہین کا موجب نہیں تھی۔

(۲) چنانچہ ہدیہ مجددیہ ص۶۵ بحوالہ بدائع لکھا ہے:۔ یجوز فضل الجزئی للولی علی النبی۔

کہ جزئی فضیلت ولی کو نبی پر ہو سکتی ہے"۔ پھر ص۶ میں مجدد الف ثانی کا قول لکھا ہے "وایں قسم فضل ولی بر نبی جائز داشتہ اند کہ جزئی ست کہ مجال معارضہ بکلی ندارد"۔

(۳) اور آنیوالے مہدی کے متعلق پہلے ابن سیرین کا قول درج کیا جاچکا ہے۔ وہ قریب ہے کہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہو۔

(۴) قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبد القادر ص۶ میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی حضرت موسیٰؑ پر فضیلت نکلتی ہے۔ کہ خضر علیہ السلام دوسرے اولیاء کی طرح میرا امتحان لینے کیلئے آئے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ میں نے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

یا خضر ان کنت قلت لموسیٰ انک لن تستطیع معی صبرا فانک لن تستطیع معی صبرا یا خضر ان کنت اسرائیلیا فانک اسرائیلی وانا محمدی فہا انا وانت وھذہ الکرۃ وھذا المیدان۔ اس عبارت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے محمدی ہونیکی وجہ سے اس شخص سے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کی جسکی شاگردی کا موسیٰؑ کو خدا نے حکم دیا تھا۔ اور جس نے موسیٰؑ سے کہا تھا۔ کہ تو میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا انک لن تستطیع معی صبرا۔ تو کیا بوجہ اس فضل و رحمت کے جس کا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے خضر کے مقابلہ میں دعویٰ کیا۔ اُنپر کفر کا فتویٰ دیا جائیگا۔

پس جبکہ اولیاء امت اس امر کو مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ ایک ولی کو بھی نبی پر فضیلت ہو سکتی ہے اور اس سے نبی کی توہین نہیں ہوتی۔ تو اگر مسیح موعود اور مہدی معہود کے منصب پر آنیوالے کو کسی نبی پر ایسی فضیلت ہو۔ تو اس سے کیوں توہین لازم آئیگی۔

اسی طرح جو انہوں نے آدم علیہ السلام کی توہین کا خطبہ الہامیہ کی عبارت سے جو غلط نتیجہ نکالکر الزام لگایا ہے۔ وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ آپنے اگر یہ ذکر کیا ہے۔ کہ شیطان اس لڑائی میں جو حضرت آدم سے ہوئی غالب آیا۔ اور اُس نے حضرت آدمؑ کو اپنی دشمنی کیوجہ سے جنت سے نکلوایا۔ جسکی وجہ سے آپکو انواع و اقسام کی تکالیف و مصائب برداشت کرنی پڑیں۔ تو اس میں کوئی امر موجب توہین نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کہ فازلھما الشیطان عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو (بقرہ ع۴) پس شیطان نے انکو وہاں سے (یعنی جنت سے) اکھاڑ دیا اور جس آرام میں وہ تھے اس سے ان کو نکلوا چھوڑا اور ہم نے حکم دیا کہ سب یہاں سے چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اسی طرح فرمایا۔ ہم نے آدم سے کہا۔ ان ھذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما
من الجنۃ فتشقیٰ (طہٰ ع) کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمکو
بہشت سے نکلوا دے پس تو دکھی ہو جائے۔ اور تمہاری شامت آجائے ؛ پھر فرمایا کہ شیطان نے
آدم علیہ السلام کو پھسلایا اور آخر وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ آدم نے اپنے رب کے حکم کی
نافرمانی کی اور تنگی میں پڑ گئے۔

پس اسی مقابلہ کی طرف آپ نے خطبہ الہامیہ میں اشارہ فرمایا ہے اور پھر لکھا ہے " وان
الحرب سجال وللاتقیاء مآل عند الرحمٰن " کہ لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی ایک فتح
پاتا ہے۔ کبھی دوسرا۔ لیکن انجام کار غلبہ خدا کے نزدیک متقیوں کیلئے ہے ؛ پھر فرماتے ہیں۔ کہ
شیطان کو ہزیمت دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا۔ تا کہ شیطان کو شکست دینے کا
وعدہ جو قرآن میں تھا وہ پورا ہو یعنی شیطان کی کامل شکست کا ظہور مسیح موعودؑ کی بعثت کا زمانہ تھا
چونکہ شیطان کوئی جسمانی وجود نہیں ہے۔ جس سے مقابلہ کیا جائے۔ بلکہ وہ اپنی قوت کا اظہار
ان انسانوں کے ذریعہ سے کرتا ہے۔ جو اس کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیطان
کا کامل مظہر دجال ہے۔ جس کیلئے مقدر تھا۔ کہ وہ مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے قتل ہو چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔
" اور جیسا کہ آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا جسکو عربی میں خناس کہتے ہیں جسکا دوسرا
نام دجال ہے۔ ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحاش پیدا کیا گیا۔ تا وہ زن مزاج
لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے۔ جیسا کہ حوا کو اس سانپ نے دی تھی جسکا نام توریت میں
نحاش اور قرآن میں خناس ہے۔ لیکن اب کی دفعہ مقدر کیا گیا ہے۔ کہ یہ آدم اس نحاش پر
غالب آئے گا " (تحفہ گولڑویہ طبع اول صـ۱۰۶) اور پھر صـ۱۰۷ میں فرماتے ہیں۔
" قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورۂ فاتحہ کو الضالین پر ختم کیا۔
اور قرآن کو خناس پر۔ تا دانشمند انسان سمجھ سکے۔ کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام
ایک ہی ہیں " اور دجال کے متعلق آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ آدم کی پیدائش سے
لیکر قیامت تک کوئی امر دجال سے بڑھ کر نہ ہوگا۔

پھر فرمایا۔ کہ نوح علیہ السلام سے لیکر جتنے انبیاء آئے وہ سب دجال کے فتنہ سے
ڈراتے رہے ؛ اور گواہان فریق ثانی کو یہ مسلم ہے۔ کہ دجال کا قاتل مسیح موعود ہے۔ اور
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیطان کے قتل سے مراد دجال کا قتل ہی لیا ہے۔

اور قرآن مجید میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنیکی جو پیشگوئی ہے وہ حضرت مسیح موعود اور مہدی کیوقت پوری ہونی تھی۔ جیساکہ مولانا اسمٰعیل شہید اس آیت کیمتعلق فرماتے ہیں:۔

"وظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمدہ و اتمام آں از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید" یعنی ظاہر ہے۔ کہ دین کی ابتدا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ لیکن اسکا اتمام حضرت مہدی کے ہاتھ پر ہوگا۔

پھر قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کے ماتحت لکھتے ہیں:۔

"وظاہر است کہ تبلیغ رسالت بنسبت جمیع ناس از آنجناب متحقق نگشتہ بلکہ امر دعوت از آنجناب شروع گردیدہ یوماً فیوماً بواسطہ خلفاء راشدین و آئمہ مہدیین رو بہ تزاید کشید تا اینکہ بواسطہ امام مہدی باتمام خواہد رسید" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تبلیغ حضور کے زمانہ میں تمام لوگوں کو نہیں پہنچی۔ اب امام مہدی کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوگی" (منصب امامت ص۵۶)

پس جب دلائل کی رو سے شیطانی جڑیں کٹ جائینگی۔ اور اسلام چاروں طرف پھیل جائیگا۔ اور حسب فرمان نبوی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں تمام ملل باطلہ ہلاک ہو جائینگی اور ہر طرف اسلام کا جھنڈا ہی لہرائیگا تو وہ شیطان کا قتل ہے چنانچہ قرآن مجید کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ شیطان کو ایک وقت معلوم تک مہلت دیگئی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم (ص ع۵)۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب خطبہ الہامیہ اور تحفہ گولڑویہ میں اسبات پر مفصل بحث کی ہے اور نہایت دقیق اجتہادات اور استنباطات سے اس عدد کا قرآن مجید میں پایا جانا ثابت کیا ہے مگر علماء ظواہر ان دقیق مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور انکے متعلق پہلے سے حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرما چکے ہیں کہ وہ مسیح موعود کے اجتہادات کو جو نہایت باریک اور دقیق المأخذ ہونگے نہ سمجھنے کی وجہ سے کتاب و سنت کے خلاف جانینگے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

گواہان فریق مخالف نے اپنے بیان میں حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بھی الزام دیا ہے کہ آپنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے اور مندرجہ ذیل امور اپنے دعوے کے اثبات کے لئے پیش کئے ہیں:۔

امر اول: کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپکو حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔ جو حضرت مسیح کی توہین کو مستلزم ہے کیونکہ انہوں نے اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے ولا فخر نہیں کہا حالانکہ آنحضرت صلعم ولا فخر کہتے۔ اور ایسے طریق پر اپنی فضیلت کا اظہار کرتے۔ جس سے فوق متصور نہ ہوتا۔

جواب حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ اپنی فضیلت کے متعلق حسب وحی الٰہی تحریر فرمایا ہے۔ وہ کوئی موجب توہین نہیں ہے اور اگر تحدیث نعمت کے طور پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنا توہین ہے تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ الزام آئیگا کہ آپؐ نے حضرت موسیٰؑ کی توہین کی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ تورات کا ایک نسخہ آنحضرت صلعم کے پاس لائے اور کہا حضور یہ تورات ہے آپ سنکر خاموش رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسے پڑھنے لگے تو رسول اللہ صلعم کا چہرہ انور متغیر ہونے لگا۔ اسپر ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو توجہ دلائی۔ اور کہا کیا تم رسول اللہ صلعم کے چہرہ کیطرف نہیں دیکھتے (حضور کو تمہارا تورات پڑھنا ناگوار گذر رہا ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ رضیت باللہ ربّاً و بالاسلام دیناً و بمحمد نبیّاً۔ اسپر رسول اللہ صلعم نے فرمایا اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ لوبدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیّاً وادرک نبوتی لاتبعنی۔ یعنی موسیٰ اگر اسوقت ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر انکی پیروی کرتے تو تم سیدھے راستے سے ضرور گمراہ ہو جاتے۔ اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ اور دوسری روایت میں ہے لوکان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی۔ کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ بعض احادیث میں موسیٰ اور عیسیٰ دونوں کا لفظ آیا ہے اب یہاں رسول اللہ صلعم نے صریح طور پر اپنی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے اور ولا فخر ارشاد نہیں فرمایا اور گواہ ۳ نے جرح کے جواب میں اسبات کو تسلیم کیا ہے کہ یہ توہین نہیں ہے۔

پس اسی طرح آپ کے خلیفہ مسیح موعود کا اپنے مثیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا جو ان کو بوجہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ ہونے کے حاصل ہے اظہار کرنا ہرگز موجب توہین نہیں ہے۔

نیز آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ مجھے جو فضیلت حاصل ہے وہ تحدیث بالنعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں جیسا کہ فرماتے ہیں :-

"یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے۔ نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں۔ یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں

خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اسی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب۔ یعنی انکو کہدے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے۔ اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸)

پھر صفحہ ۱۵۳ میں فرماتے ہیں:۔

"خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اسکی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔ تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللہ ولا فخر جیسا کہ ظاہر ہے۔ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آتے تو اس کام کو سر انجام نہ دے سکتے۔ اور اگر قرآن شریف کی جگہ توریت نازل ہوتی تو اس کام کو ہرگز انجام نہ دے سکتی جو قرآن شریف نے دیا۔ انسانی مراتب پردہ غیب میں ہیں۔ اسبات میں بگڑنا اور منہ بنانا اچھا نہیں۔ کیا جس قادر مطلق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر قرآن شریف کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے تو وہ آیت پیش کرنی چاہیئے۔ سخت مردود وہ شخص ہوگا جو قرآنی آیت سے انکار کرے ورنہ میں اس پاک وحی کے مخالف کیونکر خلاف واقعہ کہہ سکتا ہوں۔ جو قریباً تئیس برس سے مجھ کو تسلی دے رہی ہے"

پھر صفحہ ۵۰ میں فرماتے ہیں:۔

"مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے"

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح علیہ السلام پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو وہ آنحضرت صلعم کا تبع اور امتی ہونیکی وجہ سے ہے اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بھی یہ خواہش کی تھی کہ اللھم اجعلنی من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحر المعانی

مصنفہ حضرت سید محمد بن نصیر الدین جعفری المکی الحسینی ؒ) کہ اے اللہ مجھے اُمت محمدؐ سے کیجیو۔ پس یہ تمنا کیوں تھی وہ اس لئے کہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے ایسے ایسے کمالات ملتے ہیں جو امم سابقہ میں نہیں پائے گئے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل | تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

چنانچہ مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں :۔

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں | از دم من او بماند جاوداں
شد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مرد | شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپرد

یعنی میں عیسیٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر جو مردے زندہ ہوئے وہ پھر مر گئے۔ مگر خوش ہو وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس عیسیٰ کے سپرد کیا۔ (مثنوی دفتر چہارم صفحہ ۸۸)

اسی طرح حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :۔

آنچہ از عیسیٰ و مریم فوت شد | گر مرا باور کنی آں ہم شدم

یعنی جو مرتبہ عیسیٰ اور مریم نہیں پا سکے وہ مجھے حاصل ہو گیا۔ (دیوان شمس تبریز صفحہ ۲۱۲)

اگر مسئلہ فضیلت انبیاء موجب توہین ہوتا تو پھر کسی رسول کو بھی دوسرے رسول پر فضیلت نہ ہوتی۔ لیکن جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰؑ پر اور باقی تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کا اظہار کیا۔

پھر گواہ ۳ کے اُستاد شیخ محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو مرثیہ لکھا ہے اس میں ایسے اشعار بھی ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے اور وہ یہ ہیں :۔

(۱) زباں پر اہل اھواء کی ہے کیوں اعل ھبل شاید | اُٹھا عالم سے کوئی بانئ اسلام کا ثانی (صفحہ ۶)

اس شعر میں رشید گنگوہی کو آنحضرت صلعم کا ثانی قرار دیا گیا ہے

(۲) مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو | چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی (صفحہ ۲۱)
(۳) قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں | عبید سود کا ان کے لقب ہے ماہ کنعانی (صفحہ ۲۲)

ان دو شعروں میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ایسے رنگ میں تعریف کی گئی ہے جس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا استخفاف ہوتا ہے۔

(۴) پھریں بغض کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ | جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

گویا کعبہ شریف میں جو بیت اللہ ہے۔ وہ عرفان الٰہی لوگوں کو حاصل نہ ہو سکتا تھا جو گنگوہ میں حاصل ہو سکتا تھا۔

(۵) تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ | کہوں ہوں بار بار اَرِنی مری دیکھی بھی نادانی

اس میں گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ پر تجلی فرمائی تھی۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام پر گنگوہی کو اس طرح فضیلت دیتے ہیں۔

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا | اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

مگر یہ اشعار انبیاء کی توہین کا موجب گواہوں کے نزدیک نہیں ہیں۔

دوسرا امر دوسری بات جو انھوں نے موجب توہین قرار دی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا مندرجہ ذیل شعر ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم | عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

حالانکہ اس شعر کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کے مطابق آیا ہوں۔ تو اب عیسیٰ علیہ السلام کیونکر امت محمدیہ میں آسکتے ہیں۔ اور اگلے شعر میں انکے نہ آنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔

آنرا کہ حق بجنت خلدش مقام داد | چوں برخلاف وعدہ بروں آرد ازارم

کہ انھیں تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ دی ہے۔ تو وہ اللہ تعالےٰ کے وعدہ وماھم منہا بمخرجین کہ جنت سے کوئی نہیں نکالا جائے گا کیونکر دُنیا میں پھر آسکتے ہیں۔

پھر اس سے اگلے شعر میں اپنے مسیح ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں:۔

چوں کافرازستم بپرستند مسیح را | غیوری خدا بسرشش کرد ہمسرم

رو یک نظر بجانب فرقاں زغور کن | تا بر تو منکشف شود ایں راز مضمرم

(ازالہ اوہام تقطیع خورد ص۱۵۸)

اسی طرح دوسرا شعر جو اس ضمن میں گواہوں نے موجب توہین سمجھا ہے یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو | اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

حالانکہ اس میں بھی وہی مضمون ادا کیا گیا ہے۔ کہ تم امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے مسیح اسرائیلی کے انتظار میں آسمان کیطرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہو جسکے یہ معنی ہیں کہ تمہیں ایک

نبی کی ضرورت ہے لیکن امت محمدیہ کو اس نعمت سے محروم خیال کرکے مسیح موسوی کی راہ تک رہے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا ہی آنحضرت صلعم کے خاتم الانبیاء اور آپ کی اُمت کے خیر الامم ہونے پر دھبا لگتا ہے۔ پس اسلئے ابن مریم کے ذکر کو کہ وہ آسمان سے آئینگے چھوڑ دو کیونکہ آنحضرت صلعم کے ایک خادم نے اس مرتبہ کو پایا ہی جو اس سے بہتر ہے چنانچہ ان شعروں سے پہلے فرمایا ہے۔

"عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کی رو سے واحد لاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس کا ثانی پیدا کرونگا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔"

پس اس شعر سے اگر نکلتا ہے تو یہی کہ جیسے اُمت محمدیہ اُمت موسویہ سے افضل ہے اور اس میں امت موسویہ کی ہتک نہیں اور جیسے آنحضرت صلعم جو مثیل موسیٰ ہیں موسیٰ سے افضل ہیں اور اس میں موسیٰ کی ہتک نہیں۔ اسی طرح مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے اور اس میں مسیح موسوی کی ہتک نہیں کیونکہ واقعی فضیلت دوسرے کیلئے موجب توہین نہیں ہوتی چنانچہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے تلک الرسل فضّلنا بعضھم علیٰ بعض (پارہ ۳ ع ۱) کہ یہ رسول ہیں جنکے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔ اور اگر حقیقی فضیلت کا اظہار کفر ہوتا تو تمام اُمت محمدیہ کے افراد جو آنحضرت کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کا اظہار کرتے ہیں کافر ہوتے۔

تیسرا امر جو انھوں نے موجب توہین بیان کیا ہے وہ یہ ہو کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے مانا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام انکے معجزات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

معجزاتِ انبیاء سابقین | آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
برہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

اگر کہو کہ معجزات مانکر انکو ظاہری معانی میں نہ لینا کفر ہے۔ تو پھر وہ تمام علماء بھی کافر ہونگے جنہوں نے ان آیتوں کو ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ جن میں مسیح کے معجزات کا ذکر ہے جیسا کہ مولوی آل حسن صاحب استفسار میں ابرئ الاکمہ والابرص کے معنے لکھتے ہیں۔ "اور آنکھیں کھولنی اور اچھا ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ جس مذہب کو میں حق جانتا ہوں۔ اسے بعض لوگوں نے

اختیار کیا۔ یعنی بیماری کفر اور نابینائی ضلالت سے پاک ہوتے جاتے ہیں۔"
(استفسار پر حاشیہ ازالۃ الاوہام ص۱۳۵)

اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ اسلئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں۔ کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ اُمّی اور نادان لوگ ہیں جنکو حضرت عیسٰی نے اپنا رفیق بنایا۔ اور اپنی صحبت میں لیکر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی رُوح انمیں پھونکدی جس سے وہ پرواز کرنے لگے" (ازالہ اوہام ص۳۰۷)

اور اسی اعتراض کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں دیا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک صاحب ہدایت اللہ نام جنہوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دیکر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم نعوذ باللہ سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں۔ مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے اور ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں۔" (شہادۃ القرآن ص۷۸)

اسی طرح مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

"مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور محی اموات ہونے کا منکر ہے۔ اور اسکو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اسبات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالےٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا ہے۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا ہے۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے تو اسے خدا تعالےٰ کی خلق اور اس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصائے موسیٰ کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کیطرح دوڑتا تھا مگر ہمیشہ کے لئے اُس نے اپنی اصلی حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے۔ کہ مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اُڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے تھے اور خلق طیر کے معجزہ کی طرح مسیح کا احیاء بھی حقیقی رنگ کا نہ تھا۔ کہ مردہ کی طرف اسکے تمام لوازم

حیات لوٹ آتے ہوں۔ بلکہ حضرت مسیح کے رُوح پاک کی تاثیر سے اعجازی طور پر مردہ میں زندگی کی ایک جھلک نمودار ہوتی تھی جو آپ کے تشریف لیجانے کے بعد ختم ہو جاتی تھی" (حمامة البشریٰ صہ ۹۶)

ازالہ اوہام میں حضرت مسیح موعودؑ نے انبیا کے معجزات کی دو قسمیں بیان کی ہیں:۔

(۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جنہیں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

(۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہٰی الہام سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلیمانؑ کا وہ معجزہ جو صرحٌ ممرّدٌ من قواریر ہے جسکو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوُا۔

پھر آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزہ خلق طیر کو از قبیل معجزات قسم ثانی لکھا ہے۔ پس جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اذن سے کیا۔ اور جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا وہ معجزہ تھا۔ چاہے وہ عمل الترب ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ جب بحکم الہٰی ہو اور حد اعجاز کو پہنچا ہوُا ہو تو وہ معجزہ ہوگا۔ اور آپ نے تسلیم کیا ہے کہ "حضرت مسیح ابن مریم باذن و حکم الہٰی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے" اور عمل الترب کے متعلق فرماتے ہیں "اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوُا ھٰذا ھو الترب الذی لا یعلمون۔ یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جکی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔

رہا یہ سوال کہ آپ نے اسے کیوں پسند نہیں کیا وہ اسلئے کہ اللہ تعالےٰ اپنے ماموروں کو زمانہ کے لحاظ سے خوارق معجزات دیتا ہے اور انھیں اس زمانہ کے مناسب قوٰی اور طاقتیں دیجاتی ہیں چنانچہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھانے کی ضرورت نہ تھی اسلئے آپ فرماتے ہیں:۔

"کہ مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جسپر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو انکی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الہٰی اختیار کیا تھا ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔"

(ازالہ اوہام صہ ۳۱۱)

مذکور بالا عبارات سے بالکل واضح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مسیحؑ کے معجزات کو معجزات تسلیم کیا ہے اور انکے کسی معجزہ کی کوئی تحقیر نہیں کی۔ اور تسلیم کیا ہے کہ انھوں نے

اس کام کو بحکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ پس یہ کہنا کہ آپ نے انکے معجزات کو مسمریزم کہا اور انکی توہین کی بالکل بہتان ہے۔

چوتھا امر

کشتی نوح صفحہ ۶۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

"یورپ کے لوگوں کو جسقدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پُرانی عادت کی وجہ سے مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے۔ جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں۔ تم مسلمان کہلا کر کس کی پیروی کرتے ہو قرآن انجیل کیطرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا"

اس عبارت سے فریق مخالف نے یہ غلط استدلال کیا ہے کہ مسیح کو شراب پینے والا قرار دیکر انکی توہین کی ہے۔ اگر گواہان کشتی نوح کو بغور پڑھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت مسیح موعودؑ اس کتاب میں قرآن و انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس مقابلہ سے یہ مدنظر ہے کہ عیسائیوں کو بتایا جائے کہ قرآن مجید کی تعلیم تمہاری انجیل کی تعلیم سے نہایت اعلیٰ اور پاک ہے پس یہاں بھی درحقیقت عیسائیوں کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ یورپ والے اگر شراب پیتے ہیں تو انکی یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ مگر اے مسلمانو تم کس دلیل سے شراب پیتے ہو۔ ہاں آپ نے مسیح علیہ السلام کے شراب پینے کی ایک توجیہ کر دی ہے۔ کہ انھوں نے اگر شراب پی بھی ہو تو وہ کسی بیماری کی وجہ سے پی ہو گی یا انہیں کوئی پُرانی عادت چلی آتی ہو گی۔ اور خود علما نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں شراب حرام نہیں تھی یہ صرف امت محمدیہ پر حرام کی گئی۔ (ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر ملا علی قاری صفحہ ۱۷۰)

پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام نے بھی کسی نامعلوم وجہ سے (بیماری وغیرہ) شراب پی لی۔ تو اس سے انکی توہین کیسے لازم آئی۔ اور عیسائی اسبات کو خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شراب پیتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ الاوہام صفحہ ۳۷ اور اسکے حاشیہ پر استفسار صفحہ ۳۵۳)

پانچواں امر

فریق مخالف نے دافع البلاء سے پیش کیا ہے۔ جو یہ ہے:۔

"لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اسپر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اسکے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اسکے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی

خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے"۔ اس حوالہ سے فریق مخالف نے یہ سمجھا ہے کہ یہاں قرآن کی جو آیت پیش کیگئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ان تمام قصوں کو جو بیان ہوئے حضرت مسیح موعودؑ صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ قلت تفکر کا نتیجہ ہے ورنہ اس سے تو صرف عیسیٰ ہی نہیں بلکہ دوسرے انبیاء ابراہیم و اسماعیل و داؤد و موسیٰ علیہم السلام وغیرہ کے متعلق بھی یہی ماننا پڑے گا کہ اُنکے ساتھ بھی ایسے واقعات ہوئے تبھی ان کا نام قرآن میں حصور نہیں رکھا گیا۔ ساری غلطی اسبات سے لگتی ہے کہ وہ مخاطب کے حالات کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ دیکھو یہ حاشیہ جس عبارت کے متعلق ہے اسمیں عیسائی مخاطب ہیں۔ آپ مسیح کے متعلق فرماتے ہیں :-

"وہ حقیقی منجی نہیں تھا یہ اسپر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا"

اور پھر حاشیہ میں ہی لکھتے ہیں :-

"جن لوگوں نے انکو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ نخواہ خدا کی صفات انہیں دی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان"

چونکہ عیسائی اور ایسے نام کے مسلمان قرآن مجید کی آیتوں سے انکی فضیلت ثابت کرتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مسیح کے حق میں غلامًا زکیًّا کا لفظ آیا۔ اور کسی نبی کے حق میں نہیں آیا اس لئے معلوم ہوا کہ دوسرے انبیاء گناہوں سے پاک اور بے عیب نہیں تھے یا بل رفعہ اللہ پیش کرتے ہیں۔ کہ اور کسی کا ایسا رفع نہیں ہوا۔ تو ایسے لوگوں کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر اسی طرح عیسےٰ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت ثابت ہوسکتی ہے تو حضرت یحییٰؑ کی مسیح پر فضیلت ثابت ہوگی۔ اور اسکی وجہ وہ بیان کردی جو عیسائیوں کے نزدیک مسلم تھی۔ کیونکہ یہ باتیں اناجیل میں موجود ہیں۔ چنانچہ اگلی عبارت اس مفہوم کو بالکل واضح کر دیتی ہے کہ یہ آپ کا اعتقاد نہیں۔ اور وہ یہ ہے :-

"اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ نے یحییٰ کے ہاتھ پر جسکو عیسائی یوحنا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی۔ اور انکے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے۔ اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ بمقابل اسکے یہ ثابت نہیں کیا گیا

کہ بجلی نے بھی کسی کے ہاتھ پر تو یہ کی تھی پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر تھا۔ اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اسکی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور انکی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے۔ سو اس افترا کا رد ضروری تھا۔ اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنے نہیں۔ کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰ اور انکی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح نہیں ہیں بلکہ ان معنوں کرکے وہ مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونیکا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا"

پس عبارت کے آخری فقرے حضرت مسیح موعود کا عقیدہ بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح اور انکی والدہ تمام شیطانی کاموں سے پاک تھے۔ اور اس سے پہلے جو کچھ آپ نے لکھا وہ الزامی اور عیسائیوں کے مسلمات پر ہے۔

چھٹا امر ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴ تا ۸ سے فریق مخالف نے بعض عبارتیں جو یسوع کے متعلق ہیں پیش کرکے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ کی توہین کی گئی ہے کیونکہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنی کتب میں حضرت عیسیٰ کا نام یسوع ہونا تسلیم کیا ہے۔

لیکن قبل اسکے کہ میں اسکے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال پیش کروں۔ میں اہلسنت والجماعت کے ان علماء کے اقوال پیش کرتا ہوں جو فن مناظرہ میں غایت درجہ کی شہرت رکھتے ہیں بلکہ علمائے اہلسنت کے مقتدا مانے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک مولوی آل حسن صاحب ہیں وہ اپنی کتاب استفسار میں جو ازالۃ الاوہام مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب کے حاشیہ پر چھپی ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "کیا وجہ کہ مریم کا بیٹا خدا ہو اور کوسلیا کا بیٹا یعنی رامچندر اور دیوکی کا بیٹا یعنی کنھیا خدا نہ ہو جنہیں ہندو لوگ اسی طرح خدا ٹھہراتے ہیں جس طرح تم عیسیٰ کو۔ ص ۲۱

(۲) حضرت عیسیٰ کا بن باپ ہونا تو عقلاً مشتبہ ہے اسلئے کہ حضرت مریم یوسف کے نکاح میں تھیں چنانچہ اس زمانے کے معاصرین لوگ یعنی یہود جو کچھ کہتے ہیں سو ظاہر ہے۔ ص ۲۲

(۳) اور ذرے گریبان میں سر ڈالکر دیکھو کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مادری میں دو جگہ تم آپ ہی زنا ثابت کرتے ہو۔ دیعنی تامار اور اوریا) ص ۲۳

(۴) دوسرا یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے مخالفوں کو کتا کہتے تھے اگر ہم بھی انکے مخالفوں کو کتا کہیں تو وہی تہذیب اخلاق سے بعید نہیں بلکہ عین تقلید عیسوی ہے۔ ص ۹۸

(۵) شجاعت حضرت عیسیٰ کی صحبت سے حواریوں کو نہیں حاصل ہوئی تھی۔ پس تربیت حضرت عیسیٰ کی ازروئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری۔ ص ۱۰۷

(۶) حضرت عیسیٰ سے جیسی عداوت یہودیوں کو تھی سو ظاہر ہے اور آنحضرت کا بیکس اور تنہا ہونا بھی ظاہر ہے۔ ص ۱۲۵

(۷) ازانجملہ کلیتہً یہ بات ہے۔ کہ اکثر پیشینگوئیاں انبیاء بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہیں۔ جیسے خواب اور مجذوبوں کی بڑ.... پس اگر انہی باتوں کا نام پیشنگوئی ہے تو ہر ایک آدمی کے خواب اور ہر دیوانہ کی بات کو ہم پیشگوئی ٹھہرا سکتے ہیں۔ ص ۱۳۳

(۸) اشعیا نبی کی پیشگوئیاں اکثر ایسی ہیں یعنی حضرات مجاذیب کا سا کلام۔ ص ۲۱۹

(۹) عیسیٰ بن مریم کہ آخر درماندہ ہوکر دنیا سے انھوں نے وفات پائی۔ ص ۲۳۲

(۱۰) اور سب عقلاء جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ سے۔ ص ۳۳۶

(۱۱) اشعیاء اور ارمیاہ اور عیسیٰ کی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں بلکہ اس سے بہتر۔ ص ۳۳۶

(۱۲) حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء میت کا بعضے یہاں متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا بعد اسکے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اٹھ کھڑا ہو۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سانپ کو ٹوٹے سے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیا۔ بعد اسکے سب ٹکڑے اسکے برابر رکھ کر تونبی بجائی اور وہ رینگنے لگا اور اچھا بھلا ہو گیا۔ اور منتر سے جھاڑ پھونک کرکے دیو بھوت کو دفع کرنا اور بعضے بیماریوں سے چنگا کرنا یہ تو سینکڑوں سے ہوتا دیکھا ہے۔ ص ۳۳۶

(۱۳) معجزات موسویہ اور عیسویہ کہ بسبب مشابہ کارخانہ سحر اور نجوم وغیرہ کے کسی کی نظر میں انکا اعجاز ثابت نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی سی حرکات یہاں بہتوں نے کر دکھائیں۔ ص ۳۳۷

(۱۴) یسوع نے کہا میرے لئے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے۔ اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا کہ اقبح ترین ہے۔ ص ۳۴۹

(۱۵) ان (پادری صاحبان) کا اصل دین و ایمان آگر یہ ٹھہرا ہے کہ خدا مریم کے رحم میں جنین بنکر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا۔ اور علقہ سے مضغہ بنا۔ اور مضغہ سے گوشت اور اسمیں ہڈیاں بنیں۔ اور اسکے مخرج معلوم سے نکلا۔ اور ہگتا موتتا رہا۔ یہانتک کہ جوان ہوکر اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہوا۔ اور آخر کار ملعون ہوکر تین دن دوزخ میں رہا۔ ص۳۵ و ص۳۵۱

(۱۶) انجیل اول کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی تھے۔ ص۳۵۳

(۱۷) جس طرح اشعیاء اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعض بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور معمہ اور خواب کے ہیں جسپر چاہو منطبق کرلو۔ یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہیں یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑیں ویسی پیشگوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔ ص۳۶۶

(۱۸) پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے۔ اور کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو ویسی ہی ہونگی جیسی مسیح دجال کی ہونے والی۔ ص۳۶۹

(۱۹) یہودی لوگ کہتے ہیں کہ ہم میں سے جو لوگ توریت کے عالم تھے انھوں نے تو حضرت عیسیٰ سے کوئی معجزہ دیکھا نہیں اور چند مچھووں اور ملاحوں احمقوں کا کیا اعتبار عوام الناس تو ذرے سے شعبدہ میں آجاتے ہیں۔ ص۳۷۱

(۲۰) تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی از راہ خباثت اور بدباطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو نوجوان تھے۔ رنڈیاں انکے ساتھ صرف حرامکاری کے لئے رہتی تھیں اسی لئے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا۔ اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہوگا۔ اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کرکے کہا کہ میں تو بڑا کھاؤ اور شرابی ہوں پس دونوں باتوں کے ملانے سے اور شراب کی بدمستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے۔ اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے۔ ص۳۹ و ص۳۹۱

(۲۱) حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں تو ظلم کیا۔ ص۴۱۹

(۲۲) کافروں نے معجزہ مانگا ..... حضرت عیسیٰ نے اُن کافروں کو جھڑک دیا۔ اور تہدید بوعید الٰہی کی بابت کچھ نہیں بولے چپکے بیٹھے رہے اور انکے ہاتھوں سے ذلتیں اٹھایا کیو" ص۵۰۲

ہمنے یہ بطور نمونہ ان کی کتاب سے بعض عبارات پیش کی ہیں اور وہ اپنے آپ کو بری ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔

"خداوند تعالےٰ مجھے انبیاء کی توہین اور تکذیب سے محفوظ رکھے مگر صرف پادری صاحبوں کے الزام کے لئے نقل کرتا ہوں۔" استفسار ص۴۱۹ - ص۴۲۰

استفسار کے بعد چند حوالے مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی کی کتاب ازالۃ الاوہام سے پیش کرتا ہوں۔

(۱) معجزات موسویہ مثل عصا وغیرہ۔ ۔ ۔ معجزہ ندانند زیرا کہ مثل آنہا ساحراں ہم کردہ بودند اکثر معجزات عیسویہ را معجزات ندانند زیرا کہ مثل آنہا ساحراں ہم میسازند و یہود آنجناب را چوں نبی نمے دانند وہمچو معجزات ساحر میگویند ص۱۲۹

(۲) جناب مسیح اقرار میفرمایند کہ یحیٰی نہ نان میخورانید ونہ شراب مے آشامیدند و آنجناب شراب ہم مے نوشیدند و یحیٰی در بیابان مے ماندند و همراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند و مال خود را مے خورانیدند و زناں فاحشہ پاہا آنجناب را بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست میداشتند و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا مے فرمودند ص۳۷

(۳) و نیز وقتیکہ یہودا فرزند سعادت مند شاں از زوجہ پسر خود زناہ کرد و حاملہ گشت وفارض راکہ از آباؤ اجداد و سلیمان و عیسیٰ علیہما السلام بود زائید ہیچ کس را ازینہا سزائے ندادند (یعنی یعقوبؑ) ص۴۰۵

یہ کتاب ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور انھوں نے الزامی جواب دینے کی غرض یہ لکھی ہے
"وادب تقاضا نمیکرد کہ بر پیشینگوئی جناب مسیح حرفے برزبان قلم آید مگر چونکہ علماء مسیحیہ بر پیشینگوئیہا جناب سید الانس والجان چشم انصاف بستہ باعتراض پیش مے آیند ازینجہت بطور الزامے محض برائے آگاہی ایں فرقہ بر پیشینگوئیہا مندرجہ عہد جدید چیزے آشنائے زبان قلم مے گردد تا ایں فرقہ را اطلاع شود کہ مخالف را بحسب رائے تو دا گر از انصاف چشم بندد راہیست وسیع" ص۳۴۱

اب انصاف کرنا چاہیے کہ اگر مذکورہ بالا مقتدر علماء باوجود ان سب اقوال کے جو انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت لکھے ہیں مسلمان ہیں اور انکا عذر کہ یہ جوابات الزامی طور پر دیے گئے ہیں قابل قبول ہیں تو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے یہی اقوال موجب توہین مسیح اور موجب کفر وارتداد کیوں قرار دیے جاتے ہیں حالانکہ آپ نے تو اتنی احتیاط فرمائی ہے کہ جس کے بعد

کوئی عقلمند شخص جو تعصب سے خالی ہو یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم کی پیشکردہ عبارت کے آخر میں فرماتے ہیں :۔

"بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اسکے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی انھوں نے ناحق ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ اُنکے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال انپر ظاہر کریں چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اسکے علاوہ اور بہت سی گالیاں دی ہیں پس اسی طرح اس مُردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کیلئے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی انکے یسوع کے کسیقدر حالات لکھیں اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالےٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے"

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صـ۸-۹)

پھر انجام آتھم کے صـ۱۳ میں تشریح بھی فرما دی ہے :۔

"یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا اور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اسکے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئینگے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔"

پھر تریاق القلوب حاشیہ صـ۲۷ میں فرماتے ہیں :۔

"حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے مُنہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افتراء ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گذرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہے اسلئے میں نے فرض محال کے طور پر اسکی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جسکے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔"

گواہوں نے بعض حوالے اس مدعا کے ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں کہ یسوع اور مسیح علیہ السلام ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ کیونکہ عیسائیوں کا یسوع مسلمانوں کے

عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ لیکن نہ معلوم انہوں نے اسقدر تجاہل عارفانہ کیوں اختیار کیا۔ کیونکہ تمام بڑے بڑے علماء اس طریق پر کلام کرتے چلے آئے ہیں کہ مخاطب کے عقائد باطلہ کے مطابق اُسکے بزرگ کو فرض کرکے بعض اوقات بات کی جاتی ہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ حضرت علیؓ سنیوں اور شیعوں کے ایک ہی ہیں۔ لیکن مولانا جامی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ ایک شیعی نے ایک سنی فاضل سے دریافت کیا۔ کہ علی کی تعریف کرو تو اس نے پوچھا کونسا علی۔ وہ علی جسپر تو اعتقاد رکھتا ہے یا وہ علی جسپر میں اعتقاد رکھتا ہوں۔ تو اُس نے کہا۔

گفت من گرچہ اندکی دانم
در دو عالم علی یکے دانم
شرح ایں نکتہ را تمام بگوے
آں کدام است ایں کدام بگوئے
گفت آں کو بود گزیدۂ تو
نیست جز نقش نو کشیدۂ تو
پہلوانے بروت مالیدہ
بہر کیں درو غا سگالیدہ
گربزی پر تہور و بیباک
کینہ جوئے و مفتن و سفاک
بندۂ نفس خویش چوں من و تو
فارغ از دین و کیش چوں من و تو
بخلافت دلش بسے مائل
شد ابوبکر درمیاں حائل
درزنگ و پوئے بہر ایں مطلوب
ہمہ غالب شدند او مغلوب
باچنیں وہم وظن نہ نادانی
اسد اللہ غالبش خوانی
ایں علی در شمارۂ کہ ومہ
خود نبود است ورنہ باشد بہ
واں علی کش منم بجاں بندہ
شبلت نفس شوم را کندہ

الی آخر الابیات

سلسلۃ الذہب بر حاشیہ نفحات الانس مطبوعہ نولکشور کانپور ص ۱۰۲ تا ۱۰۴

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرستہ العلوم دیوبند اپنی کتاب ہدیۃ الشیعہ میں فریق مخالف کے مسلمات کی بنا پر حضرت علیؓ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"اگر بالفرض یہ زور اور بل اور قدرت خداداد کسی میں ہوتی بھی تب غصب دختر طاہرہ مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہل ہند جو تمام ولائتوں کے لوگوں میں نامردہ پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی، اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا۔ جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمرؓ کے حوالے کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے

بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ تھے کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا۔ اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔ اور تسپر تماشہ یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنان سفاک نے حرم محترم اور زنان اہلبیت کیطرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا۔" (ہدیہ شیعہ ص۱۲۷)

(۲) "پھر کیا ممکن ہے کہ خدا بہک جائے کچھ نعوذ باللہ رسول اللہ کے زمانہ میں بہ عقل و حواس میں اختلال آگیا۔ ابوبکر و عمر ہر چند صاحب رُعب اور مرد باہیبت تھے مگر نہ اتنے کہ خداوند کریم کے بھی عقل و حواس میں فرق آجائے یا اسکے سوا کچھ اور سبب ہو۔" ص۸۸

(۳) "اور ظاہر ہے کہ مرے ہوئے سے تو گیدڑ بھی نہیں ڈرتا شیر خدا علی مرتضٰی پھر دوبارہ مرے ہوئے سے دبے تو قیامت آگئی۔" ص۱۲۲

(۴) "حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی نوبت نہ آئی کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں۔" ص۶۴

ایسی ہی اور بہت سی باتیں ہیں جو شیعوں کے عقائد کے مطابق ایک علی فرض کر کے لکھی گئی ہیں۔ اور ابتدائے کتاب میں انہوں نے اپنی برئیت ظاہر کر دی ہے۔

" اگر بہ نسبت انبیاء و مرسلین یا بزرگان اہلبیت و اصحاب سید المرسلین صلعم اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر اُلجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار بغرض الزام شیعہ آگیا ہے۔ اس کا بار انہیں کی گردن پر ہے۔ یہ سب انھوں نے ہی کرایا ہے۔ خدا شاہد ہے کہ ایسے عقائد سے میں بیزار جان و ہزار زبان بیزار ہوں"۔

(ہدیۃ الشیعہ ص۳)

اسی طرح مولوی احمد رضا خان نے فتاوی الرضویہ جلد اوّل کے صفحہ ۷۴۸ تا ۷۴۹ میں لوگوں کے خداؤں کے متعلق بحث کی ہے مثلاً لکھا ہے۔

" وہابیوں کا خدا۔ بے اعتبار۔ جھوٹا۔ محدود۔ عیب و نقائص سے پُر۔ بھول نے والا سونا اونگھنا۔ غافل رہنا۔ حتٰی کہ مرجانا۔ سب کچھ اس کے لئے ممکن ہے۔ کھانا۔ پینا۔ پیشاب کرنا۔ پاخانہ پھرنا۔ ناچنا تھرکنا۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا۔ عورتوں سے جماع کرنا۔ کوئی خباثت و فضیحت اسکی شان کے خلاف نہیں۔ ظالم ہے زانی ہے وغیرہ وغیرہ۔" ص۷۴۵

" دیوبندیوں کا خدا۔ وہابیوں کا خدا ہے مگر اس میں زیادہ یہ بھی بات ہے کہ چور ہے۔ ظالم ہی جاہل ہے وغیرہ وغیرہ۔" ص۷۴۶

اب کیا گو اہان کہینگے کہ خدا کئی ہیں۔ یا حضرت علیؓ دو ہیں۔ بس متکلمین کا یہ طریق ہے کہ وہ مقابل کے عقائد کو مدّنظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں۔ اور یہی طریق حضرت مسیح موعودؑ نے اختیار کیا چنانچہ فرمایا " اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے عیسیٰ کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنیوالے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے۔ اور آنحضرتؐ کے بارہ میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک یسوع نام کو مانتے ہیں جسکا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعوےٰ کیا تھا... اسی سبب سے ہمنے عیسائیوں کے یسوع کا ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں"۔ (آریہ دھرم ٹائیٹل پیج آخر)

اور جو عبارتیں گواہوں نے تریاق القلوب اور چشمہ معرفت سے پیش کی ہیں۔ ان سے فریق مخالف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ تریاق القلوب میں تو الزامی جواب دینے کی ایک اور غرض بیان کر دیگئی ہے۔ اور چشمہ معرفت میں یہ بتایا ہے کہ ہر ایک مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا پیارا اور برگزیدہ رسول مانتا ہے اور جب تنگ آکر اُسے پادریوں کو الزامی جواب دینا پڑتا ہے تو پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ آپ نے جہاں کہیں ایسی باتیں لکھی ہیں تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں بلکہ یسوع کو مراد لیا ہے جو عیسائیوں کا فرضی خدا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آپ فرماتے ہیں۔

(۱) "ہم اسبات کیلئے بھی خدا تعالےٰ کیطرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور انکی نبوت پر ایمان لاویں سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو انکی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانیوالا اور جھوٹا ہے"

(ایام الصلح ٹائیٹل پیج صفحہ ۲)

(۲) "وہ نبی اللہ بیشک ہیں اور خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اسمیں کوئی شبہ نہیں" (جنگ مقدس ص۵)

(۳) "حضرت عیسےٰ علیہ السلام بیشک خدا کا پیارا نبی تھا نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا" (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص۶۹۳)

(۴) "ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ کو خدا تعالے کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں۔ تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے انکی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں" (کتاب البریہ ص۳۹)

(۵) "اور اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکافرین اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں۔ وانما الاعمال بالنیات۔ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اس خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات انکو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چماروں کو انکے برابر جانتا ہے ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا کہ انما الاعمال بالنیات" (انوار الاسلام ص۳۴)

پس کیا کوئی عقلمند دنیا میں ایسا ہے جو ان تصریحات کے باوجود کہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں اور آپ تو انکی توہین کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ آپ کو انکے مثیل ہونے اور ایسے شدید اتصال کا دعویٰ ہے کہ گویا روحانی طور پر وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔

اب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب پیر نواب صاحب بہاولپور کی شہادت لکھتا ہوں کہ وہ ان عبارات سے کیا سمجھتے تھے؟

کتاب اشارات فریدی جلد ۳ ص۱۷۷ و ۱۷۸ میں ہے۔

"مولوی غلام دستگیر قصوری کہ بمرزا غلام احمد قادیانی مخالفت کمال میداشت و بروے فتاویٰ کفر نوشتہ بود بیامد و آداب بجا کردہ بنشست و چند کتب از مصنفات مرزا غلام احمد قادیانی کہ در بغل میداشت پیش نہاد از ہر یک کتاب مقاماتے را کہ نشان کردہ بود بپیشگاہ حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہ ونفعنا وایاکم بلقائہ یک بیک برمیخواندند ومیگفت کہ بہ بینید اینجا توہین حضرت مسیح علیہ السلام و اینجا اہانت دیگر انبیاء علیہم السلام کردہ است وحقیقت حال آنست کہ مرزا صاحب جہت رد نصاریٰ و یہود از انجیل و توراۃ کہ ہر دو محرف اند و ازاں کتب ایں انواع مذمات مفہوم میشوند در کتب خویش نوشتہ بود دیگر مولوی را اطلاع بر ایں معنی نشدہ است۔ ازیں جہت بہ پیشگاہ حضور نکوہش مرزا صاحب بیان کرد اما حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ہمہ تقاریر اورا شنیدہ و ہیچ جوابش نفرمودند۔

اسپر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ لکھا ہے وہ فرضی یسوع کے متعلق ہے جسکے متعلق عیسائی کہتے ہیں کہ اس نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن

حضرت عیسیٰؑ جن کا قرآن میں ذکر ہے وہ خدا تعالےٰ کا نبی ہے۔ وہ عیسائیوں سے کہتے ہیں کہ اس یسوع کو ترک کر دو اور آنحضرت صلعم کو گالیاں دینی چھوڑ دو۔

ورنہ من ایں یسوع مفروضے شمارا زیادہ تر نکوہش خواہم کرد حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالےٰ فرمودند آرے ایں چنین است "

پس خواجہ غلام فرید صاحب نے ان عبارتوں سے یہی سمجھا کہ یہ فرضی یسوع کی نسبت ہیں اور حضرت عیسیٰ کو گالیاں نہیں دی گئیں اور نہ ان سے حضرت عیسیٰ کی توہین ہوتی ہے۔

اور علماء اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ کہ خود اپنی طرف سے کسی کے قول کو ایسے معنوں میں لینا جس سے کفر لازم آوے حالانکہ قائل اس کے اور معنی بیان کرتا ہو۔ تو ایسا کرنا غلطی ہے چنانچہ امام ابن حزم کتاب الفصل فی الملل والنحل جلد ۳ صٓ ۲۵ میں لکھتے ہیں:۔

و اما من کفر الناس بما تؤول الیہ اقوالھم فخطاء لانہ کذب علی الخصم وتقویل لہ مالم یقل بہ وان لزمہ فلم یحصل علی غیر التناقض فقط والتناقض لیس کفرا بل قد احسن اذ فر من الکفر۔ یعنی وہ لوگ جو دوسروں کے اقوال سے ایسا نتیجہ نکالکر جو باعث کفر ہو کافر کہتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ وہ فریق ثانی کیطرف ایک جھوٹ بات منسوب کرتے ہیں جس کا وہ قائل نہیں ہے۔ اور اگر اسپر یہ بات لازم بھی آوے تو اس سے یہی ثابت ہو گا کہ اسکے کلام میں تناقض ہے اور تناقض کفر نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کفر سے بھاگا۔

اسی طرح مؤلف کتاب الاشباہ والنظائر نے لکھا ہے:۔ انہ لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن (الاشباہ والنظائر مع شرحہ الحموی صٓ ۱۷۵)

کہ وہ کسی ایسے مسلمان کو کفر کا فتویٰ نہیں دے گا جسکے کلام کا محمل اچھا نکل سکتا ہو۔

لیکن علماء دیوبند باوجود قائل یعنی حضرت مرزا صاحب کی تصریحات کے کہ اس سے میری مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہیں ہے۔ پھر اسکے خلاف منشاء معنے لیتے ہیں جس سے توہین لازم آوے جو کسی ایماندار کا کام نہیں ہے۔

اب میں اس بحث کو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عبارت پر ختم کرتا ہوں۔

"اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزارہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لئے دکھلائے پھر بھی سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں۔ اور میری کتابوں کو یہودیوں کیطرح محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں۔ کہ گویا میں ایک مستقل

نبوت کا دعوی کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالے کی جناب میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں" (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۱۹)

امّتِ محمدیہ کی توہین کا الزام

گواہ ۲ نے حضرت مسیح موعودؑ کو یہ بھی الزام دیا ہے کہ آپنے تمام امت محمدیہ کو مشرک قرار دیا ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام کو آسمانپر زندہ ماننا شرک عظیم ہے اور شرک ایک ایسا گناہ ہے جو بخشا نہیں جا سکتا۔ اس لئے جو تمام امت کو گمراہ اور مشرک قرار دیتا ہے وہ کافر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ تمام امت محمدیہ مشرک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا گواہ فریق مخالف نے حوالہ دیا ہے وہیں آپ نے ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہؤا اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں کیونکہ انہوں نے عمداً یہ غلطی نہیں کی۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا مگر آجکل وہ ایک اژدہا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہؤا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اسکی خدائی کے واسطے پکڑا اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے۔ تو آدم سے لے کر آج تک اسکی کوئی نظیر پیش کرو۔"

پھر فرماتے ہیں:- "اسباب سے دھوکہ نہ کھاؤ جو لوگ کہدیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بیشک خدا تعالے قادر ہے لیکن تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں۔ ایک مبدء شرک ہے" (تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے)

پس آپنے حیات مسیح کے عقیدے کو یہاں مبدء شرک قرار دیا ہے اور آپ اسلاف کے متعلق اسی تقریر میں فرماتے ہیں:-

"پھر یہ سوچنا چاہیئے کہ حضرت عیسی کی حیات کے عقیدہ نے آجتک دنیا میں کیا بنایا ہے اور دنیا نے کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اسکے کہ چالیس کروڑ انسان مردہ پرست بن گیا۔ پس

پہلوں نے اگر وفات مسیح کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی تب بھی انکو ثواب ہے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے خذ یخطی ویصیب کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب۔ مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا سو کرایا۔ اسمیں بھی اسرار الٰہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا۔ اور وہ غفلت میں رہے۔ خدا جب چاہتا ہے ایک بھید کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھولدی"

اسی طرح تحفہ گولڑویہ صہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:۔

حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور آسمان کی طرف اٹھایا جانا انکی ایک خصوصیت ٹھیر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے"

پھر لیکچر سیالکوٹ صہ ۲۰ میں فرماتے ہیں:۔

"ہاں جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارہ میں غلطی کی ہے۔ انکو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انھیں یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ انکو حقیقی معنے خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے پر میں نے تمکو یاد دلا دیا۔ اور صحیح صحیح معنے سمجھا دیئے اگر میں نہ آیا ہوتا تو غلطی کیلئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں رہا"

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) حیات مسیح کا عقیدہ مبدر شرک یا منجر الی الشرک ہے۔

(۲) پہلے مسلمانوں میں سے جو لوگ ایسا سمجھتے تھے وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک معذور رہیں اور وہ عقیدہ انکا اجتہادی غلطی ہے اور وہ اللہ کے نزدیک حسب اجتہاد ثواب کے مستحق ہیں۔

(۳) لیکن موجودہ مسلمان جنکو نصوص قرآنیہ اور ادلہ احادیثیہ سے مسیح کی وفات بتا دی گئی وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدٰھم حتی یبین لھم ما یتقون ان اللہ بکل شیٔ علیم (توبہ ع ۱۴) کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ نہیں ٹھہراتا بعد اسکے جبکہ انھیں ہدایت دی یہانتک کہ انکے لئے وہ باتیں جنسے انھیں بچنا چاہیئے کھول کھول بیان کر دے بیشک اللہ تعالےٰ ہر ایک شیٔ کو جانتا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض وقت ایک لفظ کسی وجہ سے کسی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے فاعل کو وہ نام نہیں دیا جاتا جیسے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دو باتیں لوگوں میں کفر ہیں الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت۔ (مسلم جلد اول صہ ۴۲) یعنی نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا لیکن کوئی شخص ان کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اسی طرح فرمایا "التحدیث بنعمۃ اللہ شکر وترکہ کفر"

دہدیہ مجددیہ ص۲۶ مگر تحدیث بنعمت اللہ کے تارک کا نام کوئی شخص کافر نہیں رکھتا۔

پس حضرت مسیح موعود ؑ کا اس مسئلہ کو جو منجرالی الشرک تھا شرک عظیم قرار دینا باعتبار ما یؤل الیہ کے ہے اور اس امر کو فن بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ مختصر معانی مطبوعہ مجتبائی ص۲۷۳ میں مجاز مرسل کی بحث میں لکھا ہے۔ تسمیۃ الشئ باسم ما یؤل ذالک الشئ الیہ فی الزمان المستقبل نحو انی ارانی اعصر خمرا۔ ای عصیرا یؤل الی الخمر۔ کہ مجاز مرسل سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک چیز کا نام باعتبار اس حالت کے رکھ دیا جاتا ہے جو اس کی مستقبل میں ہونی ہوتی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں جسکے معنے یہ ہیں کہ میں عصیر یعنی نچوڑ نکال رہا ہوں۔ اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ شارح کے لئے یہ اولی تھا کہ وہ عصیر کے بجائے عنب کہتا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں چونکہ انگور سے شراب بنتی ہے اس لئے اس نے آیندہ کی حالت کے مطابق انگوروں کا نام خمر یعنی شراب رکھ دیا۔

پس اسی طرح حیات مسیح کا عقیدہ منجرالی الشرک تھا اور صدہا مسلمان اسی عقیدہ کیوجہ سے عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے۔ حتیٰ کہ مولویوں کا ایک گروہ عیسائی بن گیا تھا جنہوں نے ہندوستان میں فتنہ برپا کیا پادری مولوی رجب علی اور پادری مولوی عماد الدین اور پادری مولوی سید احمد شاہ مؤلف امہات المؤمنین وغیرہ یہ سب مولوی تھے۔ اسی طرح اسوقت پادری حافظ احمد مسیح دہلوی جو حافظ قرآن ہے اور پادری عبدالحق وغیرہ بھی مولوی ہیں۔ جو اب اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ اور ایک عاجز بشر کو ربنا المسیح کہہ کر پکارتے ہیں۔ پس چونکہ یہ مسئلہ منجرالی الشرک تھا اور اس سے بہت سے انسان مشرک ہو گئے اسلئے اسکی آیندہ کی حالت کے مطابق اس کا نام حضرت مسیح موعود نے شرک عظیم رکھا۔ اور یہ کہنا کہ تمام امت محمدیہ کو مشرک بنایا ہے صریح مغالطہ ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔

ذریۃ البغایا

گواہ ۳۳ نے آئینہ کمالات اسلام کی ایک عبارت سے ایک غلط نتیجہ نکالکر حضرت مسیح موعود پر یہ ناپاک الزام لگایا ہے کہ آپ نے تمام شریف عورتوں کو کنچنیاں اور مسلمانوں کو ولدالزنا قرار دیا ہے۔

حالانکہ حضرت مسیح موعود کے اس قول

وکل مسلم یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا ۔ سے جو مراد فریق مخالف نے لی ہے قطعاً غلط ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام کے وقت آپکے ماننے والونکی تعداد نہایت قلیل تھی لہذا اگر فریق مخالف کے معنے صحیح مانے جائیں تو ذریۃ البغایا کے ساتھ کا جملہ یہ ہے ۔ جو ذریۃ البغایا کی تفسیر واقع ہوا ہے ۔ الذین ختم اللہ علی قلوبھم فھم لا یقبلون ۔

تو اس سے لازم آتا ہے کہ جنہوں نے آپ کو نہیں مانا وہ سب ذریۃ البغایا ہیں ۔ اور انکے دلوں پر مہریں ہیں اور ان میں کوئی آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا ۔ حالانکہ یہ معنی بالبداہت سراسر باطل ہیں کیونکہ اس کے بعد ہزارہا لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے اور روزانہ ہوتے ہیں ۔

پس معلوم ہوا کہ ذریۃ البغایا کے معنے وہ نہیں جو فریق مخالف نے لئے ہیں کیونکہ ان معنوں کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے ظاہر میں ایک معنی تو یہ ہیں ۔ کہ ہدایت سے دور اور ناشائستہ آدمی ۔ جنکی حالت یہ ہے کہ انکے دلوں پر مہریں ہیں وہ قبول نہیں کرینگے ۔ اور البغیۃ کے معنی رشد یعنی ہدایت کی نقیض لکھے ہیں ۔ اور ابن البغیۃ ایسے لڑکے کو کہا جاتا ہے جس میں رشد و ہدایت نہ ہو ۔

(تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۴۰)

اس لحاظ سے ذریۃ البغایا وہ لوگ ہوئے جنہیں ہدایت و رشد کا مادہ نہیں ہے ۔

(۲) البغایا کے معنی ہراول کے بھی ہوتے ہیں ۔ جو لشکروں کے ورود سے پہلے آتے ہیں ۔ یعنی مقدمۃ الجیش (تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۴۰)

تو ذریۃ البغایا کے معنے ہوئے ۔ وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کے پیشوا اور امام سمجھتے ہیں یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لیکر شہر بہ شہر پھرتے ہیں ۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے ۔

(۳) نیز بغایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں ۔ چاہے وہ فاجرہ ہوں یا نہ ہوں ۔ جیسا کہ تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹ میں لکھا ہے ۔ البغی الامۃ الفاجرۃ کانت او غیر فاجرۃ ۔ اور کبھی عورت کو بغی کہا جاتا ہے اور اس سے اسکی مذمت مقصود نہیں ہوتی جیسا کہ نہایہ لابن الاثیر اور مفردات راغب میں لکھا ہے ۔ یقال للامۃ بغی وان لم یرد بہ الذم ۔

پس ذریۃ البغایا سے مراد یہ ہوئی کہ میری ہر ایک مسلم تصدیق کرتا ہے ۔ سوائے عورتوں کی اس ذریت کے جنکے دلوں پر مہر ہے پس وہ ایمان نہیں لائیں گے ۔ عورتوں کی طرف منسوب کرنے سے یہ مراد ہے کہ انمیں انوثت کا مادہ پایا جاتا ہے اور انمیں حق کو قبول کرنے کی قوت مردانہ نہیں

پائی جاتی۔

(۴) ذریت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اسوقت ضروری نہیں ہوتا کہ مضاف الیہ بھی مقصود ہو۔ بلکہ مضاف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے ذریۃ الشیطان کے معنے یہ ہیں کہ جو شیطان جیسے کام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح مسیح نے یہود کو خطاب کرتے ہوئے کہا او سانپوں کے بچو جس سے مراد یہ ہے کہ تم سانپوں کیطرح حق کے مقابلہ میں دشمنی کا اظہار کر رہے ہو۔

اسی طرح اگر البغایا کے معنے بدکار عورتیں بھی لیجائیں تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ بُرے کام کرنے والے مجھے نہیں مانینگے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ عائشہ ام المومنینؓ زنا سے پاک ہیں اور جو روافض نے انکے بارے میں کہا ہے اس سے بَری ہیں۔ فمن شھد علیھا بالزناء فھو ولد الزناء کہ جو انپر زنا کی تہمت دے تو وہ ولد الزنا ہے (شرح کتاب الوصیۃ مطبوعہ حیدرآباد)

اس سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قائل کی والدہ کو زانیہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص ازراہ ظلم حضرت عائشہؓ پر اتہام لگاتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے نہ کہ اسکی والدہ کا۔ پس ولد الزنا سے مراد صرف یہی لیجائیگی کہ وہ خود بدکار ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود کے قول کے یہ معنی ہونگے کہ ہر ایک مسلم مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو اپنی شرارت و خباثت اور بُرے کاموں میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور اُن کے دل مر چکے ہیں وہ مجھے قبول نہیں کرینگے۔ اور اس صورت میں استثناء منقطع لیا جائے گا کہ تمام صالح اور نیک شخص تو میری تصدیق کرینگے۔ اور وہ آہستہ آہستہ اس سلسلہ میں داخل ہوتے چلے جائینگے مگر ذریۃ البغایا جنکے دلوں پر مُہر لگ چکی ہے چاہے ساری دنیا بھی مان لے وہ نہیں مانینگے تو اس لحاظ سے بعض خاص اشخاص جو کنجنیوں کے ساتھ میل ملاپ رکھ کر اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ انھیں ذریۃ البغایا کہا جاسکے۔ مُراد ہونگے۔ اور پھر مطلب یہ ہوگا کہ ایسے زنگ آلودہ قلب والے لوگ مجھے قبول نہیں کرینگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک جو سعید ہوگا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور میری طرف کھینچا جاے گا۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـــ۷۴)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج | جسکی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار

بھی بتا رہا ہے کہ ابتک جنہوں نے نہیں مانا ان میں نیک فطرت لوگ بھی موجود ہیں۔ پس اگر ذریۃ البغایا کے معنے فریق ثانی کے بھی لئے جائیں تو ان سے چند وہ شریر دشمن ہی مراد ہیں جن پر کہ یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔ لاغیر۔

چنانچہ آپ ایام الصلح کے ٹائٹل پیج صـ۲ میں شرافت ذاتی رکھنے والے اور نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی اور شریف مسلمانوں کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کیطرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے۔"

اور لجۃ النور صـ۶۷ میں فرماتے ہیں:۔

"کہ ہم نے اپنی کتاب کو نیک لوگوں کی تکفیر کرنے سے منزہ رکھا ہے خواہ کسی دین کے ہوں۔ اور ہم نیک علماء کی ہتک اور شریف مہذب لوگوں کو عیب لگانے سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں برابر ہے کہ وہ مسلمانوں سے ہو یا عیسائیوں سے یا آریوں سے اور بیوقوفوں میں سے بھی ہم صرف ان کا ذکر کرتے ہیں جو کہ اسں اور بدگوئی میں مشہور ہیں۔ اور جو عیب سفاہت اور بدزبانی سے بری ہے۔ ہم اس کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے اور اسکی عزت اور اس سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں۔"

پانچویں وجہ تکفیر کا رد

پانچویں وجہ تکفیر جو فریق ثانی کے گواہوں نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے مکذبین و منکرین کو کافر کہا ہے لہذا وہ کافر ہیں:۔

اگر واقعی انکی یہ دلیل درست ہے اور وہ اسپر قائم ہیں تو پھر انھیں ہماری طرف سے بھی جواب سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ پہلے خود مولویوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت پر کفر کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی بات کا ذکر متعدد بار اپنی کتب میں کیا ہے جیسا کہ تریاق القلوب میں لکھا ہے۔

"لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کیطرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا میرے لئے فتویٰ تیار کیا۔ مینے سبقت کرکے انکے لئے کوئی فتوے طیار نہیں کیا۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

(۲) حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں فرماتے ہیں :۔

"جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ ومن اظلم ممن افترىٰ على الله كذبا او كذب بآياته یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں۔ ایک خدا پر افترا کرنے والا۔ دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جبکہ مینے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا"

اور حاشیہ میں فرماتے ہیں :۔

"سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اسلئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔"

مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولویوں نے پہلے کفر کا فتویٰ دیا۔ اور مکہ اور مدینہ کے علماء کو غلط عقائد بتلا کر ان سے کفر کے فتوے حاصل کئے۔ پس اب یہ اپنے فتوے کی رو سے کافر ہوئے۔ پس ان کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں کافر کہا ہے اسلئے حضرت مسیح موعود کافر ہیں۔ ان کے لئے مفید نہیں ہے کیونکہ وہ تو پہلے کفر کا فتویٰ دیکر اپنے مسلمات کے مطابق خود کافر ہو چکے تھے۔

اور فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے منکر کے کفر کو اور آنحضرت صلعم کے منکر کے کفر کو ایک ہی قسم کا قرار دیا ہے اور اس میں ذرا فرق نہیں کیا۔ یہ صریح مغالطہ ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت مسیح موعود کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کفر دو قسم ہے۔

(اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اسکو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے

اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا
منکر ہے کافر ہے" (حقیقۃ الوحی ص ۱۷۹)

کیا تکفیر وجہ ارتداد اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے؟

علمائے اہلسنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ ایسا شخص۔ جو اسلام کا مدعی ہے اور اہل قبلہ ہے اس سے تکفیر کی وجہ سے نکاح وغیرہ معاملات شرعاً حرام نہیں ہو جاتے۔ جیسا کہ منہاج السنۃ مصنفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جلد ۳ ص ۶۲ میں لکھا ہے کہ خوارج حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؓ نے انکی تکفیر کی وجہ سے انکو مرتد اور دین سے خارج خیال کر کے انکے نکاح وغیرہ فسخ کئے ہوں۔ پس فریق مخالف کا تکفیر کو وجہ فسخ نکاح قرار دینا خود انکے علماء اور آئمہ کے اقوال کے صریح منافی ہے۔ اور کتاب العلم الشامخ مصنفہ صالح بن المہدی المقبلی المتوفی سنہ ۱۱۰۸ھ کے صفحہ ۷۰۰ میں لکھا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اس قسم کی حالتوں میں وہی احکام جاری ہونے چاہئیں۔ جو تمام اسلامی احکام ہیں اور منصب امامت مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کے صفحہ ۹۴ میں بھی لکھا ہے۔ کہ نکاح اور دوسرے تمام معاملات میں ہر ایک اس شخص سے۔ جو اسلام کا دعوی کرتا ہے۔ اسی طرح معاملہ ہوگا جو دوسرے تمام مسلمانوں سے ہوتا ہے۔ ایسا ہی احیاء العلوم للغزالی جلد ا ص ۹۷ میں لکھا ہے کہ جو شخص اسلام کا اقرار کرتا ہو وہ تمام معاملات میں آئمہ اور حکام کے نزدیک بھی مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اسی کے موافق ملا علی قاری حنفی اپنی کتاب شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۵۳۳ میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ مدعیان اسلام ہیں۔ اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ ان سے نکاح اور شادی اور دوسرے دنیوی معاملات میں وہی برتاؤ ہوگا جو باقی مسلمانوں سے ہوتا ہے"۔

پس جبکہ جماعت احمدیہ کو مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنی میں جو باتیں ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں وہ بتمامہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت میں موجود ہیں تو پھر کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ مذکورہ بالا حوالجات کے ہوتے ہوئے حکام وقت سے استدعا کرے کہ معاملات شادی و نکاح وغیرہ میں کوئی فیصلہ کیا جائے جس کے بعد غیر احمدی لڑکیوں کے نکاح احمدی مردوں سے ناجائز قرار پائیں۔

لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن

گواہ ۳ نے نکاح کا عدم جواز ثابت کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے نکاح کے متعلق یہ فیصلہ صاف مذکور ہے لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن کہ نہ مومن عورتیں کافروں کے لئے اور نہ کافر عورتیں مومنوں کے لئے حلال ہیں۔ اسواسطے کسی احمدی مرد و عورت کا غیر احمدی مرد و عورت سے نکاح جائز نہیں۔ یہی ایک دلیل ہے جو گواہوں نے احمدی مرد و عورت کا غیر احمدی مرد و عورت سے نکاح ناجائز ثابت کرنے کے لئے قرآن سے پیش کی ہے جسکی رو سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام وہ غیر احمدی عورتیں جو احمدیوں کے نکاح میں ہیں وہ نعوذ باللہ زانیہ ہیں اور انکی اولاد حرام کی ہے۔ اس طرح اگر کسی غیر احمدی کے گھر احمدی عورت ہو تو وہ بھی زانی اور اسکی اولاد حرام کی ہے۔ اب اس فتوی کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ امراء کی تمام ان احمدی عورتوں کو خواہ وہ کسی امیر کی بہن ہو یا پھوپھی یا لڑکی جنہوں نے احمدی مردوں سے شادی کی یا شادی کے وقت وہ غیر احمدی تھے مگر شادی کے بعد احمدی ہو گئے۔ زانیہ اور انکی اولاد کو حرام کی اولاد سمجھا جائے۔ لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ اس آیت کو ہر قسم کے کافروں کے لئے عام کرنا قرآن مجید سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اہل کتاب یہود وغیرہ بالاتفاق کافر ہیں مگر اللہ تعالے فرماتا ہے والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین۔ کہ اہل کتاب (یہود وغیرہ) عورتوں سے مسلمانوں کے لئے نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر کس قدر جہالت ہوگی کہ اس آیت کا حکم تمام قسم کے کافروں پر مشتمل سمجھا جائے اس آیت سے پہلے ان کفار کا ذکر ہے جو مشرک تھے۔ اور اہل کتاب نہ تھے پس انکے متعلق اس آیت میں حکم بیان کیا گیا ہے نہ کہ ہر اس مسلمان کے متعلق بھی جسے علماء کافر کہدیں۔ اگر نکاح کے فسخ ہونے کا مدار علماء کی تکفیر پر رکھا جائے تو سب مسلمانوں کے نکاح فسخ ماننے پڑینگے کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہیں جسنے دوسرے فرقہ والوں کو کافر و مرتد نہ قرار دیا ہو۔

رہا یہ سوال کہ احمدی غیر احمدی مرد سے احمدی عورت کا نکاح نہیں کرتے اور اگر کوئی ایسا کرے تو جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت سے نکالنے کے یہ معنے نہیں کہ وہ احمدیت سے ہی نکل جاتا ہے بلکہ نظام جماعت سے نکالا جاتا ہے جیسے ایک قوم مثلاً سید دوسری قوم کے مسلمانوں سے اپنی رشتہ داری نہیں کرتے تو کیا ایسے

لازم آتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جب وہ دنیاوی لحاظ سے ایسا کرتے ہیں اور انکے لئے جائز ہے تو احمدی لوگ جو دینی فوائد کو مدنظر رکھ کر اپنی لڑکی کو ایسے مؤثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جو اس کے عقائد پر بُرا اثر ڈالیں۔ غیر احمدیوں سے شادی نہ کرنے کی وجہ سے کیوں کافر اور مرتد ہوئے۔ ہم اگر روکتے ہیں تو بے شک وہ بھی روکیں لیکن نکاح ہو جانے کے بعد حکام کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرنے کی احمدیوں میں سے کوئی نظیر پیش نہیں کیجا سکتی اور نہ ہی کسی احمدی مفتی کا یہ فتویٰ ہے کہ غیر احمدی سے اگر کوئی احمدی رشتہ کردے تو وہ نکاح فسخ شمار ہوگا۔ اور اسکی اولاد اولادِ زنا ہوگی۔ حاشا وکلا۔

پس پانچویں وجہ تکفیر کی جو انہوں نے بیان کی ہے وہ انکے ہی خلاف ہے کیونکہ انہوں نے ہی پہلے فتویٰ تکفیر دیا جسکی بنا پر اپنے مسلمات کی رو سے ان کا فتویٰ انہی پر اُلٹ کر پڑا۔

علماء اور کفر کا فتوے

پھر گواہ ۳ نے اپنے بیان میں یہ ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء نے باوجود ذاتی اختلافات کے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس لئے وہ کافر ہیں۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر کوئی جماعت قائم کرتا ہے تو شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس رسول اور اسکی جماعت کا مقابلہ کرتا ہے اور اسکی سب سے پہلے نظر سوء علماء پر پڑتی ہے جنکو وہ اپنے ساتھ ملا کر خدا تعالیٰ کے رسل کے مخالف آواز اُٹھا کر دنیا میں شور بپا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فلمّا جآءتھم رُسلھم بالبیّنٰت فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون (المومن ع ۹) کہ جب انکے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اُڑاتے تھے وہ انہی پر اُلٹ پڑی۔ پس یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ علماء ہمیشہ خدا تعالےٰ کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور انکے لئے ان کا علم حجاب اکبر بن گیا اور وہ اپنے خشک علم کی بنا پر خیال کرنے لگے کہ ہم جیسا کوئی عالم نہیں اس لئے ہم غالب

رہیں گے لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے فرستادہ کی تائید کی اور دنیا کو معلوم ہوگیا۔ کہ درحقیقت وہ علم حقیقی سے جاہل و بے خبر تھے۔

علم را عالم بُتے دارد براہ | بُت پرستیہا کند شام و پگاہ
گر بعلم خشک کار دین بدے | ہر لئیمے رازدار دین بُدے

(ترمیم شریف)

اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد کی حالت کو دیکھا جائے تو تمام بڑے بڑے بزرگوں کو علمار ظواہر نے کفر و بدعت کیطرف منسوب کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج نے علانیہ کافر کہا۔ (منہاج السنہ جلد ۲ صـ) اور حضرت بایزید بسطامی کو سات مرتبہ جلاوطن کیا گیا۔ اور ذی النون مصری رح کو مصر سے زنجیروں میں جکڑ کر بغداد لے گئے لیکن جب بادشاہ نے باتیں سنیں تو اسنے کہا کہ اگر یہ زندیق ہے تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔ اور ابو سعید خراز پر علمار نے کفر کا فتوےٰ دیا۔ اور اسی طرح سہل بن عبداللہ تستری کو۔ اور اسی طرح منصور رح کو کافر کہا اور قتل کرایا۔ اور تاج الدین السبکی پر بارہا کفر کا فتوٰی دیا۔ اور امام ابوبکر نابلسی کو مغرب سے مصر لاکر قتل کیا گیا اور چمڑا اُتار اگیا۔ اور ابو حسن الخضری کو کافر کہا۔ اور امام غزالی پر کفر کا فتوٰی دیا۔ اور اسکی کتاب احیاء العلوم کو آگ میں جلوایا۔ ابوالحسن شاذلی کو زندیق کہا۔ اور احمد بن رفاعی کو زندیق اور ملحد کہا۔ (طبقات الشعرانی صـ۱۷ تا ۱۹) اور سید عبدالقادر جیلانی کی ولایت کا انکار کیا گیا۔ اور ابوبکر شبلی۔ اور امام غزالی کو کافر کہا گیا (انوار احمدیہ صـ) اور امام ربانی مجدد الف ثانی کو بھی کافر کہا گیا۔ اور انکی توہین کی گئی (صـ۳ انوار احمدیہ) شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔ ولقد وقع لنا الخ ہمیں اور ہماری طرح اور بہت سے عارفوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جب ہم نے معارف و اسرار کا اظہار کیا۔ تو ان مولویوں نے ہمیں زندیق کہا اور سخت ایذائیں پہنچائیں۔ اور ہم اس رسول کیطرح ہوگئے جسکی قوم نے تکذیب کی اور بہت تھوڑے لوگ اسپر ایمان لائے اور سب سے سخت دشمن ہمارے وہ لوگ ہیں جو اپنے مشائخ کے مقلد ہیں۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ۳۶)

اور امام ابوحنیفہ کو بدعت کیطرف منسوب کیا گیا۔ اور انہیں قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔ اور امام شافعی کو اہل عراق و اہل مصر سے سخت تکالیف کا سامنا ہوا۔ اور امام مالک پر تو اس حد تک ظلم کیا گیا۔ کہ پچیس سال تک جمعہ اور جماعت میں شامل نہ ہوسکے

اور امام احمد بن حنبل کو قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔ اور امام بخاری کو بخارا سے جلاوطن کیا گیا۔" ہدیہ مجددیہ ص۳۱)

غرضیکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں گذرا جس کا علماء ظواہر نے مقابلہ نہ کیا ہو۔ لیکن آخری زمانے کے علماء کے متعلق تو خود رسول اللہ فرما چکے ہیں کہ وہ بدترین مخلوق ہونگے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"سو یہ بڑے بڑے فقیہہ یہ بڑے بڑے مدرس یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری خدا پرستی کا بجا رہے ہیں۔ ردحق تائید باطل تقلید مذہب تقیید مشرب ہیں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں چندیں شکل از برائے اکل انکی دوستی دشمنی انکے باہم کارو کد فقط اسی حسد و کینہ کے لئے ہے نہ خدا کے لئے نہ امام کے لئے نہ رسول کے لئے"۔ (اقتراب الساعۃ ص۸)

پھر لکھتے ہیں:۔

"اب تو اس کا پل ٹوٹ گیا ہے۔ نفی شرک و بدعت منع تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن قصہ بکھیڑا رہتا ہے ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے۔ حق کو باطل باطل کو حق ٹھیراتا ہے۔ یہی سبب اعظم ہے۔ غربت اسلام و قرب قیامت کا" (اقتراب الساعہ ص۱۰)

چنانچہ آجکل کے علماء کی کتب زیادہ تر تکفیر بازی سے ہی پُر ہوتی ہیں۔

مولوی احمد رضا خان سرگروہ علماء بریلی نے اپنی کتاب حسام الحرمین ص۱۰۰ میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے عقائد کو ذکر کر کے لکھا ہے:۔

کلھم مرتدون باجماع الاسلام۔

کہ یہ تمام علماء اور انکے متبع باجماع الاسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ اور اس فتویٰ پر علماء حرمین شریفین اور مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ پھر انکی کتابوں کے حوالے دیکر تین وجوہ تکفیر بیان کی ہیں۔ ختم نبوۃ کا انکار۔ آنحضرت صلعم کی توہین۔ تیسرے امکان کذب باری کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

اور بھونچال بر لشکر دجال کے ص۱۰۲-۱۰۳ میں مولانا اسمٰعیل شہید کے متعلق لکھا ہے۔

فلا شک ولا شبھۃ فی کفرہ و ردتہ وکفر معاونیہ ومن شک فی کفرہ وردتہ کفر کہ اسکے اور اس کے مددگاروں کے کفر و ارتداد میں شک و شبہ نہیں ہے اور جو اسکے

کفر و ارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور ص۱۲۰ میں اس فتوی کو باجماع علماء و مفتیان مکہ و مدینہ و ہندوستان لکھا ہے۔

(۲) اور چابک لیث بر اہلحدیث مصنفہ مولانا محمد ظہیر حسن صاحب اعظم گڈھی اعلیٰ مدرس مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور مطبوعہ بریلی ص۳۴-۳۵ میں لکھا ہے۔

"اسماعیل دہلوی تراکا فر تھا۔ (۲) گنگوہی۔ دیوبندی۔ نانوتوی۔ امیٹھی۔ تھانوی۔ وغیرہم وہابی کھلے مرتد ہیں" (۳) "جو کذب الہی ممکن کہے ملحد ہے۔ (۴) تقویۃ الایمان وغیرہ ..... معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی۔ تحذیر الناس تصنیف نانوتوی۔ براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرھا جملہ نباحات انہوہی سب کفری بول نجس تراز بول ہیں جو ایسا نہ جانے زندیق ہے (۵) جو باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔ اوران سفہاء اور انکے لنظر اتمام خبثاء۔ جو شخص ..... ان ملحدوں کی حمایت اور مروت ورعایت کرے۔ انکی ان باتوں کی تصدیق تحسین توجیہ تاویل کرے وہ عدو خدا دشمن مصطفےٰ ہے (۶) غیر مقلدین سب بے دین پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں"

(۳) "چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی اور چشتیہ اور قادریہ ونقشبندیہ ومجددیہ سب لوگ کافر ہیں"۔

(جامع الشواھد ص۲ بحوالہ کتاب اعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور ص۷-۸)

(۴) نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں:-

"مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا۔ تقلید پر اطلاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے۔ دنیا میں آجکل اکثر لوگ یہی مقلد پیشہ ہیں وما یؤمن اکثرھم الا وھم مشرکون۔ یہ آیت ان پر بخوبی صادق ہے"۔ اقتراب الساعۃ ص۱۲

(۵) "غیر مقلدوں سے مخالطت اور مجالست کرنا اور انکو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے"۔ اس فتوی پر ۵۳ علماء کے دستخط ہیں (جامع الشواھد ص۵)

(۶) "پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا"۔

(انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد)

"اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اسکو کفر

اور ارتداد کے فتوی دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہ بھی داخل ہونگے" انتظام المساجد
پس کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جسپر کہ کفر و ارتداد کا فتوی نہ لگایا گیا ہو۔ اہلحدیث جو غیر مقلد ہیں
انہیں مقلدوں نے کافر اور مرتد کہا ہے۔ اور خود اہلحدیث نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہی۔ اسی طرح
غیر مقلدوں نے مقلدوں کو مشرک اور کافر اور مرتد کہا ہے۔ اور پھر مقلدوں نے ایک دوسرے
کی تکفیر کی ہے۔ اور علمار دیوبند پر تو علمار حرمین کا فتوی لگا ہوا ہے۔ اور یہ سب فتاوی شائع
شدہ ہیں۔

انکے علاوہ سر سید احمد خان صاحب علیگڈھی اور انکے ہمخیال لوگوں پر بھی کافر اور مرتد ہونے
کے فتوی علمار کیطرف سے لگ چکے ہیں۔ اور فتوی دینے والے بھی علماء دیوبند اور انبالہ
سہارنپور اور دہلی اور لکھنؤ اور پنجاب ہیں۔ اور انہی تک محدود نہیں۔ بلکہ مفتیان عرب شریف
بھی اس ثواب میں شریک ہیں۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے
بھی یہی فتوی دیا ہے کہ نیچری گروہ کافر اور بے دین اور ملحد اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔
اس واقعہ کو خواجہ حالی نے سرسید احمد خاں کی لائف میں خوب بسط سے لکھا ہے۔ چنانچہ چند
فقرات انکے "حیات جاوید" سے یہاں نقل کرتا ہوں۔ پنجاب و ہندوستان کے رسائل اور
جرائد کا ذکر کر کے جن میں فتاوی شائع ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ان میں سرسید کو ملحد، لامذہب۔ کرسٹان نیچری۔ دہریہ۔ کافر۔ دجال۔ اور کیا کیا خطاب
دیئے گئے۔ انکے کفر کے فتووں پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہریں اور دستخط
کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سرسید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے انکی بھی تکفیر
ہونے لگی" (حیات جاوید حصہ دوم ص ۲۷۸)

اور ص ۲۸۲ میں لکھتے ہیں:۔

"مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں۔ کیا سنی۔ کیا شیعی۔ کیا مقلد کیا غیر مقلد۔
کیا وہابی کیا بدعتی۔ سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں اور مولویوں کی ان فتووں پر مہریں
یا دستخط ہیں۔"

اور ص ۲۸۳ پر مکہ معظمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتوی کا خلاصہ لکھا ہے کہ "یہ شخص ضال

اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغوا کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اسکو سمجھے۔ ضرب اور حبس سے اسکی تادیب کرنی چاہیئے۔ اگر ولاۃ اسلام میں کوئی صاحب عزت ہو۔"

اور ص۲۸۷ پر مدینہ منورہ کے فتوے کا خلاصہ لکھا ہے:۔

"جو کچھ در مختار اور اسکے حواشی سے معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہوگیا ہے۔ یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا یا اباحی ہے... اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔ دین کی حفاظت کے لئے اور ولاۃ امر پر واجب ہے کہ ایسا کریں"

اور ص۲۸۸ میں حرمین شریفین کا علیگڈھ کالج کے متعلق فتویٰ درج کیا ہے۔ کہ "یہ مدرسہ جسکو خدا برباد اور اس کے بانی کو ہلاک کرے اسکی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بنکر تیار ہوجائے تو اسکو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے"

ان فقیہوں اور عالموں کی حالت یہاں تک تکفیر میں بڑھ گئی ہے کہ نہایت ادنیٰ اور معمولی بات پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دیدیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مجتہد صالح بن المہدی المقبلی المتوفی ۱۱۰۸ھ نے اپنی کتاب العلم الشامخ مطبوعہ مصر ص۳۴۰ میں مکہ مکرمہ کے دو واقعات لکھے ہیں۔

"ایک شخص نے ایک مولوی کے پاس جوتا رکھ دیا تو اس نے کہا تو کافر ہوگیا۔ کیونکہ تو نے علماء کی عزت کا پاس نہیں کیا اور ایسا کرنا شریعت کی اہانت ہے پھر رسول کی اور پھر خدا کی جس نے اسے بھیجا۔ دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے۔ کہ ایک حکومت کے ملازم نے کسی پر ظلم کیا تو مظلوم نے کہا یہ ظلم ہے سلطان کے امر و رضا سے یہ نہیں ہوسکتا تو اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس حکومت کا ملازم ہوں جو سلطان کیطرف منسوب ہے۔ پس تو نے سلطان کو ظالم قرار دیا اور اسکی توہین کی حالانکہ از روئے شریعت اسکی تعظیم کرنا ضروری تھی۔ اس لئے تو کافر ہوگیا تو اسکو گرفتار کر کے قاضی کے پاس لائے۔

"وحکم علیه بالردۃ ثم جدد اسلامه"

تو قاضی نے اسپر ارتداد کا حکم لگایا اور اسکی دوبارہ اسلام کی تجدید کرائی اور [illegible]

(فسخ نکاح وغیرہ) سے جو احکام جاری ہوتے تھے جاری کئے"۔

پس اگر ایسے علماء نے حضرت مسیح موعود مہدی آخر الزمان کو کافر کہا تو وہ انکی صداقت کی دلیل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ میری امت کے فقہاء اور علماء یہود کی پیروی کرینگے پس جس طرح فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح علیہ السلام کو کافر اور مرتد قرار دیا۔ اسی طرح ضروری تھا کہ اس امت کے فقہاء اور مولوی بھی مسیح محمدی کو کافر قرار دیتے۔ اور یہ بھی ضروری تھا کہ سب ملکر کفر کا فتویٰ دیتے کیونکہ آنحضرت صلعم فرما چکے تھے کہ بنی اسرائیل کیطرح میری امت کے تہتّر فرقے ہو جائینگے جن میں سے ایک ناجی ہوگا جسکی تعریف رسول اللہ صلعم نے فرمائی وھی الجماعۃ (مشکوٰۃ ص۱۹) کہ خبردار رہو۔ وہ ایک خاص جماعت ہوگی۔ یعنی مسلمانوں کے تفرق وتشتت کے وقت وہ ایک امام اور نظام کے ماتحت ہونگے۔ اور ناجی فرقہ کو بہتر فرقوں کے مقابلہ میں رکھ کر بتا دیا ہے کہ بہتر فرقے اس کے مخالف ہونگے اور یہ کہنا کہ الجماعۃ سے مراد اہلسنت والجماعۃ ہیں اور حنفی۔ شافعی۔ مالکی حنبلی وغیرہ ان بہتر فرقوں میں سے نہیں ہیں غلط ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں صاحب مانتے ہیں۔

"اس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ امام۔ کنارہ کشی کا زمانہ ہے"!

(اقتراب الساعۃ ص۵۶)

اور بہتر فرقوں کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"پس حقیقت دریں وقت منحصر در ایشان است و مقلدین ائمہ اربعہ وظاہریہ واہلحدیث ہمہ از ایشان اند"

اور آثار سے بھی ثابت ہے کہ مہدی و مسیح کو کافر کہا جائے گا۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں حجج الکرامہ ص۳۶۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ مہدی علیہ السلام جب سنّت کو رائج کرینگے اور بدعت کا ازالہ کرینگے۔ تو علماء وقت کہ خوگر تقلید و اقتدار مشائخ و آباء باشند گویند ایں مرد خانہ برانداز دین وملت ماست و بمخالفت برخیزند وحسب عادت خود حکم بتکفیر وتضلیل وے کنند۔

کہ اس کے زمانہ کے مولوی جو تقلید کے عادی اور اپنے بزرگوں کی اقتداء کے خوگر ہونگے۔ اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ تو ہمارے دین کو خراب کرتا ہے اور سب اسکی مخالفت کیلئے اُٹھ کھڑے ہونگے اور کفر کے فتوے دینے کے عادی ہونے کی وجہ سے اُسے کافر اور گمراہ قرار دینگے۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات مکتوب ۵۵ جلد ۲ صـ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی باتوں کا علماء ظواہر انکار کرینگے اور مخالف کتاب وسنت جانیں گے چونکہ بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا ہے اس لئے علماء اور فقہاء کا آپ کو دین کا خراب اور تباہ کرنے والا قرار دینا اور کافر و مرتد کہنا بھی آپ کی صداقت کی دلیل ہے، اور آیت فلما جاءتهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم (المومن ع) سے بھی ثابت ہے کہ علماء اپنے علم پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق چودھویں صدی کے علماء کی شہادت نہ قرآن مجید کی رو سے نہ حدیث اور مستند آثار کی رو سے قابل قبول ہے کیونکہ ایسے ہی علماء کے متعلق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ انکی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ذکر فی المبسوط فی مذهب مالك انه لا يجوز شهادة القادی يعنی العلماء لانهم اشد الناس تحاسدًا او تباغضًا (ہدیہ مجددیہ صـ۱۰۱)

کہ مبسوط میں امام مالک کا مذہب یہ لکھا ہے کہ علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اوّل درجہ کے حاسد اور بغض رکھنے والے ہوتے ہیں۔

لہذا حضرت مسیح موعود کے حق میں بھی ان علماء کی شہادت کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ نیز اس لئے بھی کہ شاہد ۳ وغیرہ نے جرح کے جواب میں صاف اقرار کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں بلکہ صرف وہی عبارات دیکھی ہیں جن پر اعتراض کیا ہے اور گواہ ۱ نے جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ کسی کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسکی تمام کتابوں کو دیکھا جائے اور پھر اسپر حکم لگایا جائے لیکن

چونکہ گواہاں معترف ہیں کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کی کتابیں سوائے ان عبارات کے جنپر اعتراض کئے ہیں مطالعہ نہیں کیں اس لئے انکی شہادت قابل قبول نہیں۔

جناب علامۂ وحید حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم پیرو مرشد جناب معلی القاب اعلیحضرت **نواب صاحب والئے بہاولپور** کی شہادت کہ بانئے سلسلہ احمدیہ مسلمان ہیں اور ضروریاتِ دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

علمار ظواہر نے جنکی تکفیر بازی کا کچھ نمونہ بیان کر چکا ہوں انکی شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب ضروریات دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں اور جو انکے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور ایسے شخص کا جو مذکورہ بالا وجہ کفر پیدا کرکے کافر ہو جائے اس کا فوراً نکاح بغیر قضار قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے اور اگر بدستور اسی حالت میں زن و شوئی کے تعلقات قائم رکھیں تو جو اولاد ہوگی وہ صحیح النسب نہ ہوگی بلکہ اولاد زنا کہلائے گی۔

انکی شہادتوں کے مقابلے میں مسلمان لیڈروں اور اعلےٰ درجے کے تعلیم یافتہ اشخاص اور ایڈیٹران اخبار اور دیگر سینکڑوں معزز لوگونکی شہادتوں کو جن میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپکی جماعت کی تعریف کی ہے اور ہمیں باوجود ہمارے عقائد پر اطلاع رکھنے کے مسلمان کہا ہے اور ہماری اسلامی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو ہمارے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے چھوڑتا ہوا صرف حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم رئیس چاچڑاں کی شہادت جنہیں سندھ بلوچستان اور پنجاب اور ریاست بہاولپور کا حصہ کثیر اور اعلیٰ حضرت نواب صاحب ریاست ہذا اپنا پیر و مرشد مانتے ہیں پیش کرتا ہوں۔ جنکی شہادت بوجہ پیر و مرشد اور ہزاروں لوگوں کے مقتدا ہونیکے سینکڑوں ظاہر پرست علمار کے مقابلہ میں وقیع ہے اور جو اشارات فریدی کے جزو سوم میں درج ہے جسکے مؤلف مولانا رکن الدین ہیں جنکے متعلق سوانحعمری حضرت فرید ثانی مطبوعہ رنگین پریس دہلی کے صـ۲۸ میں لکھا ہے۔

"مولانا رکن الدین صاحب جامع مقابیس المجالس المسمی بہ اشارات فریدی قوم سے پرہار

۱۱ رجب سنہ ۱۲۷۹ھ کو پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۳۰۱ھ حضرت صاحب قبلہ کے مرید ہوئے۔ سنہ ۱۳۰۴ھ میں حج کو گئے سنہ ۱۳۱۰ھ میں دستار فضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلوک ہوئے رات کو مشغول بحق رہتے تھے دن کو ملفوظ نویسی کرتے انعام الٰہی سے آٹھ برس کی محنت میں دونو کار کا انجام ہوا سنہ ۱۳۱۸ھ میں خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔"

اور اشارات فریدی جلد ۳ جناب خواجہ محمد بخش صاحب کی (جو حضرت خواجہ غریب نواز کے فرزند ارجمند ہیں) اجازت سے طبع ہوئی ہے اس اشارات مقبوس ۲۷ میں بانئے سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی کے متعلق خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ فرمان لکھا ہے۔

"فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدا عزّ و جل میگذارند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن میکنند یا دیگر شغل اشتغال مے نماید۔ و بر حمایت دین اسلام چناں کمر ہمت بستہ کہ ملکہ زمان لنڈن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است و بادشاہ روس و فرانس وغیرہم راہم دعوت اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او درین است کہ عقیدۂ تثلیث و صلیب را کہ سراسر کفر است بگذارند۔ و بہ توحید خداوند تعالیٰ بگروند و علمائے وقت را بہ بینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف درپئے ایں چنیں نیک مرد کہ اہلسنت و جماعت است و بر صراط مستقیم است و راہ ہدایت مے نماید افتادہ اند و بروئے حکم تکفیر مے سازند۔ کلام عربی او بہ بینید کہ از طاقت بشریہ خارج است و تمام کلام او از معارف و حقائق و ہدایت است و از عقائد اہلسنت و جماعت و ضروریات دین ہرگز منکر نیست۔"

(اشارات فریدی جزو ثالث ص ۶۹ و ۷۰)

ترجمہ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب تمام اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذارتے ہیں۔ یا نماز پڑھتے ہیں یا تلاوت قرآن شریف کیا کرتے ہیں۔ یا اور شغل اشتغال کیا کرتے ہیں

اور حمایت دین اسلام پر ایسے کمربستہ ہیں کہ ملکہ زمان لنڈن کو بھی دین محمدی کی دعوت دی ہے اور بادشاہاں روس و فرانس وغیرہم کو بھی دعوت اسلام دی ہے۔ اور انکی تمام سعی اور کوشش اس میں ہے کہ لوگ عقیدہ تثلیث و صلیب کو چھوڑ کر جو کفر ہے۔ خدا تعالیٰ کی توحید کو مان لیں۔ اور علماء وقت کو دیکھو کہ تمام مذاہب باطلہ کے گروہ کو چھوڑ کر ایسے شخص کے در پئے ہو گئے ہیں۔ جو اہل سنت و جماعت میں سے ہے اور صراط مستقیم پر قائم ہے۔ اور راہ ہدایت دکھلاتا ہے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

اس کا عربی کلام دیکھو کہ طاقت بشری سے بالا ہے اور اس کا تمام کلام معارف و حقائق و ہدایت سے پُر ہے اور وہ عقائد اہلسنت و جماعت و ضروریات دین سے ہرگز منکر نہیں ہے"

یہ پاک شہادت اُس محترم انسان کی ہے جسکی بزرگی اور تقدس کا ایک جہان قائل و معترف ہے اور ریاست بہاولپور کا ایک حصہ اس کا معتقد و مرید ہے۔ اور وہ اعلیحضرت نواب صاحب کے پیر ہیں۔ انکی اس شہادت حقہ کے محفوظ رہنے میں اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت تھی کہ ایک دن اس ریاست کی عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کفر و اسلام کا مسئلہ پیش ہونا تھا اس لیئے پہلے سے خدا تعالےٰ نے اپنے فرستادہ کی تائید کے لئے یہ سامان پیدا کر دیا کہ اعلیحضرت نواب صاحب بہاولپور کے مقدس پیر کی شہادت جو ہزاروں شہادتوں سے بڑھ کر ہے انکے سچے مسلمان ہونے پر پیش کیجا سکے۔ اور گواہوں نے جو وجہ تکفیر پیش کرنی تھی کہ وہ ضروریات دین کے منکر ہیں وہی الفاظ خدا تعالےٰ نے حضرت خواجہ صاحب کے منہ سے نکلوائے۔ کہ وہ ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

پس یہ شہادت خود فی ذاتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی بین دلیل ہے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

"مگر ضرور تھا کہ وہ مجھے کافر کہتے اور میرا نام دجال رکھتے۔ کیونکہ احادیث میں پہلے سے یہی فرمایا گیا تھا۔ کہ اس مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا۔ اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہینگے۔ اور ایسا جوش دکھلائینگے کہ اگر ممکن ہوتا تو اسکو قتل کر ڈالتے

مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والوں نے پرہیزگاری کا نور دکھایا۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یّشاء۔ خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے۔ آمین۔ اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہینگی۔ میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گذر جائے گا۔ اور دوسرا زمانہ آئے گا اور خدا اس زمانے کے لوگوں کو آنکھیں دے گا اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعا خیر کرینگے۔ جنہوں نے مجھے پاکر میرا ساتھ دیا ہے۔ سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گذر جائے گا اور ہر ایک غافل اور منکر اور مکذّب وہ حسرتیں ساتھ لے جائے گا جس کا تدارک پھر اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۸)

پس عدالت کے سامنے یہ ۲ دو شہادتیں ہیں۔ ایک ان ظاہر پرست مولویوں کی شہادت کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح و مہدی موعود کافر ہیں اور ضروریات دین کے منکر ہیں اور دوسری شہادت ایک مقتدر پیر جناب خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کی کہ وہ مسلمان ہیں اور ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں۔ اور مولوی انکی تکفیر میں حق پر نہیں ہیں۔ پہلی قسم کی شہادت کہ احمدی کافر اور مرتد اور ضروریات دین کے منکر ہیں غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ اور دوسری شہادت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی ہے جسکے مطابق ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ اور بقول مسیح موعودؑ بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ:-

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں — دل سے ہیں خدّام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں — خاک راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے — جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۷۶۴)

(خاکسار جلال الدین شمس)

(خاکپائے طالب دعا عبدالحق کاتب)

نوٹ

یہ بیان عدالت میں دینے
کے لئے تیار کیا گیا۔ اور سوائے
ایک دو جگہ کے تمام بیان
جج صاحب بہادر نے لکھا۔ اور بعض جگہ
عبارت میں اختصار کرنے کی وجہ
سے الفاظ میں تبدیلی آئی۔ ورنہ
یہی بیان ہے۔ جو من وعن دیا گیا

ملک فضل حسین پبلشر نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر چھپوایا